اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ۭ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ

یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے

قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ۭ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ

اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول تمہاری کارگذاری دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۹۴ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

جو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتادے گا جو جو کچھ تم کرتے تھے۔ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جاویں گے

لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ۭ اِنَّهُمْ رِجْسٌ ۡ

جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم اُن کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو وہ لوگ بالکل گندے ہیں

وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَاۗءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۹۵ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ

اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے ان کاموں کے بدلے میں جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔یہ اس لئے قسمیں کھاویں گے کہ تم ان سے راضی ہوجاؤ

فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۹۶

سو اگر تم ان سے راضی بھی ہوجاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔

قُلْ آپ کہدیں	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	رَجَعْتُمْ تم لوٹ کرجاؤ گے	اِذَا جب	اِلَيْكُمْ تمہارے پاس	يَعْتَذِرُوْنَ عذر لائیں گے		
وَ اور	مِنْ اَخْبَارِكُمْ تمہاری سب خبریں	اللّٰهُ اللہ	قَدْ نَبَّاَنَا ہمیں بتا چکا ہے	لَكُمْ تمہارا	لَنْ نُّؤْمِنَ ہرگز ہم یقین نہ کریں گے	لَا تَعْتَذِرُوْا عذر نہ کرو	
عٰلِمِ جاننے والا	اِلٰى طرف	تُرَدُّوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے	ثُمَّ پھر	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول	عَمَلَكُمْ تمہارے عمل	اللّٰهُ اللہ	سَيَرَى ابھی دیکھے گا
سَيَحْلِفُوْنَ اب قسمیں کھائیں گے	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	بِمَا وہ جو	فَيُنَبِّئُكُمْ پھر وہ تمہیں بتادے گا	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	الْغَيْبِ پوشیدہ		
عَنْهُمْ ان سے	لِتُعْرِضُوْا تاکہ تم درگزر کرو	اِلَيْهِمْ ان کی طرف	انْقَلَبْتُمْ واپس جاؤ گے تم	اِذَا جب	لَكُمْ تمہارے آگے	بِاللّٰهِ اللہ کی	
بِمَا اس کا جو	جَزَاۗءً بدلہ	جَهَنَّمُ جہنم	وَمَاْوٰىهُمْ اور ان کا ٹھکانہ	رِجْسٌ پلید	اِنَّهُمْ بیشک وہ	عَنْهُمْ ان سے	فَاَعْرِضُوْا سو تم منہ موڑلو
فَاِنْ تو بیشک	عَنْهُمْ ان سے	لِتَرْضَوْا تم راضی ہوجاؤ	لَكُمْ تمہارے آگے	يَحْلِفُوْنَ وہ قسمیں کھاتے ہیں	كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے ہیں		
الْفٰسِقِيْنَ نافرمان	الْقَوْمِ لوگ	عَنِ سے	لَا يَرْضٰى راضی نہیں ہوتا	اللّٰهَ اللہ	فَاِنَّ سو اگر	عَنْهُمْ ان سے	تَرْضَوْا تاکہ تم راضی ہوجاؤ

غزوۂ تبوک سے واپسی پر منافقین کی حیلہ بازیاں

یہاں سے گیارہویں پارہ کی ابتداہورہی ہے۔گذشتہ آیات تک توان منافقین کا ذکر تھا جنہوں نے غزوۂ تبوک کے روانگی کے وقت بہانے تراشے تھے۔اب ان آیات میں واپسی کے وقت بہانہ بازیاں کرنے والوں کا بیان ہے۔گویا یہ آیات تبوک سے مدینہ کو واپس پہنچنے سے پہلے نازل ہوگئی تھیں جن میں منافقین کی بہانہ بازیوں کی پیشین گوئی کردی گئی اور بتلایا گیا کہ جیسے تبوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے تھے۔اسی طرح جب اہل ایمان مدینہ واپس پہنچیں گے اس وقت بھی یہ لوگ جھوٹے عذر پیش کر کے مسلمانوں کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوکر پھر قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا پکا ارادہ تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں مگر فلاں فلاں موانع پیش آجانے کی وجہ سے مجبور رہے۔حق تعالیٰ کی طرف سے جواب تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ایسے لوگوں سے کہہ دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔تمہارے سب عذر فضول اور بیکار ہیں ہم کو حق تعالیٰ تمہارے جھوٹ اور منافقت پر مطلع کر چکا۔پھر کس طرح ہم تمہاری لغویات پر یقین کر سکتے ہیں۔اب پچھلے قصہ کو چھوڑو آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک پورا کرتے ہو۔سب جھوٹ سچ ظاہر ہوکر رہے گا اور بہرحال اس عالم الغیب والشہادۃ سے تو کوئی راز اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔اسی کے یہاں سب کو جانا ہے۔وہ جزا دینے کے وقت تمہارا ہر چھوٹا بڑا ظاہری اور باطنی عمل کھول کر رکھ دے گا اور اسی کے موافق بدلہ دیا جائے گا۔

منافقوں کی عذرخواہیوں کا مقصد

آگے بتلایا جاتا ہے کہ تبوک سے واپسی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کریں گے اس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور ملمع سازیوں سے راضی اور مطمئن کرلیں تا کہ بارگاہ رسالت سے ان پر کوئی عتاب وملامت اور دارو گیر نہ ہو اور مسلمان ان سے کچھ تعرض نہ کریں۔حق تعالیٰ نے ہدایت فرمادی کہ بہتر ہے تم ان سے تعرض مت کرو لیکن یہ تعرض نہ کرنا راضی اور مطمئن ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ ان کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے۔یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک وصاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔لہٰذا اس غلاظت کی پوٹ کو دور پھینک دینا اور اس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے خدا خود ان کو ٹھکانے لگا دے گا۔

اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ بڑی کوشش ان منافقین کی یہ ہے کہ مکرو فریب سے مسلمانوں کو خوش کرلیں۔فرض کرو اگر چکنی چپڑی باتوں سے مخلوق راضی ہو بھی جائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جبکہ خدا ان سے راضی نہ ہو۔خدا کے آگے تو کوئی چالاکی اور دغا بازی نہیں چل سکتی گویا متنبہ فرمادیا کہ جس سے خدا راضی نہ ہو کوئی مومن کیسے راضی ہوسکتا ہے لہٰذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو خوش کر لینے کا خبط ان منافقین کو دماغ سے نکال دینا چاہئے۔

خلاصہ آیات

آیات کا خلاصہ یہ کہ آئندہ واقعات کے متعلق یہاں ایک پیشین گوئی فرمائی جارہی ہے جو تبوک سے واپس ہونے کے بعد حرف بحرف پوری ہوئی اور مسلمانوں کو ہدایت دی جارہی ہے کہ منافقوں سے علیحدہ رہیں۔نیز معلوم ہوا کہ منافقین کی خاص شناخت یہ ہے کہ یہ اللہ کی بجائے اس کے بندوں کی رضا جوئی اور چاپلوسی میں لگے رہتے ہیں۔نیز قرآن مجید نے یہاں صراحت سے واضح فرمادیا کہ بندوں کی رضامندی اللہ کی رضامندی کو لازم نہیں۔اور اللہ کی رضامندی کے بغیر بندوں کی رضامندی محض بیکار ہے۔اس لئے فکر اللہ کی رضا کی ہونا چاہئے۔بندے راضی ہوں یا نہ ہوں۔بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں اگر سارا جہان بھی ناراض ہو تو بھی پرواہ نہ کرنی چاہئے۔حضرت مجذوبؒ نے اسی کو ایک شعر میں اس طرح کہا ہے۔

تیری رضا میں ہے سارا جہاں خفا ہم سے
اگر یہی ہے زیاں تو کچھ زیادہ نہ ہوا

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی رضا کی فکر نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہمیں دشمنان دین سے بے تعلق رکھیں اور دین کے معاملہ میں بہانہ بازی اور حیلہ سازی سے ہم کو محفوظ فرمادیں اور اس وقت اہل اسلام جہاں جہاں کفار ومشرکین سے جہاد میں مشغول ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہیے کہ ان کو اُن احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں

رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا

اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ اور ان دیہاتیوں میں سے بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اُس کو جرمانہ سمجھتا ہے

وَّيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَمِنَ

اور تم مسلمانوں کے واسطے گردشوں کا منتظر رہتا ہے بُرا وقت اُن ہی پر پڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں اور

الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور رسول کی دعا کا ذریعہ بناتے ہیں یاد رکھو ان کا یہ خرچ کرنا بیشک ان کیلئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کرلیں گے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع

اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔

اَلْاَعْرَابُ دیہاتی	اَشَدُّ بہت سخت	كُفْرًا کفر میں	وَّنِفَاقًا اور نفاق میں	وَّاَجْدَرُ اور زیادہ لائق	اَلَّا يَعْلَمُوْا کہ وہ نہ جانیں	حُدُوْدَ احکام		
مَا جو	اَنْزَلَ نازل کئے	اللّٰهُ اللہ	عَلٰى پر	رَسُوْلِهٖ اپنا رسول	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا	وَمِنَ اور سے
الْاَعْرَابِ دیہاتی	مَنْ جو	يَتَّخِذُ لیتے ہیں	مَا يُنْفِقُ جو وہ خرچ کرتے ہیں	مَغْرَمًا تاوان	وَيَتَرَبَّصُ اور انتظار کرتے ہیں	بِكُمُ تمہارے لئے		
الدَّوَآئِرَ گردشیں	عَلَيْهِمْ ان پر	دَآئِرَةُ گردش	السَّوْءِ بُری	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَمِيْعٌ سُننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا	وَمِنَ اور سے	
الْاَعْرَابِ دیہاتی	مَنْ جو	يُّؤْمِنُ ایمان رکھتے ہیں	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اور آخرت کا دن	وَيَتَّخِذُ اور سمجھتے ہیں	مَا يُنْفِقُ جو وہ خرچ کریں		
قُرُبٰتٍ نزدیکیاں	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ سے	وَ اور	صَلَوٰتِ دُعائیں	الرَّسُوْلِ رسول	اَلَآ ہاں ہاں	اِنَّهَا یقیناً وہ	قُرْبَةٌ نزدیکی	لَّهُمْ ان کیلئے
سَيُدْخِلُهُمُ جلد داخل کریگا انہیں	اللّٰهُ اللہ	فِيْ میں	رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	

دیہاتیوں کی جہالت وتندمزاجی

ان آیات میں خصوصیت کے ساتھ دیہاتیوں کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ عام قاعدہ ہے کہ آدمی جس قدر جاہل اور بے علم ہوگا اور جس قدر علما اور فضلا کی صحبت سے دور رہے گا۔ اتنا ہی گنوار تندخو اور سخت مزاج ہوگا۔ اس کی عقل پر جہالت کے پردہ اور نادانی کا زنگ چڑھا ہوگا۔ دیہاتی عموماً دانشمندوں اور عقلمندوں سے میل جول کم رکھتے ہیں۔ دانا اور بینا لوگوں کی صحبت انہیں میسر نہیں ہوتی۔ مجالس علم وحکمت میں بیٹھنے کے مواقع نہیں

ملتے اس لئے تہذیب اور شائستگی کا اثر اور علم وعرفان کی روشنی کم قبول کرتے ہیں۔ ہاں بعض دیہاتی سمجھدار بھی ہوتے ہیں۔ اہل علم کی صحبت سے مستفیض دانشمندوں سے تعلق رکھتے ہیں ایسے لوگ اگرچہ جاہل طبقہ کے ساتھ رہتے ہوں مگران میں دانش اور سمجھ بوجھ کا مادہ تیار رہتا ہے۔ کسی صاحب نظر کی ادنیٰ التفات سے اکسیر بن جاتے ہیں۔

یہاں ان آیات میں پہلے دیہاتی منافقین کا حال بتلایا جاتا ہے کہ قوانین الٰہی اور سنت رسول اللہ سے بے بہرہ رہنے اور کفرونفاق میں شدید ہونے کے لائق یہ دیہاتی عموماً ہوتے ہیں۔ ان دیہاتیوں میں سے بعض افراد سخت منافق ہیں جو اگرچہ بظاہر مسلمانوں سے ملے ہوئے ہیں۔ احکام اسلامی کی ظاہری تعمیل بھی کرتے ہیں۔ زکوۃ بھی دیتے ہیں مگر یہ سب ظاہری ہوتا ہے۔ صداقت اسلام ان کے دلوں میں نہیں اتری۔ جو کچھ راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں تاوان سمجھ کر خرچ کرتے ہیں اور ہر وقت منتظر رہتے ہیں کہ مسلمان کسی گردش میں پھنس جائیں مگران کی یہ امید پوری نہ ہوگی بلکہ بربادی اور برائی کے چکر میں یہ خود ہی پھنسیں گے۔

بعض دیہاتی خلوص ووفا کے پیکر ہوتے ہیں

ہاں کچھ دیہاتی پکے خالص مومن بھی ہیں جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ کارخیر میں صرف کرتے ہیں اس کو قرب الٰہی اور دعائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصول کا ذریعہ قرار دیتے ہیں یعنی محض اس لئے دیتے ہیں کہ قرب الٰہی حاصل ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں ان کو نصیب ہوں تو واقعی ان کے یہ صدقات قرب الٰہی کا ذریعہ بنیں گے ان کو اللہ اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا اور ان کی غلطیاں معاف کردے گا گویا قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے کہ ان ہی سخت مزاج اور تندخو دیہاتیوں میں ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کردیئے۔

خلاصۂ آیات

ان آیات میں جہالت سے گریز کرنے کی طرف اور اہل علم وارباب ہدایت کے ساتھ رہنے کی طرف اشارہ ہے اور مسلمانوں کی بدخواہی سے ممانعت ہے اور اس پر ضمنی تنبیہ کہ مسلمانوں کی بدخواہی کرنا منافقت ہے اور یہ سب منافقوں کا کام ہے۔ نیز کارخیر میں بخلوص خاطر خرچ کرنے کی مدح اور تاوان کے طور پر خرچ کرنے کی مذمت ظاہر فرمائی اور اس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا کہ مومن کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ قرب الٰہی حاصل ہو اور قرب الٰہی کے حصول کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنی لازم ہے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مومن کے لئے باعث نجات وصلاح وفلاح دارین ہے۔

ان آیات کے ماتحت عارفین نے کہا ہے کہ صحبت صالحین سے دور ہونے سے طریق خیر کے ساتھ مناسبت میں کمی ہوجاتی ہے اور اسی لئے اہل طریق صحبت کا بڑا اہتمام رکھتے ہیں۔

ان آیات سے یہ پہلو بھی نکلتا ہے کہ حاسد وبدبین خود ہی گرفتار بلا ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ امور خیر میں دل کھول کر مال خرچ کرنے کی ہم کو توفیق نصیب فرما اور کارخیر میں خرچ کرنے سے دل میں تنگی ہونے کی منافقانہ عادت سے ہمارے قلوب کو پاک صاف فرما۔ بخل وحسد جیسی منافقانہ عادتوں سے یا اللہ ہمارے نفوس کو محفوظ فرما۔

یا اللہ جو حاسد اور بدبین مسلمانوں کے درمیان گھسے ہوئے ہیں ان کی منافقانہ حرکتوں سے ہماری حفاظت فرما اور جو اہل ایمان کے ساتھ چالبازیاں سازشیں اور منصوبے باندھ رہے ہیں یا اللہ ان کو ناکام اور ذلیل فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے

رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ

اور اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٠٠﴾ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

یہ بڑی کامیابی ہے۔اور جو کچھ تمہارے گردو پیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں ایسے منافق ہیں کہ

مُنٰفِقُوْنَ ڔ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ڀ مَرَدُوْا عَلَي النِّفَاقِ ۣ لَا تَعْلَمُهُمْ ۭ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ

نفاق کی حد کمال پر پہنچے ہوئے ہیں آپ اُن کو نہیں جانتے اُن کو ہم جانتے ہیں

سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠١﴾ۚ

ہم ان کو دوہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جاویں گے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ اور سبقت کرنے والے	الْاَوَّلُوْنَ سب سے پہلے	مِنَ سے	الْمُهٰجِرِيْنَ مہاجرین	وَالْاَنْصَارِ اور انصار	وَالَّذِيْنَ اور جن لوگوں		
اتَّبَعُوْهُمْ ان کی پیروی کی	بِاِحْسَانٍ نیکی کے ساتھ	رَضِيَ اللّٰهُ راضی ہوا اللہ	عَنْهُمْ ان سے	وَ اور	رَضُوْا وہ راضی ہوئے	عَنْهُ اس سے	
وَاَعَدَّ اور تیار کیا اس نے	لَهُمْ ان کیلئے	جَنّٰتٍ باغات	تَجْرِيْ بہتی ہیں	تَحْتَهَا انکے نیچے	الْاَنْهٰرُ نہریں	خٰلِدِيْنَ ہمیشہ رہیں گے	
فِيْهَا ان میں	اَبَدًا ہمیشہ	ذٰلِكَ یہ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ کامیابی بڑی	وَ اور	مِمَّنْ ان میں جو	حَوْلَكُمْ تمہارے اردگرد	مِنَ سے۔بعض
الْاَعْرَابِ دیہاتی	مُنٰفِقُوْنَ منافق	وَ اور	مِنْ سے	اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مدینہ والے	مَرَدُوْا اڑے ہوئے ہیں	عَلَى پر	النِّفَاقِ نفاق
لَا تَعْلَمُهُمْ تم نہیں جانتے ان کو	نَحْنُ ہم	نَعْلَمُهُمْ جانتے ہیں انہیں	سَنُعَذِّبُهُمْ جلد ہم انہیں عذاب دینگے	مَرَّتَيْنِ دوبار	ثُمَّ پھر		
	يُرَدُّوْنَ وہ لوٹائے جائیں گے	اِلٰى طرف	عَذَابٍ عذاب	عَظِيْمٍ عظیم			

سابقین اولین: یہاں آیت میں السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ جو فرمایا یعنی جو مہاجرین وانصار میں سے سابق اور مقدم ہیں ان کے تعین میں مفسرین کے اقوال مختلف ہیں۔بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین وانصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی خانہ کعبہ اور بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی۔بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان سابقین اولین ہیں۔بعض صلح حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین اور انصار۔اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے سابقین اولین ہیں۔بہر حال اللہ تعالیٰ خبر دے رہے ہیں کہ جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ کی خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ اللہ نے ان کے لئے نعمتوں والی جنتیں تیار کر رکھی ہیں۔

مقتدایان امت

محققین اہل سنت نے اسی آیت سے یہ اخذ کیا ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقتدایان امت ہیں اور تمام صالحین ان کے تابع ہیں اور سابقین اولین کا اتباع لازم ہے چنانچہ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں جس کے پیچھے جاؤ گے راہ ہدایت مل جائے گی اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ یہ آیت میری تمام امت کے واسطے ہے اور رضامندی کے بعد پھر ناراضی نہیں۔

اہم تنبیہ

اس آیت کے تحت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے ایک اہم تنبیہ اپنی تفسیر میں یہ لکھی ہے کہ جو لوگ صحابہ کرام کے باہمی مشاجرات اور اُن میں پیش آنے والے واقعات کی بنا پر بعض صحابہ کرام کے متعلق ایسی تنقیدات کرتے ہیں جن کو پڑھنے والوں کے قلوب اُن کی طرف سے بدگمانی میں مبتلا ہوسکیں وہ اپنے آپ کو ایک خطرناک راستہ پر ڈال رہے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ (معارف القرآن)

صحابی کا درجہ

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "بالاجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے والا مؤمن جس کو صحابی کہا جاتا ہے۔ غوث اور قطب اور بڑے بڑے ولی اللہ سے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھا ہو افضل ہے"۔ گویا اس کو یوں سمجھئے جیسا کہ اکثر بزرگان دین سے منقول ہے کہ بڑے سے بڑے غیر صحابی ولی اللہ کا درجہ جہاں ختم ہوتا ہے وہاں سے ادنیٰ صحابی کے درجہ کی ابتدا ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک جماعت کے درجات کو اور بلند فرمائیں۔ آمین۔

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

پھر یہاں رضی اللہ عنہم کے ساتھ ورضوا عنہ جو فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے۔ تو مفسرین نے لکھا ہے کہ بندوں کی طرف سے رضا یہ ہے کہ انہوں نے دل سے اللہ تعالیٰ کی طاعت واطاعت اختیار کی۔ عارفین اور مشائخ طریقت نے بندہ کی رضامندی کے تین طبقہ قرار دیئے ہیں:۔

(۱) دل مانے یا نہ مانے مگر اتباع احکام لازم ومقدم جانے۔ یہ مبتدی صاحب تقویٰ کا مقام ہے۔

(۲) تقدیر الٰہی اور احکام حق تعالیٰ ایسے بامزہ اور محبوب ہوجائیں کہ نفسانی خواہشوں کی طرف التفات ہی نہ ہو یہ متوسطین کا طبقہ ہے جن کا مقام لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ہوتا ہے۔

(۳) کمال توحید وعرفان الٰہی میں ایسا مستغرق ہو کہ یہ تمام کائنات ذاتی وصفاتی عین فعل وامر حق ہی دکھائی دے۔ اسباب کا حجاب اور وسائل کا دخل ہی نہ رہ جائے یہ مقام کاملین کا ہوتا ہے۔ امام غزالی کا قول ہے کہ مقام رضا سے فائق وافضل کوئی مقام نہیں۔

مخفی منافق

صحابہ کرام کی فضیلت کے اظہار کے بعد پھر خاص مدینہ اور اس کے آس پاس رہنے والے ان منافقین کا بیان ہے جن کے متعلق بتلایا گیا کہ ان کا نفاق اس حد کمال کو پہنچا ہوا ہے اور اس قدر عمیق اور خفی ہے کہ ان کے قرب مکانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال فراست وذہانت کے باوجود آپ بھی قطعی طور پر معین طور پر محض علامات اور قرائن سے ان کے نفاق پر مطلع نہ ہوسکے۔ ان کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے۔ جس طرح عام منافقین کا پتہ رنگ ڈھنگ، لب ولہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات ان کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔ پھر ایسے منافقین کی سزا بیان فرمائی گئی کہ ان کو دہری سزا قبل آخرت ہوگی ایک سزا نفاق کی دوسری سزا کمال نفاق کی اور پھر آخرت میں تو سب سے بڑا عذاب ہوگا ہی۔

دعا کیجئے: یا اللہ اس وقت ملک اور قوم میں ایک فتنہ یہ بھی پھیلا ہوا ہے اور ایسی کتابیں لکھی گئی ہیں کہ جن میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر نکتہ چینی کی گئی ہے انکی عیب جوئی کی گئی ہے۔ یا اللہ اس فتنہ عظیم سے ہماری حفاظت فرمایئے اور جو اس فتنہ میں مبتلا ہیں انکو ہدایت نصیب فرمایئے آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ۭ عَسَى اللّٰهُ

اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقر ہوگئے جنہوں نے ملے جلے عمل کئے تھے کچھ بھلے اور کچھ بُرے اللہ سے امید ہے کہ

اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

ان پر توجہ فرماویں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں۔آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جسکے ذریعہ سے آپ انکو

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾

پاک صاف کردیں گے اور ان کیلئے دعا کیجئے بلاشبہ آپ کی دعا ان کیلئے موجب اطمینان ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے ہیں خوب جانتے ہیں

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ

کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾

توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اور کچھ اور	اعْتَرَفُوْا انہوں نے اعتراف کیا	بِذُنُوْبِهِمْ اپنے گناہوں کا	خَلَطُوْا انہوں نے ملایا	عَمَلًا صَالِحًا ایک عمل اچھا	وَاٰخَرَ اور دوسرا			
سَيِّئًا برا	عَسَى قریب ہے	اللّٰهُ اللہ	اَنْ کہ	يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ معاف کردے انہیں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	غَفُوْرٌ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان
خُذْ لے لیں آپ	مِنْ سے	اَمْوَالِهِمْ ان کے مال	صَدَقَةً زکوٰۃ	تُطَهِّرُ تم پاک کردو	هُمْ انہیں	وَتُزَكِّيْهِمْ اور صاف کردو	بِهَا اس سے	
وَصَلِّ اور دعا کرو	عَلَيْهِمْ ان پر	اِنَّ بیشک	صَلٰوتَكَ آپ کی دعا	سَكَنٌ سکون	لَّهُمْ ان کیلئے	وَاللّٰهُ اور اللہ	سَمِيْعٌ سننے والا	عَلِيْمٌ جاننے والا
اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا کیا انہیں علم نہیں	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہ	يَقْبَلُ قبول کرتا ہے	التَّوْبَةَ توبہ	عَنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	وَيَاْخُذُ اور قبول کرتا ہے
	الصَّدَقٰتِ صدقات	وَاَنَّ اور یہ کہ	اللّٰهَ اللہ	هُوَ وہ	التَّوَّابُ توبہ قبول کرنے والا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان		

تفسیر وتشریح: جب ان منافقین کا حال بیان ہو چکا جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رک گئے تھے تو اب بعض مومنین جو غزوۂ تبوک میں محض سُستی کی بنا پر پیچھے رہ گئے تھے اب یہاں سے بیان ان کا شروع ہورہا ہے۔

شانِ نزول: مفسرین نے ان آیات کے شانِ نزول میں بیان کیا ہے کہ یہ آیات حضرت ابی لبابہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی تھیں حضرت ابی لبابہ ان لوگوں میں سے تھے جو بیعت عقبہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ سے پہلے اسلام لائے تھے۔ پھر جنگ بدر، جنگ احد اور دوسرے معرکوں میں برابر شریک رہے مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر کچھ سستی نے غلبہ کیا اور جہاد میں شریک نہ ہوسکے ایسے ہی مخلص ان کے بعض دوسرے ساتھی بھی تھے اور ان سے بھی یہ کمزوری سرزد ہوگئی اور باوجود مومن ہونے کے سستی سے شریک جہاد نہ ہوئے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور ان پیچھے رہ جانے والے حضرات کو جن کی تعداد

حضرت ابی لبابہ کو ملا کر سات بتائی جاتی ہے جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق وعیدوں کا نازل ہونا معلوم ہوا تو انہیں سخت ندامت ہوئی۔ قبل اس کے کہ کوئی باز پرس ہوتی انہوں نے خود ہی اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستونوں سے باندھ لیا اور عہد کر لیا کہ جب تک ہم معاف نہ کر دیئے جائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نہ کھولیں ہم یوں ہی بندھے بندھے ختم ہو جائیں گے چنانچہ کئی روز وہ اسی طرح بغیر کھائے پئے بندھے رہے۔ حتیٰ کہ بعض بیہوش ہو کر گر پڑے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو بندھا ہوا دیکھا اور معلوم ہوا کہ انہوں نے عہد یہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک نہ کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ مجھے ان کے کھولنے کا حکم نہ دے گا۔ اس پر ان حضرات کے توبہ کی قبولیت میں پہلے صرف آیت اول زیر تفسیر نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کھولنے کا حکم دیدیا اور وہ کھول دیئے گئے لیکن جب حضرت ابی لبابہ کو کھولنے کا ارادہ کیا گیا تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہو کر مجھے اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے میں بندھا رہوں گا چنانچہ فجر کی نماز میں جب آپ تشریف لائے تو اپنے دست مبارک سے ان کو کھولا۔

آج بھی قدیم حصہ مسجد نبوی کے اندر ریاض الجنہ میں سات ستون انہی سے ایک ستون سے حضرت ابی لبابہ نے اپنے آپ کو باندھ لیا تھا اور ان آیات معافی کے نازل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں کھولا تھا۔ اب بھی زائرین مسجد نبوی میں اس جگہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر اپنے گناہوں کی معافی و مغفرت اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں تو ان حضرات نے بندش سے رہائی پانے کے بعد فرط اخلاص سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ جس مال اور گھر کی آسائش نے ہمیں فرض سے غافل کیا ہم چاہتے ہیں کہ اپنا تمام مال خدا کی راہ میں صدقہ کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول کرنے سے انکار فرمایا کہ مجھے مال لینے کا حکم نہیں ہے۔ اس پر زیر تفسیر دوسری آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ نازل ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سارا مال دینے کی ضرورت نہیں۔ ایک تہائی کافی ہے چنانچہ وہ انہوں نے اسی وقت فی سبیل اللہ وقف کر دیا جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر فقرا اور ضرورت مندوں میں تقسیم فرما دیا۔

امید گاہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان آیات کا نزول اگرچہ خاص اشخاص کے متعلق ہے مگر حکم عام ہے۔ حضرت ابو عثمانؓ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک قرآن میں یہ آیات مومنوں کے لئے امید گاہ ہیں جن میں بتلایا جاتا ہے کہ منافقین کے سوا اور دوسرے لوگ جو جہاد سے رک گئے اور انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف اور اقرار کر لیا اور ساتھ ہی یہ لوگ ایسے ہیں کہ ان کے عمل ملے جلے ہیں یعنی بھلائی اور برائی مخلوط ہے۔ برائی تو مثلاً یہی کہ نفیر عام کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر غزوۂ تبوک میں حاضر نہ ہوئے بعدہ اس غیر حاضری پر دل سے پشیمان ہونا اور ظاہری باطنی توبہ کرنا اور دوسرے اعمال صالحہ نماز، روزہ حج، زکوٰۃ، یا دوسرے غزوات میں شرکت بجالانا یہ سب ان کی بھلائیوں کی فہرست میں داخل ہیں۔ ایسے حضرات کی تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرما دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے یعنی درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر تلقین فرمائی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک صاف کر دیں اور ان کے حق میں دعائے رحمت بھی کر دیں کیونکہ آپ کی دعا ان کے لئے وجہ تسکین ہوگی۔ پھر آگے بتلایا گیا کہ توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا چنانچہ پہلے منافقین پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے لئے ان کی زکوٰۃ کو لینا موقوف ہوا اور ان کے صدقات کو مردود ٹھہرایا گیا اور ان کے حق میں دعا اور استغفار کو بھی بے سود بتلایا بلکہ جنازہ پڑھنے کی بھی ممانعت فرما دی۔ جن کا ذکر ان آیات میں ہے۔ ان کی توبہ قبول ہوئی

اوران کے صدقات قبول کرنے کا حکم دیا گیا اوران کے حق میں دعاء کرنے کی ہدایت فرمائی گئی اور یہ سب اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ تواب الرحیم ہیں۔خلوص کی توبہ کوقبول فرمالیتے ہیں۔اوراگر کبھی بلاتوبہ معاف کرنے میں حکمت ہوتوایسا بھی کردیتے ہیں۔

خلاصۂ آیات

۱- گنہگار مومن کے لئے توبہ سے ناامیدی جائز ہی نہیں۔امید قبول عفو کی برابراس وقت تک قائم ہے جب تک بندہ گناہ کے ساتھ کچھ نیکی بھی کئے جاتا ہے۔

۲-مومن گنہگاروں کو یہاں توبہ کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔

۳- توبہ سے اگرچہ گناہ معاف ہو جاتا ہے لیکن گاہے اس کی کدورت اورظلمت کا اثر باقی رہ جاتا ہے اور گو اس پر مواخذہ نہیں لیکن اس سے آئندہ گناہوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔پس صدقہ سے خصوصاًاوردیگر اعمال صالحہ سے یہ ظلمت وکدورت عموماًدور ہوجاتی ہے اس لئے گناہوں سے توبہ کے ساتھ کچھ مال بھی بطور کفارہ صدقہ کرنا چاہئے تاکہ دل گناہ کی کدورت سے بالکل پاک صاف ہوجائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم بھی آپ کے کرم ورحم کے امیدوار ہیں اورآپ کی بارگاہ میں نبی الرحمۃ رحمت للعالمین کا صدقہ اور طفیل پیش کر کے اپنی خطاؤں اور گناہوں سے معافی کے خواستگار ہیں۔

یا اللہ آپ اپنے کرم ورحم سے ہماری مغفرت فرمادیں اور ہمارے حال پر توجہ فرمائیں۔

یا اللہ ان حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اخلاص کے طفیل سے جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی تھیں ہماری توبہ کو بھی اپنی رحمت سے قبول فرمالیجئے اورہمیں بھی ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک کردیجئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى

اور آپ کہہ دیجئے کہ عمل کئے جاؤ سو ابھی دیکھے لیتا ہے تمہارے عمل کو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور اہل ایمان اور ضرور تم کو ایسے کے پاس جانا ہے

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ

جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلادے گا۔ اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ خدا کے حکم آنے تک ملتوی ہے

اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔

وَقُلْ اور کہدیں آپ	اعْمَلُوْا تم کئے جاؤ عمل	فَسَيَرَى پس اب دیکھے گا	اللّٰهُ الله	عَمَلَكُمْ تمہارے عمل	وَرَسُوْلُهٗ اور اس کا رسول
وَالْمُؤْمِنُوْنَ اور مومن	وَسَتُرَدُّوْنَ اور جلد لوٹائے جاؤگے	اِلٰى طرف	عٰلِمِ الْغَيْبِ جاننے والا پوشیدہ	وَالشَّهَادَةِ اور ظاہر	فَيُنَبِّئُكُمْ سو وہ تمہیں جتادے گا
بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ تم کرتے تھے	وَاٰخَرُوْنَ اور کچھ اور	مُرْجَوْنَ وہ موقوف رکھے گئے	لِاَمْرِ اللّٰهِ اللہ کے حکم پر	اِمَّا خواہ
يُعَذِّبُهُمْ وہ انہیں عذاب دے	وَاِمَّا اور خواہ	يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ توبہ قبول کرلے ان کی	وَاللّٰهُ اور الله	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا

سابقہ لغزشوں پر توبہ کر کے آئندہ محتاط رہو

گذشتہ آیات میں حضرت ابی لبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کا ذکر تھا کہ جو غزوۂ تبوک میں محض سستی کی بناء پر شریک نہ ہوئے تھے۔ ان حضرات کی قبول توبہ میں گذشتہ آیات نازل ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دست مبارک سے ان کو کھولا۔

اب ان عذر کرنے والوں اور توبہ کرنے والوں اور دیگر بندگان خدا کے لئے ترغیب وترہیب میں ایسی بات کہی جاتی ہے کہ اگر کوئی اس کا لحاظ رکھے تو معاصی سے بچنے اور اطاعت الٰہی کے اختیار کرنے میں ہمیشہ سرگرم رہے اور اس کو آخرت اور جزائے اعمال کا استحضار رہے اور قرآن مجید ہر ایسے موقع پر اسی علاج اور ترغیب وترہیب سے کام لیتا ہے چنانچہ یہاں پہلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان تائبین سے کہہ دیجئے کہ توبہ وغیرہ سے گذشتہ تقصیرات معاف ہوگئیں لیکن آگے دیکھا جائے گا کہ تم کہاں تک صدق اور استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو۔ اس جہاد میں قصور ہوا تو خیر آئندہ اور جہاد ہوں گے۔ پیغمبر علیہ السلام یا آپ کے خلفاء کے روبرو ان میں امتحان ہوگا کہ کیسا عمل کرتے ہو؟ پھر خدا کے یہاں جا کر ہر عمل کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا کیونکہ وہی تمام کھلی چھپی چیزوں اور ظاہری عمل اور باطنی نیتوں پر مطلع ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اس کی واقعی حالت کے موافق معاملہ کرے گا۔

غزوۂ تبوک سے رہ جانے والے تین اور صحابہ کرام

آگے دوسری آیت میں مومنین کے ایک دوسرے طبقہ کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ تین حضرات تھے یعنی حضرت کعب بن مالکؓ مرارہ بن ربیعؓ اور ہلال بن امیہؓ۔ یہ تینوں انصاری بزرگ تھے جو اس غزوۂ تبوک سے پہلے بیعت عقبہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوات میں شریک رہ چکے تھے۔ مگر اس غزوۂ تبوک کے موقعہ پر اتفاقی طور پر غزوہ میں عدم شرکت کی لغزش میں مبتلا ہوگئے۔ منافقین جو اس جہاد میں اپنے نفاق کی وجہ سے شریک نہ ہوئے تھے انہوں نے بھی ان کو ایسے ہی مشورہ دیئے جس سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی۔

رہ جانے کے اسباب

خود ایک حدیث میں حضرت کعب بن مالک نے اپنا حال یوں بیان کیا ہے کہ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر ہر روز صبح کو ارادہ کرتا کہ جہاد کی تیاری کروں مگر بغیر کسی تیاری کے واپس آجاتا۔ یونہی آج کل میں میرا ارادہ ٹلتا رہا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلامی لشکر جہاد کے لئے روانہ ہو گیا۔ پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور کہیں راستہ میں مل جاؤں اور کاش میں ایسا کر لیتا مگر یہ کام افسوس ہے کہ نہ ہو سکا۔

حضرت مرارہ جو غزوۂ بدر کے مجاہدین میں سے تھے ان کے پیچھے رہ جانے کا سبب یہ ہوا تھا کہ ان کا ایک باغ تھا جس کا پھل اس وقت پک رہا تھا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ تم نے اس سے پہلے بہت سے غزوات میں حصہ لیا ہے اگر اس سال جہاد میں نہ جاؤ تو کیا حرج ہے۔ اور تیسرے بزرگ حضرت ہلال بن امیہ یہ بھی غزوۂ بدر کے مجاہدین میں سے تھے ان کا یہ واقعہ ہوا کہ ان کے اہل وعیال عرصہ سے متفرق تھے۔ اس غزوۂ تبوک کے موقعہ پر سب جمع ہو گئے تھے تو انہوں نے یہ خیال کیا کہ اس سال میں جہاد میں نہ جاؤں اپنے اہل وعیال میں بسر کروں۔ الغرض یہ تینوں انصاری حضرات شریک جہاد نہ ہو سکے اور غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی پر نہ تو منافقین کی طرح کچھ عذرا تراشے نہ تائبین صادقین حضرت ابی لبابہؓ اور ان کے ساتھیوں کی طرح یہ بھی نہ کیا کہ اپنے کو ستونوں سے باندھ دیتے یا خود کوئی اور سزا اپنے کو دینے لگتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری اور فیصلہ کا انتظار

انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری دیکر محض سیدھی اور سچی بات عرض کر دی جو واقعہ تھا اور جو قصور ہوا تھا صاف صاف بغیر کمی بیشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کر دیا۔ انہیں بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب ملا کہ وحی الٰہی کا انتظار کرو جیسا بھی حکم تمہارے بارہ میں نازل ہو۔ چنانچہ ان تینوں حضرات کے بارہ میں پہلے یہی دوسری آیت زیر تفسیر وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ نازل ہوئی یعنی ان کا معاملہ ابھی التواء میں ہے چند روز خدا کے حکم کا انتظار کرو پھر وہ خواہ ان کو سزا دے یا معاف کرے جو اس کے علم وحکمت کا اقتضا ہو گا کیا جائے گا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تا نزول حکم ثانی صحابہ کرام کو حکم دیا کہ مسلمانوں ان کا بائیکاٹ کریں۔ ان سے سلام کلام بند کر دیں۔ پچاس دن تک ان کے ساتھ یہی معاملہ رہا پھر ان تینوں حضرات کے لئے بھی معافی کی آیت نازل ہوئی اور ان کے قصور معاف فرما دیئے گئے۔ ان حضرات کے واقعات کی تفصیل اگلے رکوع کے خاتمہ پر ان شاء اللہ بیان ہو گی جہاں ان کے متعلق معافی کی آیت کا بیان ہے۔ یہاں فی الحال ان حضرات کے معاملہ کو التواء میں رکھنے کا حکم باری تعالیٰ کا ہوا۔

دعا کیجئے

یا اللہ گذشتہ زمانہ میں ہم سے جو تقصیرات سرزد ہو چکی ہیں ان پر توبہ کی توفیق ہم کو عطا فرما اور اپنی رحمت سے ہماری توبہ کو قبول فرما کر ہماری مغفرت فرما۔

یا اللہ ہم ضعیف الایمان ہیں ہم کسی کو استقامت نصیب فرما۔ اور ہر معاملہ میں آخرت اور اپنی خوشنودی کو پیش نظر رکھنے کی توفیق مرحمت فرما۔

یا اللہ کفار سے جہاد کی ہم کو ہمت وجرات عطا فرما اور استقامت اور استقلال نصیب فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا

اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کیلئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچاویں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اُس شخص کے

لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ

قیام کا سامان کریں جو اسکے قبل سے خدا اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھاویں گے بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ

بالکل جھوٹے ہیں۔آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ

اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

آپ اس میں کھڑے ہوں اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اتَّخَذُوْا انہوں نے بنائی	مَسْجِدًا مسجد	ضِرَارًا نقصان پہنچانے کو	وَّكُفْرًا اور کفر کیلئے	وَّتَفْرِيْقًا اور پھوٹ ڈالنے کو	بَيْنَ درمیان	
الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	وَاِرْصَادًا اور گھات کی جگہ بنانے کیلئے	لِّمَنْ اس کے واسطے جو	حَارَبَ اس نے جنگ کی	اللّٰهَ اللہ	وَرَسُوْلَهٗ اور اس کا رسول	مِنْ سے	
قَبْلُ پہلے	وَلَيَحْلِفُنَّ اور وہ البتہ قسمیں کھائیں گے	اِنْ نہیں	اَرَدْنَآ ہم نے چاہا	اِلَّا مگر	الْحُسْنٰى بھلائی	وَاللّٰهُ اور اللہ	يَشْهَدُ گواہی دیتا ہے
اِنَّهُمْ وہ یقیناً	لَكٰذِبُوْنَ جھوٹے ہیں	لَا تَقُمْ آپ نہ کھڑے ہونا	فِيْهِ اس میں	اَبَدًا کبھی	لَمَسْجِدٌ بیشک وہ مسجد	اُسِّسَ بنیاد رکھی گئی	عَلَى پر
التَّقْوٰى تقویٰ	مِنْ سے	اَوَّلِ پہلے	يَوْمٍ دن	اَحَقُّ زیادہ لائق	اَنْ کہ	تَقُوْمَ آپ کھڑے ہوں	فِيْهِ اس میں
فِيْهِ اس میں	رِجَالٌ ایسے لوگ	يُّحِبُّوْنَ وہ چاہتے ہیں	اَنْ کہ	يَّتَطَهَّرُوْا وہ پاک رہیں	وَاللّٰهُ اور اللہ	يُحِبُّ محبوب رکھتا ہے	الْمُطَّهِّرِيْنَ پاک رہنے والے

شانِ نزول۔مسجد ضرار۔ابو عامر راہب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے سے پہلے قبیلہ خزرج میں ایک شخص ابو عامر راہب کے نام سے مشہور تھا اور یہ زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا اور راہبانہ زندگی اختیار کرلی تھی۔مدینہ کے اور آس پاس کے لوگ اس کے زہد اور درویشی کے بڑے معتقد ہوگئے تھے اور اس کی بڑی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور اس کو اپنا رئیس اور سردار کہنے لگے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو ابو عامر راہب حاضر خدمت ہوا اور اسلام پر اعتراضات کئے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جوابات دیئے مگر اس بدنصیب کا اطمینان نہ ہوا۔اور اس نے اخیر میں یہ کہا کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو وہ مردود اور احباب واقارب سے دور ہوکر سفر میں مرے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آمین''۔یعنی خدا ایسا ہی کرے۔

مسلمانوں کے خلاف ابو عامر کے حملے

اب چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے سامنے اس کی ریاست کا چراغ مردہ اور بالکل گل ہوگیا تو اس کو اپنی ریاست کے زائل ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص عداوت اور حسد پیدا ہوگیا اور آپ کی مخالفت پر کمربستہ ہوگیا۔بہت ہاتھ پیر مارے مگر کچھ نہ چل سکی۔جنگ بدر میں جب اسلام کو غلبہ نصیب ہوا تو اس حاسد ابو عامر کو تاب نہ رہی اور بھاگ کر مکہ پہنچا تاکہ کفار مکہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے۔چنانچہ معرکہ احد میں قریش کے ساتھ خود آیا۔اور احد کے میدان جنگ میں اسی نے وہ گڑھے کھدوائے تھے جن میں سے ایک میں گر کر نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے۔ پھر جنگ احزاب میں جو لشکر مدینہ میں چڑھ کر آیا تھا اس کو چڑھالانے میں اس کا نمایاں حصہ تھا۔ اس کے بعد جنگ حنین تک ہر معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑتا رہا کیونکہ اس نے عہد کیا تھا کہ جو قوم بھی مسلمانوں کے ساتھ لڑے گی میں اس کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑوں گا۔

شام کی طرف جلاوطنی اور ذلت کی موت

بالآخر جنگ حنین میں جب کفار کو شکست ہوئی تو اس بدبخت ابو عامر نے محسوس کرلیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی تو یہ عرب سے بھاگ کر ملک شام پہنچا جو اس وقت نصرانیوں کا مرکز تھا۔ وہیں ملک شام میں اپنے احباب و اقارب سے دور ہو کر تنہا غربت و بے کسی کی موت مرا اور جو دعاء اس نے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مباحثہ میں کی تھی کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہو خدا اس کو وطن سے دور تنہا غربت اور بے کسی کی موت مارے وہ اس کے سامنے آ گئی اور خود اپنی ہی دعاء سے ذلیل و خوار ہو کر مرا۔

قدرت خداوندی کا کرشمہ

مگر اس خداوند قدوس کی قدرت دیکھئے کہ اسی حاسد اور مفسد کے لڑکے حضرت حنظلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے سچے اور پکے صحابی تھے کہ جو جنگ احد میں کفار سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے تھے اور تاریخ اسلام میں جو غسیل ملائکہ کے نام سے مشہور ہوئے جن کی لاش کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

مدینہ کے منافقوں کو مرکز بنانے کی ہدایت

مگر باپ اپنی گمراہی پر قائم رہا اور جب تک زندہ رہا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف برابر سازشوں میں لگا رہا چنانچہ شام پہنچ کر اس نے شاہ روم کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ اپنے لشکر سے مدینہ پر چڑھائی کردے اور مسلمانوں کو وہاں سے نکال دے اور اس نے منافقین مدینہ کو جن کے ساتھ اس کا ساز باز تھا خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں ان کے سارے منصوبے خاک میں ملادے گا اور مسلمانوں کو بالکل پامال کر کے چھوڑے گا (العیاذ باللہ) مگر تم لوگوں کی کوئی اجتماعی طاقت ہونی چاہئے جو اس وقت قیصر کی مدد کرے۔ تم فی الحال ایک مکان مسجد کے نام سے مدینہ میں بناؤ اور یہ ظاہر کرو کہ ہم مسجد بنا رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کو شبہ نہ ہو جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہوسکیں اور میرا قاصد تم کو میرے خطوط وغیرہ وہیں پہنچادیا کرے اور میں بذات خود مدینہ آؤں تو وہی میرے ٹھہرنے اور ملنے کی جگہ ہو۔

منافقوں کے مرکز کی تعمیر

یہ تھی وہ ناپاک سازش جس کے تحت بارہ منافقین مدینہ نے مدینہ منورہ کے محلہ قبا میں جہاں اول ہجرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا اور ایک مسجد بنائی تھی جو آج تک مسجد قبا کے نام سے موجود ہے۔ اسی محلہ قبا میں ان منافقین نے ایک دوسری مسجد کی بنیاد رکھی جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دینے کی کوشش

تو یہ منافقین کے خبیث مقاصد تھے جن کے لئے مسجد تعمیر ہوئی جس کا نام تاریخ اسلام میں مسجد ضرار ہوا اور مسلمانوں کو فریب دینے اور دھوکہ میں رکھنے کے لئے یہ ارادہ کیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس جگہ ایک نماز پڑھوادیں تاکہ سب مسلمان مطمئن ہوجائیں کہ یہ بھی ایک مسجد ہے جیسے اس سے پہلے ایک مسجد اسی محلہ قبا میں بن چکی ہے۔ چنانچہ ایک وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ قبا کی موجودہ مسجد بہت سے لوگوں سے دور ہے ضعیف اور بیمار آدمیوں کو وہاں تک پہنچنا مشکل ہے اور بارش اور سردی میں بالخصوص کمزوروں کو مسجد قبا تک جانا دشوار ہوتا ہے اس لئے ہم نے ایک دوسری مسجد بنائی ہے تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو اور خصوصاً ضعیف مسلمانوں کو فائدہ پہنچے اور مسجد قبا میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے۔ حضور ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیں تو ہمارے لئے موجب برکت و سعادت ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت غزوۂ تبوک کی تیاری میں مصروف تھے آپ نے فرمایا کہ اس وقت تو ہمیں سفر درپیش ہے۔ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہوسکے گا۔

آیات کا نزول اور منافقت کا افشاء

لیکن غزوۂ تبوک سے واپسی کے وقت جب آپ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام پر ٹھہرے تو جبرئیل امین یہ اگلی آیات لے کر حاضر ہوئے جن میں منافقین کی سازش کھول دی گئی اور ان کی ناپاک

اغراض سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا گیا۔

مسجد ضرار کو آگ لگانے کا حکم

ان آیات کے نازل ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ابھی جا کر اس مکان کو جس کا نام از راہ مکر و فریب مسجد رکھا تھا گرا کر پیوند زمین بنا دو اور اس میں آگ لگا دو۔ یہ سب اصحاب اسی وقت گئے اور فوراً حکم کی تعمیل کی اور اس عمارت کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور ڈھا کر زمین برابر کر دی۔ اس طرح منافقین اور ابو عامر فاسق کے سب ارمان دل کے دل میں رہ گئے اور بجائے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے خود ملیامیٹ ہو گئے۔

منافقت کی نحوست کا زمین پر اثر

پھر تفسیر مظہری میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے تو مسجد ضرار کی جگہ خالی پڑی تھی۔ آپ نے ایک صحابی عاصم بن عدی کو اجازت دی کہ وہ اس جگہ اپنا مکان بنالیں انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیات نازل ہو چکی ہوں تو میں اس منحوس زمین پر اپنا گھر بنانا پسند نہیں کرتا البتہ ثابت ضرورتمند ہیں۔ ان کے پاس کوئی گھر نہیں۔ ان کو اجازت دے دیجئے کہ یہاں وہ اپنا گھر بنالیں۔ چنانچہ آپ نے یہ جگہ حضرت ثابت کو دے دی۔ مگر ہوا یہ کہ جب سے حضرت ثابت اس مکان میں مقیم ہوئے ان کے کوئی اولاد نہ ہوئی یا زندہ نہ رہا۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ انسان تو کیا اس جگہ میں کوئی مرغی بھی انڈے دینے کے لائق نہ رہی اور کوئی کبوتر اور جانور بھی اس جگہ میں پھلا پھولا نہیں۔ چنانچہ اس کے بعد سے یہ جگہ آج تک قبا میں ویران پڑی ہے اور اس منہدم کی ہوئی مسجد کا لقب مسجد ضرار مشہور ہوا کہ جو مسلمانوں کے ضرر پہنچانے کیلئے بنائی گئی تھی۔

مسجد ضرار کی تعمیر کے مقاصد

یہاں ان آیات میں اسی مسجد ضرار کا ذکر فرمایا گیا اور بتایا گیا کہ منافقین نے مسجد کا نام رکھ کر ایک ایسی عمارت بنائی جس کا مقصد مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا اور اس مسجد مذکورہ کے بنانے کی تین اغراض فاسدہ بتلائی گئیں:۔

(۱) اول غرض مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے جس کے لئے لفظ ضراراً استعمال ہوا۔

(۲) دوسری غرض اس مسجد کی تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمائی گئی یعنی منافقین کا مطلب اس مسجد بنانے سے یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پڑ جائے یعنی مسلمانوں کی جماعت کے دو ٹکڑے ہو جاویں۔ ایک ٹکڑا قدیم مسجد قبا سے کٹ کر اس جدید مسجد میں نماز پڑھنے والوں کا ہو جائے اور قدیم مسجد قبا کے نمازی گھٹ جائیں۔

(۳) تیسری غرض فاسد اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ بتلائی گئی جس کا مقصد یہ تھا کہ اس مسجد سے یہ کام بھی لیا جائے کہ یہاں اللہ اور رسول کے دشمنوں کو پناہ ملے اور وہ یہاں مسلمانوں کے خلاف سازش کیا کریں۔

پس ایسی مسجد جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق عداوت اسلام اور مخالفت خدا اور رسول پر رکھی گئی ہو اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی کہ آپ کبھی اس مسجد میں نماز کیلئے کھڑے نہ ہوں۔

مسجد قباء

ہاں آپ کی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن ہی سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (مراد اس سے مسجد قبا ہے) اور جس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن خوب پاک صاف رکھتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل قبا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تمہاری مسجد کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکی اور طہارت کی تعریف فرمائی ہے اور تمہارے حق میں بطور مدح کے فرمایا فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (یعنی اس مسجد قبا کے نمازی ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے) تو تم طہارت اور پاکیزگی کا کیا خاص اہتمام رکھتے ہو جو حق تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی مدح فرمائی۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم مٹی کے ڈھیلوں کو استعمال کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بس یہی بات ہے لہٰذا آئندہ بھی تم اس پر کاربند رہو۔

دعا کیجئے: یا اللہ جس طرح اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت آپ نے ابتدا میں اعدائے دین سے فرمائی۔ یا اللہ جس طرح منافقین کی چالیں ابتدا میں ملیامیٹ فرمائیں اسی طرح یا اللہ موجودہ منافقین کی چالوں اور منصوبوں کو ملیامیٹ فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ

پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا سے ڈرنے پر اور خدا کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد

بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى

کسی گھاٹی کے کنارہ پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا۔

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ اَنْ

انکی یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں کھٹکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جاویں

تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾

تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔

اَفَمَنْ سو کیا وہ جو	اَسَّسَ بنیاد رکھی اس نے	بُنْيَانَهٗ اپنی عمارت	عَلٰى پر	تَقْوٰى خوف	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	وَرِضْوَانٍ اور خوشنودی	خَيْرٌ بہتر	
اَمْ یا	مَنْ جو۔جس	اَسَّسَ بنیاد رکھی	بُنْيَانَهٗ اپنی عمارت	عَلٰى پر	شَفَا کنارہ	جُرُفٍ کھائی	هَارٍ گرنے والا	فَانْهَارَ سو گر پڑی
بِهٖ اسکو لے کر	فِىْ میں	نَارِ جَهَنَّمَ دوزخ کی آگ	وَاللّٰهُ اور اللہ	لَا يَهْدِى ہدایت نہیں دیتا	الْقَوْمَ لوگ	الظّٰلِمِيْنَ ظالم		
لَا يَزَالُ ہمیشہ رہے گی	بُنْيَانُهُمُ ان کی عمارت	الَّذِىْ جو کہ	بَنَوْا بنیاد رکھی	رِيْبَةً شک	فِىْ میں	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	اِلَّا مگر	
اَنْ تَقَطَّعَ یہ کہ ٹکڑے ہو جائیں	قُلُوْبُهُمْ ان کے دل	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلِيْمٌ جاننے والا	حَكِيْمٌ حکمت والا				

مخلص مومنین اور منافقین کی حالت کا فرق

گذشتہ آیات میں منافقین کی مسجد ضرار اور اس کے مقابلہ میں مومنین مخلص کی مسجد قبا کا حال بیان ہوا تھا۔

ان آیات میں مخلص اہل ایمان اور دوغلے منافقین کی حالت کا فرق اور ہر گروہ کا انجام کار یعنی اخلاص اور نفاق کا فرق ایک مثال دے کر سمجھایا جاتا ہے اور وہ مثال یہ دی گئی کہ دو قسم کے آدمی ہیں اور ہر ایک نے اپنی عمارت علیحدہ بنائی ہے۔ایک کے پیش نظر تو خوف خدا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اس نے عمارت اس لئے بنائی کہ تقویٰ یقین و اخلاص اور خدا کی رضا جوئی حاصل ہو۔ دوسرے کی عمارت کی بنیاد فساد نیت پر قائم ہے اس نے کسی گہرے غار کے بالکل کمزور کنارہ پر اپنی عمارت کی بنیاد رکھی یعنی اس کی نیت میں نفاق و معصیت ہے تو ظاہر ہے کہ اول شخص کی عمارت قوی اچھی اور افضل ہو گی اور دوسرے کی عمارت کمزور اور گر جانے والی ہو گی۔ یہی حال مومن اور منافق کے اعمال کا ہے۔ مومن کی بنائی ہوئی مسجد چونکہ خلوص نیت پر مبنی ہے اس لئے افضل اور مقبول ہے اور منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد نفاق پر مبنی ہے تو گویا وہ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ بنائی گئی ہے جو بہت جلد گر جائے گی خود بھی جہنم رسید ہو گی اور اپنے بنانے والوں کو بھی اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے گی۔ الغرض منافقوں کی اور ان کی مسجد کی معنوی تمثیل تو خدا تعالیٰ نے آیت میں دی ہی تھی اور مرنے کے بعد ان کا نتیجہ عمل ظاہر فرمایا ہی تھا مگر دنیا میں بھی اس مسجد ضرار کی تباہی اور آتش زدہ ہونا دکھا دیا۔ جب مسجد ضرار بنانے والے منافقین کی مراد پوری نہ ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ

فاش کر دیا اور ان کا گرو ابو عامر خوار و ذلیل ہو کر مر گیا تو اب ان کو اپنی حالت کی بنا پر سخت اندیشہ ہوا کہ خدا جانے مسلمان ان کے ساتھ کیا سلوک کریں گے لیکن اس اندیشہ اور خوف کے باوجود صداقت سے پھر بھی دور ہی رہے اور مرتے وقت تک دلوں سے نفاق نہ نکلا۔

مومن و منافق کے عمل میں فرق کی اعلیٰ تمثیل

امام رازیؒ فرماتے ہیں میں تمام عالم میں اس سے بڑھ کر کوئی مثال منافقوں کے حال کے مطابق نہیں پاتا۔ بعض مفسرین نے اس مثال کو جو یہاں آیت میں دی گئی ہے اور وسعت دی ہے اور اسے پوری تعمیر حیات پر چسپاں کیا ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ لیا ہے کہ جو لوگ اپنے عمل کی بنیاد خدا سے بے خوفی اور اس کی رضا سے بے نیازی پر رکھتے ہیں اور ان کے مقاصد ناپاک اور ان کی نیت میں معصیت ونفاق ہوتا ہے ان کی تعمیر حیات اس عمارت کی مثل ہے جو ایک کھوکھلے اور بے ثبات کنارہ دریا پر اٹھائی گئی ہو کہ پانی زمین کے حصہ کو اندر سے کھا لیتا ہے اور اوپر زمین کی سطح ہموار نظر آتی ہے۔ تو جو عمارت ایسی زمین پر ہو وہ اپنے نیچے ٹھوس زمین نہ رکھنے کی وجہ سے کوئی پائیداری نہیں رکھتی اور کسی وقت بھی گر کر تباہ و برباد ہو سکتی ہے۔ اس دنیوی زندگی میں مومن ہو یا منافق، کافر ہو یا مسلم، فاجر ہو یا فاسق، تمام ہی انسان عمل کرتے ہیں اور اپنے کارنامہ زندگی کی عمارت اٹھاتے ہیں جس کی مضبوطی اور پائیداری کا انحصار اس پر ہے کہ اس کے نیچے خدا کے خوف اور اس کے حضور جواب دہی کے احساس اور اس کی مرضی کے اتباع کی ٹھوس بنیاد موجود ہو۔ ورنہ جو نادان محض حیات دنیا کے ظاہری پہلو پر اعتماد کر لیتا ہے اور دنیا میں خدا سے بے خوف اور اس کی رضا اور احکام سے بے پرواہ ہو کر کام کرتا ہے وہ دراصل اپنی تعمیر زندگی کے نیچے سے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیتا ہے اور اس کا آخری انجام اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ بے بنیاد تعمیر جس پر اس نے اپنی تمام عمر عزیز کا سرمایہ خرچ کیا ایک دن یکا یک گر جائے اور اس کی ساری عمر عزیز کا سرمایہ ضائع اور برباد ہو جائے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! منافقین اور اعدائے دین کو ابتدا میں جیسا ذلیل فرما کر ختم کیا اسی طرح موجودہ دشمنانِ اسلام کو ذلیل و خوار فرما کر ختم فرما۔ ان کے عزائم کو ملیا میٹ فرما۔ اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ اور شوکت نصیب فرما۔ یا اللہ تقویٰ کی دولت ہم کو عطا فرما اور ہم کو اپنے اعمال صدق و دیانت اور امانت کی بنا پر اٹھانے کی توفیق نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنین سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کی عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی

يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ

وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے توریت میں

وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ

اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھیرایا ہے

بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

خوشی مناؤ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ وہ مجاہدین ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور ایسے مؤمنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔

إِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	اشْتَرٰى خرید لئے	مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن	اَنْفُسَهُمْ انکی جانیں	وَاَمْوَالَهُمْ اور ان کے مال	بِاَنَّ اس کے بدلے
لَهُمْ ان کیلئے	الْجَنَّةَ جنت	يُقَاتِلُوْنَ وہ لڑتے ہیں	فِيْ میں	سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ	فَيَقْتُلُوْنَ سو وہ مارتے ہیں	وَيُقْتَلُوْنَ اور مارے جاتے ہیں	
وَعْدًا وعدہ	عَلَيْهِ اس پر	حَقًّا سچا	فِي التَّوْرٰىةِ تورات میں	وَالْاِنْجِيْلِ اور انجیل	وَالْقُرْاٰنِ اور قرآن	وَمَنْ اور کون	اَوْفٰى زیادہ پورا کرنیوالا
بِعَهْدِهٖ اپنا وعدہ	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	فَاسْتَبْشِرُوْا پس تم خوشیاں مناؤ	بِبَيْعِكُمْ اپنے سودے پر	الَّذِيْ جوکہ	بَايَعْتُمْ تم نے سودا کیا	بِهٖ اس سے	
وَذٰلِكَ اور یہ	هُوَ وہ	الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِيْمُ عظیم	اَلتَّآئِبُوْنَ توبہ کرنیوالے	الْعٰبِدُوْنَ عبادت کرنیوالے	الْحٰمِدُوْنَ حمد وثنا کرنیوالے	
السَّآئِحُوْنَ روزہ رکھنےوالے	الرّٰكِعُوْنَ رکوع کرنیوالے	السّٰجِدُوْنَ سجدہ کرنیوالے	الْاٰمِرُوْنَ حکم دینے والے	بِالْمَعْرُوْفِ نیکی کا	وَالنَّاهُوْنَ اور روکنے والے		
عَنِ سے	الْمُنْكَرِ برائی	وَالْحٰفِظُوْنَ اور حفاظت کرنے والے	لِحُدُوْدِ اللّٰهِ اللہ کی حدود کی	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دو	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن		

مجاہدین کی فضیلت: گذشتہ آیات میں جہاد سے جان چرانے والے منافقین کا بیان ہوا تھا اب ان کے مقابلہ میں مجاہدین کی فضیلت اور خالص پختہ مومنوں کے اوصاف اور ان کا نتیجہ خیر بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ایک سودا کیا یعنی جس طرح خرید وفروخت میں اشیاء کا تبادلہ ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے عقد معاوضہ کیا۔ اہل ایمان اپنے جان و مال اللہ تعالیٰ

کے ہاتھ فروخت کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کے عوض ان کو جنت عطا فرمائے گا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اصل حقیقت کے لحاظ سے تو انسان کی جان و مال کا مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ وہی اس کا خالق اور ان سب چیزوں کا خالق ہے جو اس کے پاس ہیں اور اسی نے وہ سب کچھ انسان کو بخشا ہے جس پر وہ اپنا تصرف کر رہا ہے۔

تو یہ لطف و عنایت اور کرم و نوازش کی حد ہے کہ اس ذرا سی چیز کے معاوضہ میں حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت انہی کی ہے معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستہ میں پیش کرنے کیلئے تیار رہیں۔ دینے سے بخل نہ کریں پھر وہ خواہ لیں یا نہ لیں۔ اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے یہاں فرمایا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے۔ بعدہٗ ماریں یا مارے جائیں وہ انعام بے بدل یعنی جنت مقتول ہونے یا شہادت پانے ہی پر منحصر نہیں۔ محض اپنی طرف سے جان پیش کر دینے پر ہے دنیا میں انجام اس کا خواہ کچھ بھی ہو دوسروں کو قتل کریں یا خود قتل ہو جائیں دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہو گیا اور یقینی طور پر قیمت کے مستحق ٹھہر گئے۔

سب سے سچا وپکا وعدہ

اب ممکن ہے کہ کسی کو وسوسہ گزرتا کہ معاملہ تو بیشک سود مند اور فائدہ بخش ہے لیکن قیمت نقد نہیں ملتی اس کا جواب دیا گیا وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ یعنی اس پر ہماری طرف سے سچا وعدہ ہے اور پھر مزید تاکید کے لئے فرمایا کہ یہ مضمون سب ہی کتب آسمانی میں درج ہو چکا ہے یعنی توراتؔ انجیل اور قرآن میں پختہ دستاویز لکھ دی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خداوند قدوس سے بڑھ کر صادق القول' راستباز اور وعدہ کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہذا اس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجہ پختہ اور بہتر ہو گا۔ پھر مومنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کے لئے اس سے بہتر کون سا موقع ہو گا کہ خود رب العزت ان کا خریدار بنے اور اس شان سے بنے۔

مجاہدین کی نو صفات

آگے ان مجاہدین کی جو جان و مال سے خدا کے ہاتھ پر بک چکے ہیں مزید نو صفات بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) وہ مجاہدین توبہ کرتے رہنے والے ہیں۔ (۲) اللہ کی عبادت کرتے رہنے والے ہیں۔ (۳) اللہ کی حمد کرنیوالے ہیں۔ (۴) روزہ رکھنے والے ہیں۔ (۵) رکوع کرنیوالے ہیں۔ (۶) سجدہ کرنیوالے ہیں۔ (۷) نیک باتوں کی تعلیم کرنیوالے ہیں۔ (۸) بری باتوں سے باز رکھنے والے ہیں۔ (۹) اللہ کی حدوں کا یعنی احکام کا خیال رکھنے والے ہیں۔

اخیر میں ارشاد ہوا کہ ایسے مومنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے کہ ان سے جنت کا وعدہ مذکور ہے۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ ان صفات کی قید لگانے کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر ان صفات کے جہاد کا ثواب نہیں ملتا کیونکہ نصوص کثیرہ میں صرف جہاد پر بشارات وارد ہیں۔ البتہ ایمان شرط ضروری ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان سب کے اجتماع پر ثواب اور فضیلت میں اور کثرت اور قوت ہو جاتی ہے۔ تاکہ نرے جہاد پر نہ بیٹھ جاویں بلکہ ان عبادات مذکورہ کو بھی ہمیشہ بجالاویں۔

جہاد کا حکم پچھلی امتوں میں

یہاں جو آیت میں فرمایا گیا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَیْہِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ جو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں یعنی کبھی قتل کرتے ہیں اور کبھی قتل کئے جاتے ہیں۔ اس قتل پر ان سے جنت کا سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ توریت میں بھی۔ انجیل میں بھی اور قرآن میں بھی تو اس سے معلوم ہوا کہ جہاد وقتال کا حکم تمام پچھلی امتوں کے لئے بھی سب کتابوں میں نازل کیا گیا اور یہ جو مشہور ہے کہ انجیل میں جہاد کا حکم نہیں تو ممکن ہے کہ بعد کے لوگوں نے جو تحریفات اس میں کی ہیں اس میں احکام جہاد کو خارج کر دیا ہو۔ واللہ اعلم۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى

پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو جائز نہیں کہ مشرکین کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں

مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ

اس امر کے ظاہر ہوجانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں۔اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کیلئے مغفرت مانگنا وہ

اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ

صرف وعدہ کے سبب سے تھا جوانہوں نے اس سے وعدہ کرلیا تھا پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہوگئے

اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾

واقعی ابراہیم بڑے رحیم المزاج حلیم الطبع تھے۔

مَا كَانَ نہیں ہے	لِلنَّبِيِّ نبی کیلئے	وَ اور	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جولوگ ایمان لائے	اَنْ کہ	يَّسْتَغْفِرُوْا وہ بخشش چاہیں	لِلْمُشْرِكِيْنَ مشرکوں کیلئے
وَلَوْ خواہ	كَانُوْا وہ ہوں	اُولِيْ قُرْبٰى قرابت دار	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا تَبَيَّنَ جب ظاہر ہوگیا	لَهُمْ اُن پر	اَنَّهُمْ کہ وہ
اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ دوزخ والے	وَمَا كَانَ اور نہ تھا	اسْتِغْفَارُ بخشش چاہنا	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	لِاَبِيْهِ اپنے باپ کیلئے	اِلَّا مگر	
عَنْ مَّوْعِدَةٍ ایک وعدہ کے سبب	وَّعَدَهَا جواس نے وعدہ کیا	اِيَّاهُ اس سے	فَلَمَّا پھر جب	تَبَيَّنَ ظاہر ہوگیا	لَهٗ اس پر	اَنَّهٗ کہ وہ
عَدُوٌّ لِّلّٰهِ اللہ کا دشمن	تَبَرَّاَ وہ بیزار ہوگیا	مِنْهُ اس سے	اِنَّ بیشک	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ	لَاَوَّاهٌ نرم دل	حَلِيْمٌ بُردبار

مشرکین سے برأت و بیزاری کے حکم کی تاکید

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ کا مومنین کی جان و مال کا جنت کے عوض خریدنے کا بیان ہوا تھا۔اب بتلایا جاتا ہے کہ مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ فروخت ہو چکے تو ضروری ہے کہ تنہا اسی کے ہوکر رہیں۔اعداء اللہ سے جن کا دشمن خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہے محبت اور مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔خواہ یہ دشمنان خدا ان کے ماں باپ چچا نانا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں۔جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ ان کا دوست کیسے ہوسکتا ہے۔پس جس کی بابت پتہ چل جائے کہ بالیقین دوزخی ہے خواہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کے علانیہ کفر و شرک پر اس کو موت آ چکی ہو اس کے حق میں مسلمانوں کا استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہوا۔یا یوں سمجھئے کہ اس سورۂ توبہ کے شروع میں کفار و مشرکین سے برأت اور بیزاری کا ذکر تھا پھر اس کے بعد منافقین کی قباحتوں کا ذکر ہوا تو اب اسی بیزاری کی تاکید کے لئے یہ حکم دیا جاتا ہے۔کہ جس طرح زندگی میں کفار اور مشرکین سے برأت و بیزاری ایمان کے لوازم میں سے ہے اسی طرح ان کے مرنے کے بعد بھی ان سے بیزاری ایمان کے لوازم میں سے ہے کہ مرنے کے بعد نہ کافر کا جنازہ پڑھنا جائز ہے اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہونا جائز ہے اور نہ اس کے لئے دعاء مغفرت جائز ہے اگرچہ وہ مسلمانوں کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔گویا گذشتہ آیات میں زندہ کافروں سے برأت و بیزاری کا حکم تھا اب ان آیات میں مردہ کافروں سے برأت و بیزاری کا حکم ہے اور اہل ایمان کے لئے ممنوع ہوا کہ مشرکوں اور کافروں کے لئے ان کے مرنے کے بعد دعاء مغفرت کی جائے اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

جناب ابوطالب کا قصہ

شان نزول: بعض احادیث میں مذکور ہے اور مشہور قول یہی ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کے حق میں یہ آیات اتریں۔ جن کا واقعہ بخاری ومسلم کی روایات کے مطابق اس طرح بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب اگرچہ مسلمان نہ ہوئے تھے مگر عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت وحفاظت کرتے رہے اور اس معاملہ میں برادری کے کسی فرد کا کہنا نہیں مانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا بڑا اہتمام تھا کہ کسی طرح یہ کلمۂ اسلام پڑھ لیں اور ایمان لے آئیں تو شفاعت کا موقع مل جائے گا۔ اور یہ جہنم کے عذاب سے بچ جائیں گے مرض وفات میں جب ان کا آخری وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی فکر تھی کہ اس وقت بھی کلمہ شریف پڑھ لیں تو کام بن جائے چنانچہ اس حالت میں آپ ان کے پاس پہنچے مگر ابوجہل، عبداللہ بن امیہ پہلے سے وہاں موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے چچا کلمہ لآ الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیں تو میں آپ کی بخشش کے لئے کوشش کروں گا مگر ابوجہل بول اٹھا کہ کیا تم عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ دو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کئی مرتبہ پھر اپنا کلام دہرایا مگر ہر مرتبہ ابوجہل یہی بات کہہ دیتا یہاں تک کہ آخری کلام میں ابو طالب نے یہی کہا کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں۔ اسی حالت میں وفات ہوگئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ میں آپ کے لئے برابر استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کر دیا جائے۔ اس پر یہ آیت ممانعت کی نازل ہوئی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں کو کفار ومشرکین کے لئے دعاء مغفرت کرنے سے منع فرما دیا اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔

(معارف القرآن حضرت مفتی صاحبؒ جلد چہارم)

اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کیلئے جو مر چکے تھے استغفار کریں اس آیت میں انکو منع کیا گیا کہ کفار مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر وشرک پر معلوم ہو جائے استغفار جائز نہیں۔

بہر حال شان نزول کچھ بھی ہو اور ہو سکتا ہے۔ کہ چند اسباب کے موجود ہونے کے بعد آیت کا نزول یک بارگی سب کے متعلق ہوا ہو۔

جو کفر پر مر چکے ان کے لئے استغفار کی ممانعت

یہاں یہ حکم دیا گیا کہ جب مشرکوں کا جہنمی ہونا آیات قرآن معلوم ہو گیا تو اگر کوئی شخص بحالت کفر مر جائے اور کفر پر مرنا متحقق ہو تو ایسی صورت میں کسی اہل ایمان کیلئے جائز نہیں کہ اس کیلئے دعا مغفرت کرے اگرچہ وہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو۔ اور عام اہل ایمان تو درکنار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی جائز نہ رکھا گیا کہ کسی مردہ کافر کیلئے استغفار فرمائیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والدین کیلئے استغفار

اب اگر کسی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے شبہ ہو کہ انہوں نے اپنے مشرک باپ کے لئے دعائے مغفرت کی تھی تو اس شبہ کا جواب بھی دے دیا گیا۔ سورۂ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد وعناد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کروں گا۔ اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں۔ اس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر وشرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے۔ پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکلیہ بیزار ہو گئے اور دعاء استغفار ترک کر دیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے جب توبہ اور رجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے تو آپ نے باپ کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھالیا اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر وتحمل سے برداشت کیا۔

یہاں آیت میں صراحت فرمادی گئی کہ کافر خواہ کتنا ہی قریبی رشتہ دار ہو اگر کفر پر مر جائے تو اس کے لئے استغفار کرنا جائز نہیں اور یہ حکم تا قیامت تمام اہل اسلام کے لئے واجب ہے اس میں درپردہ اس امر کی بھی تلقین ہے کہ کافر کی مسلمان سے کوئی یگانگت نہیں رہتی۔ ہر اللہ کا دشمن مسلمان کا دشمن ہے کوئی دینی مذہبی تعلق اس کا مسلمان سے باقی نہیں رہتا گویا قرآن پاک نے قومیت اور قرابت کی بنا محض مذہب اور دین پر قائم کی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کئے پیچھے گمراہ کردے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلادے جن سے وہ بچتے رہیں بیشک

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے

مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	اللّٰهُ اللہ	لِيُضِلَّ کہ وہ گمراہ کرے	قَوْمًا کوئی قوم	بَعْدَ بعد	اِذْ هَدٰىهُمْ جب انہیں ہدایت دیدی	حَتّٰى جب تک		
يُبَيِّنَ واضح کردے	لَهُمْ ان پر	مَا جس	يَتَّقُوْنَ وہ پرہیز کریں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	بِكُلِّ شَيْءٍ ہر شے کا	عَلِيْمٌ جاننے والا	اِنَّ بیشک
اللّٰهَ اللہ	لَهٗ اس کیلئے	مُلْكُ بادشاہت	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	يُحْيٖ وہ زندگی دیتا ہے	وَيُمِيْتُ اور وہ مارتا ہے		
وَمَا لَكُمْ اور تمہارے لئے نہیں	مِنْ کوئی	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مِنْ سے	وَّلِيٍّ کوئی حمایتی	وَّلَا نَصِيْرٍ اور نہ مددگار			

جو مومن مشرک کیلئے استغفار کی ممانعت سے پہلے استغفار کرتے تھے اور اب فوت ہو چکے ہیں انکا حکم

گذشتہ آیات میں مشرکوں کے لئے استغفار کرنے کی ممانعت تھی۔ لیکن ممانعت سے پہلے بعض مسلمان اپنے اقارب مشرکین کے لئے جو مر گئے تھے استغفار کیا کرتے تھے اور بعض مسلمان جو استغفار کرتے تھے اس ممانعت سے پہلے انتقال کر چکے تھے اور جو زندہ تھے ان کو اپنے فعل پر سخت ندامت اور خوف تھا کہ جنہوں نے مشرکوں کے لئے مغفرت کی دعا کی کیا ان کی پکڑ ہوگی؟ اس کے جواب میں تسلی کے لئے ان آیات کا نزول ہوا اور بتلایا گیا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو ہدایت کردیتا ہے تو پھر اس کو گمراہ قرار نہیں دیتا۔ تاوقتیکہ ان کے سامنے تمام ممنوعات بیان نہ کردے۔ جب ممنوعات کی تفصیل اور ان سے بچنے کی ہدایت کردیتا ہے اور پھر وہ ان کا ارتکاب کرتے ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ مواخذہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو ایمان دیا اور ہدایت دی اور ابھی تک یہ حکم نہیں دیا تھا کہ مشرکوں کے لئے استغفار نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ان کو اس فعل پر کیسے گمراہ قرار دے سکتے ہیں جو تم ممانعت سے پہلے جو کرچکے ہو وہ معاف ہے البتہ ممانعت کے بعد اگر حکم کی خلاف ورزی کی تو کوئی بچانے والا نہیں۔ غرض یہ کہ ممانعت سے پہلے جنہوں نے مشرکوں کے لئے استغفار کی تو اس سے مسلمان نہ گمراہ ہوئے اور نہ گنہگار۔

مومن کو اللہ تعالیٰ کی مدد کافی ہے

اس کے بعد بعض اہل اسلام کے دل میں یہ کھٹکا تھا کہ اللہ نے کفار عزیز و اقارب بلکہ جمیع کفار کی دوستی سے منع کردیا اور سب سے لڑنے کا حکم دیا اور ہماری قدرت و طاقت معلوم ہے پھر ان کی معاونت بغیر کیا ہوگا۔ اس خیال کے دور کرنے کو بتلایا جاتا ہے کہ اللہ کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے وہ قادر مطلق تم کو اعانت و نصرت کے لئے کافی ہے۔ اس کے سوا تمہارا کوئی حمایتی مددگار نہیں۔ تمہارا مددگار اللہ کافی ہے۔ یعنی مومنین کو اللہ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور خدا کے دشمنوں سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اور اگر خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنا چاہتے ہو تو اس کے دشمنوں سے تعلق نہ رکھو۔

دعا کیجئے: یا اللہ اپنے ہر چھوٹے بڑے حکم کی اطاعت و فرمانبرداری ہم کو نصیب فرما اور جو احکام یا اللہ آپ کے ہم کو پہنچ چکے ہیں ان کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے ہم کو کامل طور پر بچنا نصیب فرما۔ یا اللہ آپ ہمارے حامی اور مددگار ہو جایئے اور غیروں کی مدد و حمایت کا ہم کو حاجتمند نہ رکھئے۔ یا اللہ موت و حیات آپ ہی کے قبضہ میں ہے یا اللہ ہم کو اسلام کی زندگی اور ایمان کی موت نصیب فرمایئے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ

اللہ تعالیٰ نے پیغمبرؐ کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی تنگی کے وقت میں پیغمبرؐ کا ساتھ دیا

سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ

بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہوچلا تھا پھر اللہ نے اُن کے حال پر توجہ فرمائی

اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔

لَقَدْ تَّابَ البتہ توجہ فرمائی	اللّٰهُ اللہ	عَلَى پر	النَّبِيِّ نبیؐ	وَالْمُهٰجِرِيْنَ اور مہاجرین	وَالْاَنْصَارِ اور انصار	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے		
اتَّبَعُوْهُ انکی پیروی کی	فِيْ میں	سَاعَةِ گھڑی	الْعُسْرَةِ تنگی	مِنْۢ بَعْدِ اس کے بعد	مَا كَادَ جب قریب تھا	يَزِيْغُ پھر جائیں	قُلُوْبُ دل	
فَرِيْقٍ ایک فریق	مِّنْهُمْ ان سے	ثُمَّ پھر	تَابَ وہ متوجہ ہوا	عَلَيْهِمْ ان پر	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِهِمْ اُن پر	رَءُوْفٌ انتہائی شفیق	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان

غزوۂ تبوک کی مشکلات

یہ آیت بھی غزوۂ تبوک ہی سے متعلق ہے۔جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے شام کی طرف چلنے کے لئے عام حکم دیا تو وہ وقت بہت سخت تھا۔قحط سالی کا سال تھا۔کھیتیاں اجاڑ تھیں کھجوریں پکنے کا زمانہ تھا اور یہی اس وقت بڑی سرمایہ تھیں۔ اور سال بھر کے گزران کا سہارا اس پر تھا۔پھر سفر بڑی دور دراز کا تھا۔ موسم شدید گرمی کا تھا۔سواری کی اتنی کمی کہ ایک ایک اونٹ دس دس مجاہدین کے حصہ میں آیا۔سامان رسد کی کمی جس کی وجہ سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک ایک کھجور دو دو شخصوں میں تقسیم ہوئی۔اور آخر میں اتنا بھی نہ رہ گیا۔پھر مقابلہ کسی متفرق و منتشر قبائل سے نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی تربیت یافتہ اور قواعدداں رومی شہنشاہی فوج سے تھا جو ہر طرح کے سامان جنگ سے آراستہ تھی۔حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اثناء راہ میں اہل اسلام کو سخت تکالیف ومصائب کا سامنا ہوا۔لو کی سخت لپٹ' پیاس کی تکلیف' بھوک کی شدت' اس قدر سخت حالی کہ دو دو لشکری ایک ایک چھوارا پھاڑ کر بانٹ لیتے اور ایک چھوارہ کو چند آدمی باری باری سے چوس لیتے اور اس پر پانی پی لیتے۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم سفر تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب ایک پڑاؤ پر اترے اور اتنی پیاس لگی کہ دم سوکھ گیا۔بعض آدمیوں نے اونٹ ذبح کرکے اس کے اندر سے پانی کی تھیلی نکال کر کچھ پانی پیا اور کچھ جگر پر ملا۔ان حالات میں ثابت قدم رہنا ہر ایک کے بس کا نہیں۔

بشری کمزوریاں

ان شدائد ومصائب سے تنگ آ کر بعض کمزور مسلمانوں کے دل میں وسوسہ پیدا ہوا اور ایک کمزور خیال اس بات کا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی چھوڑ دیں اور جہاد میں مزید سفر سے ہمت ہارنے کو تھے کیونکہ ادھر تو بھوک پیاس کی تکلیف گرمی اور لو کی شدت ادھر لشکر میں بعض منافقین کی ریشہ دوانیاں۔بعض کمزور مسلمان اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سے نہ مڑے مگر وسوسہ دل میں ضرور رہا۔

رحمت الٰہی کی بارش

ان شدائد کو دیکھ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ حضور کی دعا

میں اللہ نے اثر عطا فرمایا ہے۔ آپ ہمارے لئے دعا فرما دیجئے۔ ارشاد فرمایا ابوبکر کیا تم کو یہ بات پسند ہے؟ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاء باران رحمت کے لئے دست مبارک اٹھائے اور ابھی ہاتھ نیچے نہ کئے تھے کہ بارش برسنے لگی لوگوں نے تمام برتن بھر لئے۔ لشکر خوب سیراب ہو گیا۔ لوگوں نے ادھر ادھر جا کر دیکھا تو لشکر سے باہر پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ تو ان آیات میں یہی بتلایا گیا ہے کہ اللہ کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السلام پر بے شمار ہیں اور آپ کی برکت سے مہاجرین وانصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان وعرفان سے مشرف فرمایا۔ اتباع نبوی جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کو سرانجام دینے کی ہمت وتوفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مومنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور رفاقت نبوی سے پیچھے ہٹنے کے وسوسہ آنے لگے تھے مگر حق تعالیٰ نے پھر دستگیری اور مہربانی فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات ووساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مومنوں کی ہمت کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

عظمت صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

یہاں اس آیت میں پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر توجہ ومہربانی فرمانے کا ذکر کیا گیا اور پھر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر عنایات وتوجہ کا ذکر فرمایا گیا۔ اس موقع پر حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس مقام پر اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی محبوبیت تو اظہر من الشمس ہے مگر اول تو تبرکا اور پھر حضرات صحابہ کرام کا دل خوش کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا گیا۔ تو اس آیت سے بھی مدح صحابہ اور ان کی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ کیسے کیسے شدائد اور سختیوں میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت قدم رکھا اور ان کے حال پر توجہ اور مہربانی فرمائی۔ ایسے مشکل وقت میں جہاں ہر طرف سے مشقتوں کا ہجوم ہو ضعف بشری کی بنا پر دل میں وساوس کا آ جانا اگرچہ گناہ نہیں مگر محبین صادقین کے شایان شان نہیں۔ قانون محبت کے لحاظ سے اس پر گرفت ہو سکتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس محبوب جماعت کے خیالات اور خطرات سے درگزر فرمایا بلکہ اس تنگدستی اور سختی کے وقت میں ساتھ دینے کی وجہ سے ان کی تمام لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کر دیا جیسا کہ اہل بدر کے بارہ میں فرمایا تھا۔ اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم بدر پہلا غزوہ تھا اور تبوک آخری غزوہ تھا جو عسرت اور شدت میں غزوۂ بدر سے کہیں زیادہ تھا۔ اس لئے اس آخری غزوہ میں شریک ہونے والے حق تعالیٰ کی خاص الخاص عنایات اور توجہات کے مورد بنے۔

دعا کیجئے

یا اللہ جیسی آپ نے حضرات مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر توجہ وعنایت فرمائی ان حضرات کے نام لیوا ہم بھی ہیں۔ ان کی مقبولیت ومحبوبیت کے طفیل میں ہم پر بھی مہربانی وعنایت فرمایئے۔ یا اللہ جیسا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو غزوۂ تبوک میں عزم وہمت عطا فرمایا تھا ان کے عزم وہمت اور اخلاص کے طفیل میں ہم کو بھی دشمنان دین اسلام سے جہاد فی سبیل اللہ کی ہمت عطا فرمایئے۔ یا اللہ صحابہ کرام کے طفیل میں جن کے ہاتھوں سے کفر وشرک اور باطل مٹایا گیا آپ ہم کو بھی قوت وہمت عطا فرمائیں کہ ہم دشمنان دین کو سرنگوں کر سکیں اور حق کو سربلند کر سکیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓي اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ

اوران تین شخصوں کے حال پر بھی توجہ فرمائی جن کا معاملہ ملتوی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر تنگی کرنے لگی

وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ۭ ثُمَّ تَابَ

اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جاوے

عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١١٨﴾ۧ

پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تا کہ وہ آئندہ بھی رجوع رہا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

وَ اور	عَلٰی پر	الثَّلٰثَۃِ وہ تین	الَّذِیْنَ وہ جو	خُلِّفُوْا پیچھے رکھا گیا	حَتّٰی یہاں تک	اِذَا جب	ضَاقَتْ تنگ ہوگئی	عَلَیْھِمُ ان پر
الْاَرْضُ زمین	بِمَا رَحُبَتْ باوجود کشادگی	وَضَاقَتْ اور وہ تنگ ہوگئی	عَلَیْھِمْ ان پر	اَنْفُسُھُمْ ان کی جانیں	وَظَنُّوْٓا اور انہوں نے جان لیا			
اَنْ کہ	لَامَلْجَاَ نہیں پناہ	مِنَ سے	اللّٰہِ اللہ	اِلَّآ مگر	اِلَیْہِ اسکی طرف	ثُمَّ پھر	تَابَ عَلَیْھِمْ وہ متوجہ ہوا ان پر	لِیَتُوْبُوْا تا کہ وہ توبہ کریں
اِنَّ اللّٰہَ بیشک اللہ	ھُوَ وہ	التَّوَّابُ توبہ قبول کرنیوالا	الرَّحِیْمُ نہایت مہربان					

غزوۂ تبوک سے رہ جانیوالے

تین حضرات کا واقعہ واقعہ کا اجمالی تعارف

یہ تین اصحاب جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی اور جس میں قبول توبہ کی بشارت دی گئی حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ اور حضرت مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ تینوں انصاری صحابہ تھے جو اس غزوۂ تبوک سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے غزوات میں شریک رہ چکے تھے مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر اتفاقی طور پر سے اس لغزش میں مبتلا ہو گئے کہ غزوۂ تبوک کے جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں سفر نہ کر سکے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو منافقین نے تو حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اور جھوٹی قسمیں کھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنا چاہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باطنی حالت کو اللہ کے سپرد کیا اور ظاہری قسموں کو قبول کر لیا اور یہ لوگ آرام سے پھر رہنے لگے۔ کچھ لوگوں نے ان تینوں انصاری صحابہ کو بھی یہی مشورہ دیا کہ تم بھی کوئی عذر کر کے اپنی صفائی دربار رسالت میں پیش کر دو مگر ان حضرات کے دلوں نے ملامت کی کہ ایک غلطی تو جہاد سے پیچھے رہ جانے کی ہم سے سرزد ہوئی اب دوسرا گناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھوٹ عذر پیش کرنے کا کریں۔ اس لئے ان حضرات نے صاف صاف اپنے قصور کا اعتراف کر لیا تھا۔ جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو سلام وکلام کے ختم کرنے کا حکم دیا تھا۔ بالآخر پچاس دن تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض اور صحابہ کرام کے مقاطعۂ سلام وکلام کی انتہائی سخت مصیبت جھیلنے کے بعد ان حضرات کی قبولیت توبہ میں یہ آیت نازل ہوئی اور یہ حضرات پھر بڑی سرخروئی اور مبارکبادیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمانوں میں مقبول ہوئے۔ انہی تینوں انصاری حضرات کے قصہ کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے جو بخاری ومسلم ودیگر کتب حدیث میں تفصیل سے منقول ہے۔

واقعہ کی تفصیلات حضرت کعب کی زبانی

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ہر جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہوں صرف غزوۂ بدر

اور غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہو سکا۔ غزوۂ بدر کا واقعہ چونکہ اچانک پیش آیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو اس میں شریک ہونے کا حکم بھی نہیں دیا تھا اور شریک نہ ہونے والوں پر کوئی عتاب بھی نہیں فرمایا تھا اس میں بھی شریک نہ ہو سکا۔ اور میں لیلۃ العقبہ کی بیعت میں بھی حاضر تھا جس میں ہم نے اسلام کی حمایت وحفاظت کا معاہدہ کیا تھا اور مجھے یہ بیعت عقبہ کی حاضری غزوۂ بدر کی حاضری سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ اگرچہ غزوۂ بدر لوگوں میں زیادہ مشہور ہے۔

غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوسکنے کے اسباب

اور میرا واقعہ غزوۂ تبوک میں غیر حاضری کا یہ ہے کہ میں کسی وقت بھی اس وقت سے زیادہ خوشحال اور مالدار نہ تھا۔ بخدا میرے پاس کبھی اس سے پہلے دو سواریاں جمع نہ ہوئی تھیں جو اس وقت موجود تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ غزوات کے معاملہ میں یہ تھی کہ مدینہ سے نکلنے کے وقت اپنے ارادہ کے اخفا کے لئے ایسا کرتے کہ جس سمت میں جا کر جہاد کرنا منظور ہوتا مدینہ سے اس کے خلاف سمت سے نکلتے تھے تا کہ منافقین مخبری کر کے فریق مقابل کو آگاہ نہ کر دیں اور فرمایا کرتے تھے کہ جنگ میں اس طرح کا خداع (دھوکہ) جائز ہے۔ یہاں تک کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ پیش آیا۔ اور صرف غزوۂ تبوک ایسا غزوہ ہے کہ آپ نے پہلے ہی اظہار فرما دیا تھا کہ فلاں جگہ چلنا ہے کیونکہ اس وقت شدید گرمی پڑ رہی تھی اور سفر کافی طویل دور دراز کا تھا۔ اور مقابلہ بھی ایک زبردست دشمن سے ہونا تھا اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہاد کا کھل کر اعلان فرما دیا تا کہ مسلمان اس جہاد کے لئے پوری تیاری مناسب حال کر سکیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والوں کی تعداد بہت تھی (ایک روایت میں دس ہزار سے زائد ہے اور ایک روایت میں تیس ہزار سے زائد ہے) اس جہاد میں نکلنے والوں کی کوئی فہرست نہیں لکھی گئی تھی۔ اس لئے جو لوگ جہاد میں جانا نہیں چاہتے تھے ان کو یہ موقع مل گیا کہ ہم نہ گئے تو کسی کو خبر بھی نہ ہوگی۔

جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاد کے لئے نکلے تو یہ وہ وقت تھا کہ کھجوریں پک رہی تھیں باغات والے ان میں مشغول تھے۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ میں بھی نکل کر آتا کہ صحابہ کے ساتھ تیاری کروں اور جاؤں مگر کوئی فیصلہ نہ کر پاتا اور واپس آ جاتا۔ دل میں کہتا تجھے تیاری ہی کیا کرنی ہے۔ مگر معاملہ یونہی آج کل پر ٹلتا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمان جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ پھر بھی میرے دل میں یہ آتا رہا کہ میں بھی روانہ ہو جاؤں اور کہیں راستہ میں مل جاؤں اور کاش کہ میں ایسا کر لیتا مگر میں سوچتا ہی رہ گیا کہ کل چلوں گا اور پرسوں چل دوں گا اور جا ملوں گا مگر کچھ طے نہ کر سکا اور بات ٹلتی رہی اور مجاہدین دور نکل گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں مدینہ میں باہر نکلتا تو یہ بات مجھے غمگین کرتی تھی کہ اس وقت پورے مدینہ میں یا تو وہ لوگ نظر پڑتے تھے جو نفاق میں ڈوبے ہوئے تھے یا پھر ایسے بیمار معذور جو قطعاً سفر کے قابل نہ تھے۔ دوسری طرف پورے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا خیال کہیں نہیں آیا۔ تبوک پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں ذکر کیا کہ کعب بن مالک کو کیا ہوا؟ بنو سلمہ کے لوگوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ تو اپنے عمدہ لباس اور پھلوں کے دیکھنے میں رہ گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا کہ تم نے بری بات کہی۔ یا رسول اللہ جہاں تک ہمیں معلوم ہے کعب بہت اچھے آدمی ہیں۔ ان میں خیر کے سوا ہم نے کچھ نہیں پایا یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

غزوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کی خبر

شدہ شدہ ایک دن یہ خبر بھی آ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں۔ اب مجھے فکر سوار ہوئی اور قریب تھا کہ میں اپنی غیر حاضری کا کوئی عذر گھبرا کر تیار کر لیتا اور ایسی باتیں پیش کر دیتا کہ جس کے ذریعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے نکل جاتا۔ میرے دل میں یہ خیالات گھومتے رہے یہاں تک کہ جب یہ خبر ملی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں تو خیالات فاسدہ میرے دل سے مٹ گئے اور میں نے طے کر لیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حیلہ سازی کر کے بری نہیں ہو سکتا۔ لہذا میں نے بالکل سچ بات عرض کر دینے کا عزم کر لیا اور سمجھ لیا کہ مجھے صرف سچ ہی نجات دلا سکتا ہے۔

واپسی اور لوگوں کی عذر خواہی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد نبوی میں تشریف لاتے دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے اور پھر ازواج مطہراتؓ سے ملتے۔ اسی عادت کے موافق حسب معمول آپ اول مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ دو رکعت نماز ادا کی پھر مسجد میں بیٹھ گئے۔ جو لوگ غزوۂ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے جن کی تعداد اسی سے کچھ اوپر تھی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جھوٹے عذر پیش کر کے اس پر جھوٹی قسمیں کھانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ظاہری قول وقسموں کو قبول کر لیا اور ان کے باطنی حالات کو اللہ کے سپرد کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میری حاضری

اسی حال میں میں بھی حاضر خدمت ہوا اور سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ جب میں نے سلام کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا تبسم فرمایا جیسے ناراضگی میں کبھی کوئی کیا کرتا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا رخ پھیر لیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھ سے چہرہ مبارک کیوں پھیرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے منافقت نہیں کی۔ نہ دین کے معاملہ میں کسی شک وشبہ میں مبتلا ہوا۔ نہ اس میں کوئی تبدیلی کی۔ آپ نے فرمایا کہ پھر جہاد میں کیوں نہیں گئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خرید لی تھی؟ میں نے عرض کیا کہ حضور بالکل صحیح ہے۔ اگر میں آپ کے سوا دنیا کے کسی دوسرے آدمی کے سامنے ہوتا تو یقیناً کسی عذر یا حیلہ سازی یا بحث وتمحیص کے ذریعہ بری ہو جاتا لیکن خدائے قدوس کی قسم میں خوب جانتا ہوں کہ اگر آج میں بہانہ سازی کر کے آپ کو خوش کر لوں تو کچھ دور نہیں کہ حقیقت حال اللہ تعالیٰ آپ پر کھول کر مجھ سے ناراض کر دیں گے اور اگر سچی بات عرض کر دی تو فی الحال آپ مجھ پر بیشک ناراض ہو جائیں گے مگر اس صورت میں اللہ سے معافی کی قوی امید رکھتا ہوں۔ صحیح بات یہ ہے کہ جہاد سے غائب رہنے میں میرا کوئی عذر نہیں تھا بلکہ اس وقت تو میں زندگی کے بہت خوشحال دور میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کعب نے سچ کہا۔ اچھا جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متعلق کوئی فیصلہ فرمادیں۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ تو بنی سلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے آئے اور کہنے لگے کہ اس سے پہلے تو ہمارے علم میں تم نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ جس طرح دوسرے شرکت نہ کرنے والوں نے عذر کئے تم بھی کوئی عذر بیان کر دیتے۔ تمہارے لئے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم استغفار فرمادیتے۔ بس کافی ہو جاتا۔ بخدا یہ لوگ مجھے بار بار ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں لوٹ جاؤں اور جا کر کچھ عذر بیان کر ہی دوں۔

دوسرے دو ساتھی

لیکن پہلے میں نے تحقیق کی کہ میرا جیسا معاملہ کسی اور کے ساتھ بھی ہوا ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا دو آدمی اور ہیں ایک مرارہ بن ربیع دوسرے ہلال بن امیہ۔ ان دونوں نے بھی میری طرح سیدھی سچی بات کہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی فرمایا ہے جو مجھ سے کہا۔ یعنی اللہ کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ یہ دونوں بزرگ بہت نیک طینت اور مجاہدین بدر میں سے تھے تو میں نے کہا کہ بس میرے لئے انہی دونوں بزرگوں کا عمل قابل تقلید ہے۔ یہ کہہ کر میں اپنے گھر چلا گیا۔

لوگوں کو ہم سے سلام کلام کی ممانعت اور غم واندوہ کے چالیس دن

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہم تینوں کے ساتھ سلام و کلام کرنے سے منع فرما دیا۔ اس وقت ہم تو سب مسلمانوں سے بدستور محبت کرتے تھے مگر ان سب کا رخ ہم سے پھر گیا تھا۔ اب ہمارا یہ حال ہو گیا کہ ہم لوگوں کے پاس جاتے تو کوئی ہم سے کلام نہ کرتا۔ نہ سلام کرتا نہ سلام کا جواب دیتا۔ اس وقت ہماری دنیا بالکل بدل گئی۔ وطن کی زمین آسمان در ودیوار سب اجنبی نظر آنے لگے۔ مجھے سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر میں اسی حال میں مر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھیں گے یا خدانخواستہ اگر اس عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں عمر بھر اسی طرح سب لوگوں میں ذلیل وخوار پھرتا رہوں گا۔ اسی حال میں ہم نے پورے چالیس دن گزارے۔ اس زمانہ میں میرے دونوں ساتھی مرارہ اور ہلال تو شکستہ دل ہو کر گھر میں بیٹھ رہے اور رات دن روتے رہتے تھے لیکن میں جوان آدمی تھا باہر نکلتا اور چلتا پھرتا تھا اور نماز میں سب مسلمانوں کے ساتھ شریک ہوتا تھا بازاروں میں بھی پھرتا تھا مگر کوئی مسلمان نہ مجھ سے کلام کرتا نہ میرے سلام کا

جواب دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نماز کے بعد حاضر ہوتا اور سلام کرتا تو یہ دیکھا کرتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک کو جواب سلام کے لئے حرکت ہوئی یا نہیں۔ پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا تو نظر چرا کر آپ کی طرف دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آپ میری طرف دیکھتے ہیں اور جب میں آپ کی طرف دیکھتا ہوں تو آپ رخ پھیر لیتے ہیں۔ اس تنہا اور بے بس زندگی سے میں تنگ آ گیا تھا۔

میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

ایک روز میں اپنے چچا زاد بھائی قتادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا جو میرے سب سے زیادہ دوست تھے۔ میں ان کے باغ میں گیا اور ان کو سلام کیا۔ خدا کی قسم انہوں نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ اے قتادہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں۔ اس پر بھی انہوں نے سکوت کیا کوئی جواب نہ دیا۔ جب میں نے بار بار یہ سوال دہرایا تو انہوں نے صرف اتنا کہا ''اللہ جانتا ہے اور اس کا رسول'' مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور بے اختیار میری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور واپس چلا آیا۔

ایک اور آزمائش۔ غسانی بادشاہ کا خط

اسی زمانہ میں میں ایک روز مدینہ کے بازار میں چل رہا تھا کہ ایک شامی شخص جو غلہ فروخت کرنے شام سے مدینہ آیا تھا اس کو دیکھا کہ لوگوں سے پوچھ رہا ہے کہ کیا کوئی مجھے کعب بن مالک کا پتہ بتا سکتا ہے؟ لوگوں نے مجھے دیکھ کر میری طرف اشارہ کیا۔ وہ آدمی میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط دیا جو ایک ریشمی رومال پر لکھا ہوا تھا اور جس کا مضمون یہ تھا۔

''امابعد مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے نبی نے آپ سے بے وفائی کی اور آپ کو دور کر رکھا ہے حالانکہ نہ تم ذلیل کئے جا سکتے ہو نہ تم جیسے کو یوں ضائع کیا جا سکتا ہے۔ فوراً ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہم ہمدردی اور چارہ جوئی کریں گے۔''

میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا کہ یہ ایک اور امتحان اور آزمائش آئی کہ اہل کفر کو مجھ سے اس کی توقع اور طمع ہو گئی کہ میں ان کے ساتھ مل جاؤں۔ میں یہ خط لے کر آگے بڑھا۔ ایک دکان پر تنور لگا ہوا تھا میں نے خط کو تنور میں جھونک دیا۔

بیویوں سے علیحدگی کا حکم

اسی بے بسی میں چالیس دن گزر چکے تھے کہ ایک دن اچانک دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قاصد خزیمہ بن ثابت میرے پاس آ رہے ہیں آ کر یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کر لو۔ میں نے پوچھا کہ کیا طلاق دے دوں؟ انہوں نے بتلایا کہ نہیں۔ بس عملاً اس سے الگ رہو قریب نہ جاؤ۔ اسی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی پہنچا۔ میں نے بیوی سے کہدیا کہ تم اپنے میکہ میں چلی جاؤ اور وہیں رہو جب تک اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ فرمائیں۔

حضرت ہلال کی اہلیہ کی درخواست

ہلال بن امیہ کی اہلیہ یہ حکم سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بن امیہ ایک ضعیف بوڑھے آدمی ہیں اور کوئی ان کا خادم نہیں کیا آپ یہ پسند نہیں فرمائیں گے کہ میں ان کی خدمت کرتی رہوں۔ فرمایا کہ خدمت کرنے کی ممانعت نہیں البتہ وہ تمہارے پاس نہ جائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ انہیں تو کسی چیز کی بھی خواہش نہیں ہوتی جس روز سے یہ قصہ ہوا ہے ان پر تو مسلسل گریہ طاری ہے۔ رات دن روتے رہتے ہیں۔

اس پر میرے بھی گھرانے سے کسی نے کہا کہ تم بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لو کہ تمہاری بیوی بھی تمہاری خدمت کر دیا کریں۔ میں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ خدا جانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیا جواب دیں۔ دوسرے ہلال تو بوڑھے ہیں میں تو جوان آدمی ہوں چنانچہ اسی حال میں میں نے دس راتیں اور گزاریں۔ یہاں تک کہ پچاس راتیں مکمل ہو گئیں۔

پچاس دنوں کے بعد معافی کی بشارت

پچاسویں رات پوری کر کے صبح کو میں نماز پڑھ کر آیا اور اپنے گھر کی چھت

پر بیٹھا تھا اور حالت وہ تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے کہ مجھ پر میری جان اور زمین باوجود وسعت کے تنگ ہو چکی تھی کہ اچانک میں نے سلع پہاڑ کے اوپر سے کسی چلانے والے کی آواز سنی جو بلند آواز سے کہہ رہا تھا کہ اے کعب بن مالک بشارت ہو خوش ہو جاؤ۔ پکار سنتے ہی میں سجدہ میں گر گیا۔ سمجھ گیا کہ رہائی کا وقت آ گیا ہے اور انتہائی فرحت سے رونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھ کر اعلان فرمادیا تھا کہ اللہ جل شانہٗ نے ہم کو معاف کر دیا ہے۔ اب سب طرف سے لوگ ہم تینوں کو مبارکباد دینے کے لئے دوڑ پڑے۔ بعض لوگ گھوڑے پر سوار ہو کر میرے پاس پہنچے مگر پہاڑ پر سے آواز دینے والے کی آواز سب سے پہلے پہنچ گئی۔

مبارکبادیاں

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لئے نکلا تو لوگ جوق در جوق مجھے مبارکباد دینے کے لئے آرہے تھے۔ ہر طرف سے یہی آواز آرہی تھی کعب مبارک ہو خدا نے تم پر رحم فرمایا۔ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں آپ کے گرد صحابہ کرام کا مجمع ہے مجھے دیکھ کر سب سے پہلے طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہو کر میری طرف لپکے اور مجھ سے مصافحہ کر کے قبول توبہ پر مبارکباد دی۔ طلحہ کا یہ احسان میں کبھی نہیں بھولتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارکباد

جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو آپ کا چہرہ مبارک خوشی کی وجہ سے چمک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے کعب بشارت ہو آج جیسا بہترین دن تم پر تمہاری پیدائش سے آج تک نہ آیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ حکم آپ کی طرف سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

سچ کی برکت

آپ نے فرمایا کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تم نے سچ بولا تھا اللہ تعالیٰ نے تمہاری سچائی کو ظاہر فرمادیا جب میں آپ کے سامنے بیٹھا تو عرض کیا یا رسول اللہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے سب مال و متاع سے نکل جاؤں کہ سب کو اللہ کی راہ میں صدقہ کردوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ کچھ مال اپنی ضرورت کے لئے رہنے دو۔ یہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اچھا آدھا مال صدقہ کردوں۔ آپ نے اس سے بھی انکار فرمایا میں نے پھر ایک تہائی مال کی اجازت مانگی تو آپ نے اس کو قبول فرمالیا۔

سچ پر قائم رہنے کا معاہدہ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی ہے۔ اس لئے میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک میں زندہ ہوں کبھی سچ کے سوا کوئی کلمہ نہیں بولوں گا۔ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولنے کا عہد کیا تھا الحمد للہ کہ آج تک کوئی کلمہ جھوٹ کا میری زبان پر نہیں آیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ باقی زندگی میں بھی مجھے اس سے محفوظ رکھیں گے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اسلام کے بعد اس سے بڑی نعمت مجھے نہیں ملی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سچ بولا۔ جھوٹ سے پرہیز کیا کیونکہ اگر میں جھوٹ بولتا تو اسی طرح ہلاکت میں پڑ جاتا جس طرح دوسرے جھوٹی قسمیں کھانے والے ہلاک ہوئے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ ان تینوں حضرات سے بائیکاٹ کے ۵۰ دن تک جاری رہنا شاید اس حکمت پر مبنی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوۂ تبوک میں ۵۰ دن ہی صرف ہوئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی مہربانی

یہ واقعہ ہے جس کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں حضرات پر پہلی مہربانی تو اللہ تعالیٰ کی یہی تھی کہ ایمان و اخلاص بخشا۔ نفاق سے بچایا پھر دوسری مہربانی یہ ہوئی کہ توبۂ نصوح کی توفیق دے کر پھر اپنی طرف کھینچ لیا اور کوتاہیوں کو معاف فرمادیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہر حال میں ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے اور آپ ہی کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرما اور اپنی شان تواب الرحیمی سے ہماری توبہ کو قبول فرما اور ہر حال میں اپنا کرم و توجہ ہم پر مبذول فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوا جو لوگ ایمان لائے	اتَّقُوا اللّٰهَ ڈرو اللہ سے	وَكُوْنُوْا اور ہو جاؤ	مَعَ ساتھ	الصّٰدِقِيْنَ سچے لوگ

سابقہ واقعہ سے ملنے والا سبق

گذشتہ آیت میں غزوۂ تبوک سے غیر حاضری کے سلسلہ میں تین حضرات صحابہ کرام یعنی کعب بن مالک حضرت ہلال بن امیہ حضرت مرارہ بن ربیع کے واقعہ کی طرف اشارہ تھا اور ان حضرات کی قبولیت توبہ کا بیان ہوا تھا۔ ان حضرات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سچ بولنے اور کوئی حیلہ وعذر پیش نہ کرنے کے سبب ۵۰ دن کی سختی تو ضرور برداشت کرنی پڑی مگر توبہ مقبول ہوئی۔ ان حضرات کے واقعہ سے جو نصیحت و سبق تمام مسلمانوں کو دینا منظور ہے وہ اس مختصر سی آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔ جس میں تمام ایمان والوں کو خطاب کر کے بتلایا جاتا ہے کہ اے ایمان والو تم کو چاہئے کہ اللہ کے غضب اور عقاب سے ڈرو اور ہمیشہ ان لوگوں کی جماعت میں شامل رہو جنہوں نے خلوص اور سچائی کو اختیار کیا اور اپنے طرز عمل سے ان سے جدا نہ ہونا جیسا کہ تم میں سے اس جہاد میں بعض لوگوں نے غلطی سے ایسا کیا۔ گویا تقویٰ صدق واخلاص اختیار کرنے اور صادقین کی معیت کا حکم علی العموم مسلمین کو دیا جا رہا ہے کہ سچ بولنا سچوں کے ساتھ شامل ہونا اور ہر وقت اور ہر حال میں صداقت کا اظہار کرنا قول وعمل نشست وبرخاست خواب وبیداری حرکت و سکوں ہر چیز میں ہر حال میں صداقت کو ترک نہ کرنا۔

صحبت ومجلس کا اثر

یہاں آیت میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ایک تو اختیار تقویٰ دوسرے صادقین کی معیت ورفاقت۔ انسان کا خاصہ ہے کہ اچھے سے اچھے نظریات اس پر کم اثر انداز ہوتے ہیں لیکن معمولی سے معمولی صحبت اس کو اپنا لیا کرتی ہے قرآن حکیم نے اسی فطری اصول سے انسانی کردار کی رہنمائی فرمائی اور تلقین فرمائی کہ اگر تم تقویٰ اور پرہیزگاری کی دولت کے خواہشمند ہو تو پرہیزگار اور متقی لوگوں کی صحبت اور ان کی رفاقت اختیار کرلو تم بھی سچے اور متقی بن جاؤ گے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جھوٹ نہ سنجیدگی کے طور پر بول سکتے ہو نہ دل لگی کے طور پر۔ سند چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ پھر فرمایا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔

اس جگہ قرآن حکیم نے متقی علماوصلحا کے بجائے صادقین کا لفظ اختیار فرما کر متقی عالم وصالح کی پہچان بھی بتلا دی کہ متقی وصالح صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا ظاہر وباطن یکساں ہو۔ نیت اور ارادے کا بھی سچا ہو قول وفعل کا بھی سچا ہو۔ نیز اس آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان کے بعد تقویٰ ضروری ہے اور پھر صادقین کی معیت یعنی صحبت بھی ضروری ہے کیونکہ کوئی کمال بغیر اس کمال کے کامل کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتا۔ مثلاً کمال علم کے لئے محض مطالعہ کتب کافی نہیں بلکہ کسی عالم کی صحبت میں اور خدمت میں رہ کر علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہی حال ہر علم وفن کا ہے۔ صحبت ومرافقت کا اثر تمام عقلا کے نزدیک مسلم ہے۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ اس میں چوری کا مادہ ہوتا ہے ایک ساتھی کی طبیعت دوسرے ساتھی کے اخلاق وعادات کو چراتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جہاں اس آیت میں صادقین کی معیت ورفاقت کا حکم دیا وہیں ساتویں پارہ سورۂ انعام میں ظالموں اور فاسقوں سے دوستی اور ان کے پاس بیٹھنے سے منع فرمایا۔ ارشاد ہے۔ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ تاکہ ظلم اور فسق کے جراثیم اس تک متعدی نہ ہوں!

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو اپنے صادق بندوں کی معیت نصیب فرما اور ظالمین وفاسقین کی معیت ورفاقت وصحبت سے ہم کو بچا۔ اے اللہ ہم کو اپنے ہر قول و فعل میں صدق وخلوص نصیب فرما اور جھوٹ سے ہم کو کامل طور پر بچنے کی ہمت وتوفیق عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ

مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گردو پیش میں ہیں ان کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں

اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا

اور نہ یہ کہ اپنی جان کو آپ کی جان سے عزیز سمجھیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو

نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَئُوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا

ماندگی پہنچی اور جو بھوک لگی اور جو چلنا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہوا ہو اور

يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ

دشمنوں کی جو کچھ خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر

الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۲۰ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ

ضائع نہیں کرتے۔ اور جو کچھ چھوٹا بڑا انہوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے

وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۱

یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔

مَا كَانَ نہ تھا	لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مدینہ والوں کو	وَ اور	مَنْ جو	حَوْلَهُمْ اُن کے اِرد گرد	مِّنَ الْاَعْرَابِ دیہاتیوں میں سے		
اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا کہ وہ پیچھے رہ جاتے	عَنْ سے	رَّسُوْلِ رسول	اللّٰهِ اللہ	وَلَا يَرْغَبُوْا اور یہ کہ زیادہ چاہیں وہ	بِاَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کو	عَنْ سے	
نَّفْسِهٖ ۭ ان کی جان	ذٰلِكَ یہ	بِاَنَّهُمْ اس لئے کہ وہ	لَا يُصِيْبُهُمْ نہیں پہنچی ان کو	ظَمَاٌ کوئی پیاس	وَّلَا نَصَبٌ اور نہ کوئی مشقت	وَّلَا اور نہ	
مَخْمَصَةٌ کوئی بھوک	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اللہ کی راہ میں	وَلَا يَطَئُوْنَ اور نہ وہ قدم رکھتے ہیں	مَوْطِئًا ایسا قدم	يَّغِيْظُ غصے ہوں	الْكُفَّارَ کافر		
وَلَا يَنَالُوْنَ اور نہ وہ چھینتے ہیں	مِنْ سے	عَدُوٍّ دشمن	نَّيْلًا کوئی چیز	اِلَّا مگر	كُتِبَ لَهُمْ لکھا جاتا ہے ان کیلئے	بِهٖ اس سے	عَمَلٌ صَالِحٌ عمل نیک
اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	لَا يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا	اَجْرَ اجر	الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکار جمع	وَ اور	لَا نہ	يُنْفِقُوْنَ وہ خرچ کرتے ہیں	نَفَقَةً خرچ
صَغِيْرَةً چھوٹا	وَّلَا كَبِيْرَةً اور نہ بڑا	وَّلَا يَقْطَعُوْنَ اور نہ طے کرتے تھے	وَادِيًا کوئی وادی	اِلَّا مگر	كُتِبَ لَهُمْ لکھا جاتا ہے ان کیلئے		
لِيَجْزِيَهُمُ تا کہ جزا دے انہیں	اللّٰهُ اللہ	اَحْسَنَ بہترین	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے (ان کے اعمال)			

اطراف مدینہ کے مسلمانوں کو تنبیہ

چونکہ غزوۂ تبوک میں ساکنان مدینہ اور اردگرد کے مسلمانوں کو جہاد پر چلنے کی عام دعوت دی گئی تھی اور دور کے رہنے والے مسلمانوں کو عمومی دعوت نامہ نہیں بھیجے گئے تھے اس لئے خصوصیت کے ساتھ مدینہ اور اطراف مدینہ والوں کے متعلق ان آیات میں ارشاد ہوتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ تمہیں اللہ کے راستہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محنت و مشقت میں مستعدی اور خلوص کے ساتھ شریک ہونا چاہئے تھا۔ یہ کسی طرح مناسب اور زیبا نہیں کہ اللہ کے رسول تو آرام چھوڑ کر بنفس نفیس جہاد پر تشریف لے جائیں اور اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے سختیاں اٹھائیں اور تم آرام سے گھروں کے اندر آرام طلبی، تن آسانی کے لئے بیٹھ کر کھانے پینے اور راحت و آرام میں مشغول رہو۔

حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

حدیث میں ہے کہ ایک صحابی ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد اپنے باغ میں گئے۔ وہاں خوشگوار سایہ تھا حسین و جمیل بیوی سامنے تھیں۔ انہوں نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کیا۔ چٹائی کا فرش کیا۔ تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد و شیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش اور راحت و آرام کے دیکھ کر حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ کے دل میں دفعۃً ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر میں تو خوشگوار سائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت گرمی لو اور تشنگی کے عالم میں کوہ و بیابان طے کر رہا ہے یہ خیال آتے ہی سواری منگائی۔ تلوار حمائل کی۔ نیزہ سنبھالا اور حضور کے نقش قدم پر چل نکلے۔ اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی آخر لشکر کو جا پکڑا حضورؐ نے دور سے دیکھا کہ کوئی اونٹنی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا چلا آ رہا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہو۔ تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

مجاہدین کے لئے عظیم اجر و ثواب

آگے بتلایا جاتا ہے کہ راہ خدا میں سفر کرنے والوں کو دوران سفر میں جس قسم کی بھی تکلیف اٹھانی پڑے بھوک ہو، پیاس ہو، تکان ہو، ان کا چلنا ہو، دشمنوں سے مقابلہ ہو یا ان کو نقصان پہنچانا ہو۔ بہرحال کچھ بھی ہو ہر حرکت کے عوض مجاہد کے لئے نیکی لکھی جاتی ہے باوجودیکہ ان میں بعض افعال غیر اختیاری ہیں لیکن جہاد فی سبیل اللہ اس درجہ عظیم ہے کہ اس کے ضمن میں افعال اختیاریہ غیر اختیاریہ سب ہی پر اجر و ثواب لکھا جاتا ہے حتیٰ کہ جہاد کے گھوڑے کے کودنے اور پھاندنے اور لید کرنے پر بھی مجاہد کو اجر ملتا ہے اور نیکی کا اجر رائیگاں نہیں جا سکتا۔ اس لئے کہ بالتحقیق اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ مسلمان جو بھی خرچ کریں تھوڑا ہو یا بہت اور جو چیز بھی اللہ کے واسطے دیں چھوٹی ہو یا بڑی اور جو راستہ وہ محض اللہ کے واسطے اور اسلام کی مدد کرنے کے لئے طے کریں یہ سب کچھ ان کے نامہ اعمال میں نیک عمل شمار کر کے درج کر لیا جائے گا اور اس کے بدلے ان کی ایسی اجرت ملے گی جو ان کے کام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہو گی۔ پس ایسی حالت میں جہاد سے جان چرانا اور اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینا کسی طرح مناسب و زیبا نہ تھا۔

خلاصہ یہ کہ یہاں مسلمانوں کی ساری جانی بدنی، مالی قربانیوں کی بابت بتایا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ قربانیاں رائیگاں جائیں گی۔ بلکہ ہر ایک چھوٹی یا بڑی قربانی کا اللہ کے ہاں بہت بڑا بدلہ ملے گا۔

دین کی نصرت

ان آیات کے ماتحت فقہائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں جس معیت رسول کا ذکر ہوا ہے یہ معیت و نصرت صرف عرب تک محدود یا شان رسالت کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ نصرت دین مقصود ہے اس لئے ہر مسلم پر ہر زمانہ میں واجب ہے کہ امام وقت کی طاعت میں حفاظت دین کے لئے مستعد رہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ دین کے لئے ہم نے محنت کرنا اور سختیاں اٹھانا چھوڑ دیا اور آرام طلبی اور تن آسانی میں پڑ گئے اور دنیا کے عیش و راحت کو مقدم کر لیا۔ اسی وجہ سے ہم میں جہاد فی سبیل اللہ کا جذبہ صادقہ جاتا رہا۔ یا اللہ صحابہ کرامؓ کے طفیل سے جنہوں نے دین کی نصرت و حمایت میں ہر طرح کی جانی و مالی قربانیاں پیش کیں ہم کو بھی دین کے دشمنوں سے مقابلہ و مقاتلہ کی سعادت عطا فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ

اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے

لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿١٢٢﴾

تا کہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تا کہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آویں ڈرادیں تا کہ وہ احتیاط رکھیں

وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	الْمُؤْمِنُونَ مومن	لِيَنفِرُوا کہ وہ کوچ کریں	كَافَّةً سب کے سب	فَلَوْلَا بس کیوں	لَا نَفَرَ نہ کوچ کرے	
مِنْ سے	كُلِّ فِرْقَةٍ ہر گروہ	مِّنْهُمْ ان سے۔ انکی	طَائِفَةٌ ایک جماعت	لِّيَتَفَقَّهُوا تا کہ وہ سمجھ حاصل کریں	فِي الدِّينِ دین میں	
وَلِيُنذِرُوا اور تا کہ وہ ڈرسنائیں	قَوْمَهُمْ اپنی قوم	إِذَا جب	رَجَعُوا وہ لوٹیں	إِلَيْهِمْ انکی طرف	لَعَلَّهُمْ تا کہ وہ عجب نہیں	يَحْذَرُونَ بچتے رہیں

جہاد اور تعلیم و تبلیغ سب پہلوؤں کا لحاظ رکھو

اس سورۂ توبہ میں غزوۂ تبوک کا ذکر بڑی اہمیت سے مسلسل ہوتا چلا آیا ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان عام اور حکم عام فرمایا گیا تھا کہ سب مسلمان اس غزوہ میں شریک ہوں۔ اس لئے اس حکم کی خلاف ورزی بلا کسی صحیح عذر کے کسی مسلمان کے لئے جائز نہ تھی۔ اور جو خلاف ورزی میں مبتلا ہوئے جن میں زیادہ تر منافقین تھے ان کو جہاد سے پیچھے رہ جانے پر ملامت کی گئی اور وعیدیں سنائی گئیں۔ تو ان تمام واقعات سے یہ سمجھا جاسکتا تھا کہ اب ہر جہاد اور غزوۂ میں سبھی مسلمانوں کا نکلنا فرض ہے۔ اس لئے غزوۂ تبوک کے بعد جب کسی موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کے لئے کوئی فوجی دستہ بھیجنا چاہا تو سارے کے سارے مسلمان جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آئندہ کے لئے مستقل ہدایت ہوگئی کہ سب کے سب مسلمان شہر خالی کر کے یکبارگی نہ نکل کھڑے ہوں۔ بجز اس حال کے کہ امام ہی نفیر عام کا حکم دے دے اور جہاد ہر فرد پر فرض عین ہو جائے جیسا کہ غزوۂ تبوک میں صورت ہوئی تھی۔ چنانچہ اس آیت میں حکم دیا گیا کہ آئندہ کے لئے نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان یکدم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں یعنی ہر جہاد میں جانا فرض عین نہیں بلکہ فرض علی الکفایہ ہے۔ اس لئے مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت جہاد کے لئے نکلے اور باقی لوگ دوسری ضروریات دین میں مشغول ہوں۔ جب کوئی لشکر جہاد کے لئے روانہ ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں مقیم ہوں تو ایک جماعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں رہ کر تفقہ فی الدین یعنی دین کا علم اور دین کی سمجھ حاصل کرنا چاہئے۔ اور مجاہدین کی غیر موجودگی میں جو وحی اور معرفت کی باتیں سنیں ان سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں۔ اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس جہاد کے لئے تشریف لے جارہے ہوں تو ہر قوم اور قبیلہ سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آ کر باقی ماندہ قوم کو مزید تعلیم و تجربہ کی بنا پر اچھے برے سے آگاہ کرے گی۔

حاصل اس آیت کا یہ ہے کہ جہاد فی نفسہ تو فرض کفایہ ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دیں اور کچھ لوگ دین کے دوسرے کاموں مثلاً احکام کی تعلیم و تعلم میں لگیں۔ ایک دم سب لوگ جہاد میں لگ جائیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کون رہے گا اور آپ پر جو وحی کا نزول ہوگا اس سے استفادہ کی کیا صورت ہوگی کچھ لوگ اس کام کے لئے بھی وقف رہنے چاہئیں یہ پہلو تو دینی مصلحت کا

ہوا۔لیکن دنیاوی مصلحت تقاضا بھی یہی ہے کہ سب کے سب جہاد میں نہ چلے جائیں ورنہ دارالاسلام اور دارالخلافہ خالی رہ جائے گا جس سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔غرضیکہ ان دونوں مصلحتوں کی رعایت اور دونوں نقصان سے حفاظت ضروری ہے۔ہاں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس خود بھی تشریف لے جائیں اور مسلمانوں کو حکم عام بھی جہاد کی شرکت کے لئے فرماویں تو پھر جہاد ہر مسلمان پر فرض عین ہو جائے گا ورنہ آبادی کا ایک حصہ جہاد کے لئے باہر جائے گا دوسرا حصہ شہر اور ملک ہی میں رہے اور احکام کی تعلیم اور دین کی سمجھ حاصل کرے۔

فقہاء نے لکھا ہے کہ اس آیت سے تحصیل علم دین کا وجوب نکلا اور اس کا فرض کفایہ ہونا ثابت ہوا۔پس ہر شہر اور ہر گروہ میں سے ایک تعداد کا علم دین کی طلب میں لگے رہنا واجب ہے ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔

والدین کی اجازت کے بغیر جہاد میں جانا کیسا ہے

جب تک جہاد فرض عین نہ ہو جائے فرض کفایہ کے درجے میں رہے اس وقت تک اولاد کے لئے بغیر ماں باپ کی اجازت کے جہاد میں شریک ہونا جائز نہیں۔صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شریک جہاد ہونے کی اجازت لینے کے لئے حاضر ہوئے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ ''کیا تمہارے والدین زندہ ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہاں زندہ ہیں آپ نے فرمایا **ففیھما فجاھد** یعنی بس تو اب تم ماں باپ کی خدمت میں رہ کر جہاد کرو۔مطلب یہ ہے کہ ان کی خدمت ہی میں تمہیں جہاد کا ثواب مل جائے گا۔دوسری روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ اس شخص نے بیان کیا کہ میں اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ جاؤ ان کو ہنساؤ جیسا کہ ان کو رلایا ہے۔یعنی ان سے جا کر کہہ دو کہ میں آپ کی مرضی کے خلاف جہاد میں نہیں جاؤں گا۔(قرطبی)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں بھی کفار سے جہاد کا سچا عزم نصیب فرمائیں اور ساتھ ہی دین کا علم حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں اور یا اللہ جو کچھ ہم کو دین کا علم حاصل ہو اس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔یا اللہ جملہ فرائض و واجبات میں ہم کو شرعی آداب ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمایئے اور ہم میں سے ہر ایک کو دین کی خدمت کا کوئی نہ کوئی حصہ نصیب فرمایئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ

اے ایمان والو ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہئے

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے

يٰٓاَيُّهَا اے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے	قَاتِلُوا لڑو	الَّذِيْنَ وہ جو	يَلُوْنَكُمْ نزدیک تمہارے	مِّنَ الْكُفَّارِ کفار سے	
وَلْيَجِدُوْا اور چاہیے کہ وہ پائیں	فِيْكُمْ تمہارے اندر	غِلْظَةً سختی	وَاعْلَمُوْٓا اور جان لو	اَنَّ کہ	اللّٰهَ اللہ	مَعَ الْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیساتھ

گذشتہ آیت میں بتایا گیا تھا کہ جہاد فی نفسہ فرض کفایہ ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ کچھ لوگ اس فریضہ کو انجام دیں اور کچھ لوگ اجتماعی تقسیم کار کے اصول پر دین کے دوسرے کاموں مثلاً دینی احکام کی تعلیم و تعلم وغیرہ میں لگیں۔ اب اس آیت میں جہاد کی ترتیب کا ذکر ہے کہ اول جہاد ان کفار سے ہونا چاہئے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہٗ ان کے قریب رہنے والوں سے اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے۔ ''دفاعی جہاد'' میں بھی فقہا نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والے مسلمانوں پر، وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو مسلمان ان سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ کے اندر و باہر کچھ لوگ مسلمانوں کو ضرر پہنچانے کی انتہائی کوشش کرتے تھے۔ مدینہ کے یہودی اور دوسرے کفار ہر وقت مسلمانوں کی بیخ کنی کی تدبیروں میں سرگرم رہتے تھے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو حکم ہوا کہ اسلام کے خلاف سازشوں کی بیخ کنی کرو اور کافروں سے قتال کرو اور جہاد میں ابتدا ان لوگوں سے ہونی چاہئے جو قریب ترین رہنے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کے موافق کفار سے جہاد کئے۔ چنانچہ اول مشرکین عرب سے قتال کیا اور پھر بنی قریظہ اور بنی نضیر اور خیبر کے یہود سے قتال کیا جو مدینہ کے اردگرد رہتے تھے۔ پھر جب ان سے فارغ ہوئے تو شام کا قصد کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے بھی اسی پر عمل کیا۔ عرب سے فارغ ہو کر ملک شام، روم، عراق، فارس، مصر وغیرہ ممالک کو فتح کیا اور کفر کی بستیوں میں اسلام کا جھنڈا بلند فرمایا۔

پھر آیت میں مومن مجاہدین کی شان بتلائی کہ دشمنان دین و خدا کے معاملہ میں سخت و شدید ہونا چاہیے تاکہ نرمی اور ڈھیلا پن دیکھ کر دشمن جری نہ ہو جائے گویا موجودہ جنگی اصطلاح میں ملت کو ایک مستقل لام بندی کی حالت میں رہنا چاہئے یعنی اہل ایمان ہمیشہ اپنی جگہ پر مضبوط آمادۂ جہاد، مستعد اور کیل کانٹے سے لیس رہیں تاکہ دشمن کی ہمت ہی نظر بد ڈالنے کی نہ پڑے۔

آیت کے اخیر میں وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ یعنی جان لو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے فرما کر متنبہ فرمادیا کہ جہاد و قتال کی بنیاد تقویٰ ہی پر ہونا چاہئے اس طرح اہل ایمان کو جہاد و قتال میں ایک طرف اخلاص کامل کی تعلیم دے دی اور طمع مال اور حصول شہرت وغیرہ کے راستے بند کر دیئے تو دوسری طرف ان کا علاقہ اللہ تعالیٰ سے جوڑ کر یہ بتلا دیا کہ تمہیں اب دشمنوں سے خوف و ہراس کی کیا بات ہے؟ کفار کی کثرت ان کے اسلحہ جنگ کی بہتات اور قوت و شوکت کی فراوانی سے اندیشہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری نصرت کے لئے ہر قوی سے قوی تر ناصر و حافظ موجود ہے۔

مفسر ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ جن مسلمان سلاطین نے یہ تقویٰ کی شرط پوری کی اور احکام شریعت پر عمل جاری رکھا ان کے زمانہ میں فتوحات بھی برابر ہوتی رہیں اور جوں جوں وہ شرائط تقویٰ سے ہٹتے گئے فتح مندی بھی ان سے کنارہ کرتی گئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورۃ نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی سو جو لوگ ایماندار ہیں

اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

اس سورۃ نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں اور جن کے دلوں میں

مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ

آزار ہے اس سورۃ نے ان میں ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھا دی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے۔ اور کیا ان کو نہیں دکھلائی دیتا

اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾

کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ کچھ سمجھتے ہیں۔

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ۭ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ

اور جب کوئی سورۃ نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر

انْصَرَفُوْا ۭ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

چل دیتے ہیں خدا تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں

وَاِذَا مَآ اور جب	اُنْزِلَتْ نازل کی جاتی ہے	سُوْرَةٌ کوئی سورۃ	فَمِنْهُمْ تو ان میں سے	مَنْ بعض	يَقُوْلُ کہتے ہیں	اَيُّكُمْ تم میں سے کسی	
زَادَتْهُ زیادہ کر دیا اس کا	هٰذِهٖٓ اس نے	اِيْمَانًا ایمان	فَاَمَّا سو جو	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے		
فَزَادَتْهُمْ اس نے زیادہ کر دیا ان کا	اِيْمَانًا ایمان	وَهُمْ اور وہ	يَسْتَبْشِرُوْنَ خوشیاں مناتے ہیں	وَاَمَّا اور جو	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو		
فِيْ میں	قُلُوْبِهِمْ ان کے دل	مَرَضٌ بیماری	فَزَادَتْهُمْ اس نے زیادہ کر دی انکی	رِجْسًا گندگی	اِلٰى طرف	رِجْسِهِمْ انکی گندگی	
وَمَاتُوْا اور وہ مرے	وَهُمْ اور وہ	كٰفِرُوْنَ کافر	اَوَ کیا	لَا يَرَوْنَ وہ نہیں دیکھتے	اَنَّهُمْ کہ وہ	يُفْتَنُوْنَ آزمائے جاتے ہیں	
فِيْ كُلِّ عَامٍ ہر سال میں	مَّرَّةً ایک بار	اَوْ یا	مَرَّتَيْنِ دو بار	ثُمَّ پھر	لَا يَتُوْبُوْنَ نہ وہ توبہ کرتے ہیں	وَلَا اور نہ	هُمْ وہ
يَذَّكَّرُوْنَ نصیحت پکڑتے ہیں	وَاِذَا مَآ اور جب	اُنْزِلَتْ اتاری جاتی ہے	سُوْرَةٌ کوئی سورۃ	نَّظَرَ دیکھتا ہے	بَعْضُهُمْ ان میں سے		
اِلٰى کو	بَعْضٍ بعض	هَلْ کیا	يَرٰىكُمْ دیکھتا ہے تمہیں	مِّنْ اَحَدٍ کوئی	ثُمَّ پھر	انْصَرَفُوْا وہ پھر جاتے ہیں	صَرَفَ پھیر دیئے
اللّٰهُ اللہ	قُلُوْبَهُمْ ان کے دل	بِاَنَّهُمْ کیونکہ وہ	قَوْمٌ لوگ	لَا يَفْقَهُوْنَ سمجھ نہیں رکھتے			

گذشتہ آیت میں کفار سے جہاد و قتال کا حکم دیا گیا تھا جہاد دو طرح کا ہوتا ہے ایک تو تلوار کے ذریعہ سے دوسرا برہان و حجت سے۔ منافقین چونکہ بظاہر اسلام کے مدعی تھے اس لئے ان کے مقابلہ میں تلوار سے جہاد کا حکم نہ تھا۔ لیکن برہانی جہاد ضروری تھا۔ منافقین اپنی باطنی خباثت سے اہل ایمان کو راہ حق سے روکتے تھے اور طرح طرح کے شکوک مسلمانوں کے دلوں میں ڈالنے کی کوشش کرتے تھے تو ان کے مقابلہ کے لئے جب تک ان کی فریب کاریاں ظاہر نہ کر دی جائیں اور مسلمانوں کو ان کی فتنہ پردازیوں کی اطلاع نہ دے دی جائے اس وقت تک فساد کی جڑ نہیں کٹ سکتی تھی کافر جو کھلم کھلا اسلام کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے تھے ان کی بندش کے لئے قتال کا حکم گذشتہ آیت میں دیا گیا۔ منافقین جو اندرونی طور پر شجرۂ اسلام کی جڑ کاٹنے کی کوشش کرتے تھے ان کے پول کھولنے کے لئے یہ آیات نازل ہوئیں۔

منافقین کی فریب کاریاں

عام قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے اجتماع کا اعلان کراتے اور پھر مجمع عام میں اس سورۃ کو خطبہ کے طور پر تلاوت فرماتے۔ اس مجلس میں اہل ایمان کا حال تو یہ ہوتا کہ ہمہ تن متوجہ ہو کر سنتے اور کسی کو ایک دوسرے کی طرف توجہ کرنے کا خیال بھی نہ آتا۔ لیکن منافقین کا رنگ ڈھنگ کچھ اور ہوتا۔ وہ مجلس میں آتو اس لئے جاتے تھے کہ حاضری کا حکم تھا اور اجتماع میں شریک نہ ہونے کے معنیٰ اپنی منافقت کا راز خود فاش کر دینے کے تھے۔ مگر اس مجلس سے ان کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی تھی۔ نہایت بددلی کے ساتھ اکتائے ہوئے بیٹھے رہا کرتے اور اپنے آپ کو حاضرین میں شمار کرا لینے کے بعد انہیں بس یہ فکر لگی رہتی تھی کہ کسی طرح جلدی سے جلدی یہاں سے بھاگ نکلیں۔ ان کی اسی حالت کا بیان ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔

منافقین کے دل بیمار ہیں

بتلایا جاتا ہے کہ جب قرآن پاک کا کوئی جدید حصہ نازل ہوتا تو منافقین بطور استہزا اور از راہ تمسخر بھولے بھولے سادہ دل غرباء مسلمانوں سے کہتے کہ کیوں صاحب تم میں سے کس کس کا ایمان اس سورۃ نے بڑھایا۔ مطلب یہ تھا کہ معاذ اللہ اس سورۃ میں رکھا ہی کیا ہے کون سے حقائق و معارف ہیں جو ایمان و یقین کی ترقی کا موجب ہوں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ بیشک کلام الٰہی سن کر مومنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے اور ان کے دلوں میں فرحت اور روحوں میں سرور پیدا ہوتا ہے۔ ہاں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری اور گندگی ہے ان کی بیماری اور گندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ یہ بیماری ان کی جان ہی لے کر چھوڑتی ہے۔ تو یہ اپنے اپنے ظرف قابلیت کا اختلاف ہے اور صحت و مرض کا اختلاف ہے جن کی روحیں سعید ہیں ان کو قرآنی آیات سے مزید قوت ایمانی حاصل ہوتی ہے لیکن جن کے دل بیمار ہیں۔ اور روحیں نجس ہیں ان کو اس قرآنی پاکیزہ مفرح و مقوی غذا سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ ان کی روحانی مرض اور کفر کی خباثت میں اور زیادتی ہو جاتی ہے۔

منافقین کی بے حسی

آگے منافقین کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے۔ مثلاً قحط بیماری وغیرہ کسی آفت ارضی و سماوی میں مبتلا ہوتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی زبانی ان کا نفاق اعلانیہ ظاہر کر کے رسوا کیا جاتا ہے یا جنگ و جہاد کے وقت ان کی بزدلی بے نقاب کر دی جاتی ہے مگر وہ ایسے بے حیا اور بدباطن واقع ہوئے ہیں کہ تازیانے کھا کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ نہ پچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں نہ آئندہ کو نصیحت پکڑتے ہیں۔

منافقین پر مجلس نبوی میں بیٹھنا گراں ہے

آگے مزید ان کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ جب وحی نازل ہوتی ہے اور منافق مجلس میں موجود ہوتے ہیں تو کلام الٰہی کا سننا ان پر بہت شاق گزرتا ہے خصوصاً وہ آیات جن میں ان کے عیوب کھولے جاتے اور مجلس میں بیٹھنا گوارا نہ ہوتا مگر چونکہ کھلم کھلا اٹھ کر چلے جانے سے نفاق کے اظہار کا اندیشہ ہوتا اور یہ خیال ہوتا کہ کہیں مسلمان ہم کو منافق نہ سمجھنے لگیں اس لئے آپس میں ایک دوسرے کی طرف نظروں سے اشارے کرتے اور ادھر ادھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو پرکھا نہ ہو۔ پھر نظر بچا کر

مجلس سے کھسک جاتے۔ ان کی اس حالت پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مجلس نبوی سے کیا پھرے ان کا دل ہی اللہ نے ایمان سے بلکہ ہر خیر و طاعت سے پھیر دیا کہ وہ اپنے جہل وحماقت سے ایمان وعرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے اور یہ بے وقوف خود اپنے مفاد کو نہیں سمجھتے اور ان کو احساس نہیں کہ کتنی بڑی نعمت ہے جو اس قرآن اور ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کو دی جارہی ہے۔ اس نادانی اور حماقت کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ نے انہیں استفادہ کی توفیق سے محروم کردیا۔

ایمان میں ترقی

یہاں جو آیت میں ایمانداروں کے متعلق فرمایا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا یعنی ایمان دار جب کسی نئی نازل شدہ سورۃ کو سنتے ہیں تو ان کے ایمان میں زیادتی ہو جاتی ہے اور یہ قرآن کا سننا ان کے ایمان کو ترقی دیتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ آیات قرآنیہ کی تلاوت وسماعت' ان میں غور وفکر اور ان کے مقتضیٰ پر عمل کرنے سے ایمان میں ترقی اور زیادتی ہوتی ہے یہ زیادتی نور ایمان اور حلاوت ایمان کی ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان نظر آنے لگتی ہے عبادت میں لذت محسوس کرنے لگتا ہے۔ گناہوں سے طبعی نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور ان سے کلفت محسوس ہونے لگتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایمان جب قلب میں آتا ہے تو ایک سفید نورانی نقطہ جیسا ہوتا ہے۔ پھر جوں جوں ایمان میں ترقی ہوتی ہے تو یہ سفیدی بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ سارا قلب نورانی ہو جاتا ہے اسی طرح کفر ونفاق شروع میں ایک سیاہ داغ کی طرح قلب پر لگتا ہے پھر جوں جوں معاصی کا ارتکاب اور کفر کی شدت بڑھتی جاتی ہے یہ نقطہ پھیلتا رہتا ہے یہاں تک کہ پورا قلب سیاہ ہو جاتا ہے اسی لئے صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کہ کہا کرتے تھے کہ کچھ دیر مل کر بیٹھو۔ دین وآخرت کی باتوں کا مذاکرہ کرو تا کہ ہمارا ایمان بڑھے۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہماری اس تلاوت وسماعت قرآن کو ہمارے ایمان میں زیادتی کا سبب بنائیں۔ اور قرآنی انوار سے ہمارے قلوب کو منور فرمائیں۔ یا اللہ ہمارے قلوب کو ایمانی صفات سے مزین فرما اور منافقانہ خصلتوں سے بالکلیہ پاک فرما۔ یا اللہ ہم کو تلاوت وسماعت قرآن کا ذوق شوق عطا فرما اور ہم کو جو کچھ آپ کے احکام کا علم ہو اس پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند

بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

رہتے ہیں۔ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق ومہربان ہیں۔پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اُس کے سوا کوئی

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۹﴾

معبود ہونے کے کہ لائق نہیں میں نے اُسی پر بھروسہ کرلیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے

لَقَدْ جَآءَكُمْ البتہ تمہارے پاس آیا	رَسُولٌ ایک رسول	مِنْ سے	اَنْفُسِكُمْ تمہاری جانیں	عَزِيزٌ گراں	عَلَيْهِ اس پر			
مَا عَنِتُّمْ جو تمہیں تکلیف پہنچے	حَرِيصٌ بہت خواہشمند	عَلَيْكُمْ تم پر	بِالْمُؤْمِنِينَ مومنوں پر	رَءُوفٌ انتہائی شفیق	رَحِيمٌ نہایت مہربان			
فَاِنْ تَوَلَّوْا پھر اگر وہ منہ موڑیں	فَقُلْ تو کہدیں	حَسْبِيَ مجھے کافی ہے	اللّٰهُ اللہ	لَآ نہیں	اِلٰهَ کوئی معبود	اِلَّا هُوَ اس کے سوا	عَلَيْهِ اس پر	
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَهُوَ اور وہ	رَبُّ مالک	الْعَرْشِ عرش	الْعَظِيمِ عظیم				

اخلاق نبوی کی ایک جھلک

گذشتہ آیات میں منافقین کی یہ حالت زار بیان کی گئی تھی کہ جب قرآنی سورۃ نازل ہوتی ہے اور ان کے سامنے برسر عام پڑھی جاتی ہے تو ان کو اس کے سننے سے ایسی وحشت ونفرت ہوتی ہے کہ وہاں بیٹھنا بھی گوارا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان کے دل حق کو سننے اور سمجھنے سے پھرے رہتے ہیں اس لئے خاتمہ سورۃ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف جمیلہ اور شفقت ورافت کو بیان کیا گیا ہے تا کہ خاتمہ کلام اس پر دلالت کرے کہ ایسے شفیق اور مہربان رسول کی دعوت وتبلیغ کے بعد حجت پوری ہو چکی ہے اس کے بعد بھی اگر یہ کفار ومنافقین اپنی ضد وعناد پر قائم رہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ اللہ پر توکل کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت ونصرت کے لئے کافی ہے اور مخالفین کے شر سے محافظ ونگہبان ہے آپ ان معاندین کی ذرہ برابر پرواہ نہ کیجئے۔

پہلی بات فرمائی لَقَدْ جَآءَكُمْ یعنی یہودی اور عیسائی اور دیگر مذاہب وملل والے جس نبی کے منتظر تھے بلاشبہ یقیناً وہ رسول آ گئے اور یہ تم پر خدا کا بڑا احسان ہے۔ ایسی صورت میں اللہ کے احسان کی قدر یہی ہے کہ اس کے رسول کا اتباع کیا جائے۔

دوسری صفت رَسُولٌ فرمائی یعنی جو رسول تمہارے پاس پہنچے ہیں وہ بڑے عظیم الشان اور عالی مرتبہ رسول ہیں یہ اللہ کا دوسرا بڑا احسان ہے کہ اس نے سب سے زیادہ عظمت والا رسول تمہاری ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا۔

تیسری بات مِنْ اَنْفُسِكُمْ فرمائی یعنی اللہ کا تم پر یہ تیسرا احسان ہے کہ اس نے تمہاری قوم اور ملک میں سے اپنا رسول مبعوث فرمایا۔ ہو سکتا تھا کہ یہ شرف عرب کے علاوہ اور کسی قوم کو حاصل ہو جاتا مگر اللہ نے اپنی رحمت سے یہ شرف تم کو عطا فرمایا تم میں سے مبعوث ہونے کا ایک خاص فائدہ یہ ہے کہ تم آپ کے کل حالات سے واقف ہو اب بھی اگر تم کو آپ کی نبوت میں شک باقی رہے تو یہ اللہ کی احسان فراموشی اور اس کے انعام کی ناقدری ہے۔

چوتھی بات عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ فرمائی یعنی یہ اللہ کا چوتھا احسان ہے کہ اس نے ایسا رسول مبعوث فرمایا جو تمہارے دلی دردمند اور

خیر خواہ ہیں وہ چیز جو تم کو تکلیف دہ اور ضرر رساں ہے ان پر شاق و گراں ہے۔ کافروں کا کفر کرنا' مشرکوں کا شرک کرنا' منافقوں کا نفاق کرنا' گنہگاروں کا گناہ کرنا سب ان رسول پر سخت گراں ہے۔ ہر وہ چیز جو دنیا و دین میں تمہاری ہلاکت و بربادی کا باعث ہو ان پر شاق ہے۔

پانچویں صفت حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ فرمائی یعنی یہ اللہ کا پانچواں احسان ہے کہ وہ رسول تمہارے رفیق و شفیق ہیں۔ان کی شفقت کی یہ حالت ہے کہ گویا وہ تمہاری بہبودی بھلائی اور ہدایت کے غایت درجہ حریص ہیں۔

چھٹی بات بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ فرمائی یعنی اللہ کا یہ چھٹا احسان ہے کہ وہ رسول اگرچہ تمام کائنات انسانی کے خیر خواہ ہیں مگر خصوصیت کے ساتھ وہ اہل ایمان پر مہربان اور رحیم و کریم ہیں۔ مومنوں کے خاص طور پر ہمدرد و غمگسار' مونس و غمخوار اور حد درجہ مہربان ہیں۔

مقصود ان صفات اور احسانات سے بتلانا یہ ہے کہ انسانوں کو چاہیے کہ ایسے رسول کی قدر و منزلت سمجھیں اور آپ کے حکم پر خوشی کے ساتھ چلیں۔ ایسے شفیق اور مہربان رسول کے اتباع سے انحراف تو کمال درجہ کی بیوقوفی اور انتہائی حماقت ہے۔

دعوت و تبلیغ کی اہمیت

مفسرین نے لکھا ہے کہ سورۃ کے آخر میں یہ مضمون اس لئے لانا مناسب ہوا کہ اس پوری سورۃ میں کفار سے برات قطع تعلق قتال و جہاد کا ذکر تھا جو دعوت الی اللہ کی آخری صورت ہے جبکہ زبانی دعوت و تبلیغ سے اصلاح کی توقع نہ رہے لیکن اصل کام انبیاء علیہم السلام کا یہی ہے کہ شفقت و رحمت اور ہمدردی و خیر خواہی کے جذبے سے خلق خدا کو خدا کی طرف آنے کی دعوت دیں اور ان کی طرف سے اعراض اور کوئی تکلیف پیش آئے تو اس کو اللہ کے سپرد کر دیں۔ اس پر توکل کریں کیونکہ وہ رب العرش العظیم ہے یعنی وہ کل کائنات عالم پر محیط ہے۔

عرش الٰہی

یہاں خاص طور پر عرش کا ذکر اس لئے کیا کہ وہ ساری مخلوق میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور عرش کی عظمت اور بڑائی کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس ساری دنیا میں آفتاب کئی گنا بڑا ہے۔ لیکن آفتاب کی حیثیت آسمان دنیا کے سامنے جو ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے اور آسمان دنیا یعنی آسمان اول دوسرے آسمان کے سامنے ہیچ ہے۔ اور اسی طرح دوسرا آسمان تیسرے آسمان کے سامنے ہیچ ہے اور اسی طرح تیسرا آسمان چوتھے آسمان کے آگے ہیچ ہے اور چوتھا پانچویں کے آگے اور پانچواں چھٹے کے آگے اور چھٹا آسمان ساتویں آسمان کے آگے ہیچ ہے۔ اور سارے آسمانوں کا مجموعہ کرسی کے سامنے ایسا ہے جیسے ایک بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے اور پھر کرسی عرش الٰہی کے سامنے ایسی ہے جیسے کسی جنگل بیابان میں کوئی انگوٹھی پڑی ہو۔ پس کیا ٹھکانہ ہے عرش عظیم کی عظمت اور بڑائی کا۔

آیات مذکورہ کے خواص و فضائل

ابوداؤد میں حضرت ابودرداءؓ سے روایت ہے کہ جو صبح و شام ۷ ۷ مرتبہ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام غم و فکر کو کافی ہو جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے تمام کام آسان فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق یہ سورۃ توبہ کی آخری دو آیات جن کا یہاں بیان ہوا قرآن کریم کی آخری آیتیں ہیں ان کے بعد کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ یہی قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔

دعا کیجئے: اللہ تبارک و تعالیٰ کا بے انتہا شکر و احسان ہے کہ ہم کو اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے۔ یا اللہ ہم کو ان نعمتوں کی قدر شناسی اور شکر گزاری کی صحیح توفیق عطا فرما اور ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا پکا اور سچا وفادار امتی بن کر زندہ رہنا اور اسی پر مرنا نصیب فرما۔ یا اللہ اس سورۃ میں ہم نے جو کچھ پڑھا اور سنا ہے اس پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرما۔ اور جذبہ جہاد سے ہمارے دلوں کو معمور فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَۃُ یُوْنُسَ مَکِّیَّۃٌ وَّهِیَ مِائَۃٌ وَّتِسْعُ اٰیَاتٍ وَّاَحَدَ عَشَرَ رُکُوْعًا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ﴿۱﴾ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی

الرٰ۔ یہ پُرحکمت کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔ کیا اُن (مکہ کے) لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے اُن میں سے

رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ

ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو (احکام خداوندی کے خلاف کرنے پر) ڈرایئے اور جو ایمان لے آئے اُنکو یہ خوشخبری

عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲﴾

سنائے کہ اُن کے رب کے پاس (پہنچ کر) اُن کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ نعوذ باللہ یہ شخص تو بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔

الٓرٰ الرٰ	تِلْكَ یہ	اٰیٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	الْحَكِیْمِ حکمت والی	اَكَانَ کیا ہوا	لِلنَّاسِ لوگوں کو	عَجَبًا تعجب
اَنْ کہ	اَوْحَیْنَآ ہم نے وحی بھیجی	اِلٰی طرف	رَجُلٍ ایک آدمی	مِّنْهُمْ ان سے	اَنْ کہ	اَنْذِرِ وہ ڈراتے	النَّاسَ لوگ
وَبَشِّرِ اور خوشخبری دے	الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا جو لوگ ایمان لائے	اَنَّ کہ	لَهُمْ ان کیلئے	قَدَمَ پایہ	صِدْقٍ سچا	عِنْدَ پاس	
رَبِّهِمْ ان کا رب	قَالَ بولے	الْكٰفِرُوْنَ کافر	اِنَّ هٰذَا بیشک یہ	لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ کھلا جادوگر			

وجہ تسمیہ

اس سورۃ کے دسویں رکوع میں قوم حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر آیا ہے۔ جس سے اہل مکہ کو نصیحت کرنا مقصود ہے کہ یونس علیہ السلام کی قوم بروقت ایمان لے آئی تو اس ایمان نے ان کو نفع دیا اور عذاب خداوندی سے بچ گئے۔ اسی طرح اگر اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں گے تو نفع حاصل کرنے والے ہو جائیں گے۔ اسی ذکر کی وجہ سے اس سورۃ کا نام سورۃ یونس ہو گیا۔

تمام صحابہ کرامؓ اس کو اسی نام سے موسوم کرتے تھے۔ یہ سورۃ مکی ہے مکہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

اب تک جن سورتوں کا بیان ہوا وہ زیادہ تر مدنی تھیں، جن میں صلوٰۃ۔ زکوٰۃ۔ صوم۔ حج۔ جہاد۔ میراث۔ نکاح۔ طلاق۔ قصاص۔ سیاست و معاملات وغیرہ کے احکام فقہی و تفصیلات شریعت زیادہ تھیں۔ اس سورۃ میں عام مکی سورتوں کی طرح عقائد اور اصول دین مثل توحید۔ رسالت، قیامت، آخرت، جزاو سزا وغیرہ کا بیان ہے۔

حروف مقطعہ

اس سورۃ کی ابتداء حروف مقطعۃ الرٰ سے فرمائی گئی ہے۔ اس قسم کے الفاظ کو جو بعض سورتوں کی ابتداء میں آئے ہیں حروف مقطعۃ کہتے ہیں۔ جن کے متعلق جمہور علمائے امت کا مسلک یہی ہے کہ اس قسم کے حروف کتاب خداوندی کے رموز ہیں جن کی مراد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوگا۔ اس لئے ان کی کوئی تفسیر نہیں کی جاتی۔ ان کے متعلق کلام خداوندی ہونے کا عقیدہ رکھے اور ان کے معنی اور تاویل کی فکر و تحقیق میں نہ پڑے بلکہ ان کی مراد کو اللہ کے علم کے سپرد کرے۔

پرحکمت کتاب

تلک ایٰت الکتٰب الحکیم. یہ پرحکمت کتاب یعنی قرآن مجید کی آیات ہیں جو آگے آتی ہیں۔یعنی یہ آیتیں ایسی مضبوط اور محکم کتاب کی ہیں جن کی ہر بات پکی ہے۔الفاظ اس لئے کہ ہمیشہ تبدیل وتحریف سے محفوظ رہیں گے۔علوم اس لئے کہ تمام تر عقل وحکمت کے موافق ہیں۔احکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری ناسخ کتاب آنے والی نہیں۔اخبار وقصص اس طرح کہ ٹھیک ٹھیک واقعہ کے مطابق ہیں۔یہ آیات ہر قسم کے عیب وخلل سے پاک ہیں جس میں غلطی اور خطا کا امکان نہیں اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ خدائے علیم وحکیم نے اس کو اپنے علم کامل کے زور سے اتارا ہے اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قرآن کا نزول شروع ہوا اس وقت قریب قریب تمام عالم جہالت اور گمراہی کے سمندر میں غرق تھا۔ باطل عقائد اور بدکاریوں کی کالی گھٹائیں ہر طرف چھائی ہوئی تھیں۔

چونکہ کفار کے عقائد اور خیالات باطلہ کی تردید کے لئے سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ قرآن کا کتاب اللہ ہونا ثابت کیا جائے اس لئے سب سے اول ابتدائی آیت میں یہ بتایا گیا کہ قرآن کی یہ آیات جو نازل ہوچکیں۔یا ہو رہی ہیں یا آئندہ ہوں گی یہ کتاب حکیم کے احکام ہیں جس کے اندر دین دنیا کی اصلاح کے قوانین ہیں۔عقائد' عبادات' معاملات' سیاسیات' حقوق وغیرہ کے مکمل ضوابط موجود ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ اس کے الہامی اور منزل من اللہ ہونے کا انکار کیا جاسکے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر کفار کی غلط فہمیاں

اس کے بعد مسئلہ نبوت ورسالت کو بیان فرمایا جاتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت وسچائی کو ظاہر کیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کفار مکہ کو تصدیق سے مانع تین امور تھے۔ ایک تو ان کو اس بات پر تعجب تھا کہ بھلا انسان کیونکر رسول ہوسکتا ہے۔ کسی آدمی کو اللہ سے اتنا قرب ہو جائے کہ اس کو رسول بنا دیا جائے یہ کس طرح ممکن ہے اگر دنیا میں رسول کا ہونا ہی ضروری تھا تو کوئی غیر انسان یعنی فرشتہ یا جن رسول بنا کر بھیجا جاتا۔دوسرا شبہ کفار کو یہ تھا کہ اگر انسان ہی کو رسول بنایا جاتا تو کسی غیر معمولی فوق البشریت انسان کو بنایا جاتا۔ہم میں سے ہی ایک معمولی انسان کے پاس کس طرح اللہ کا پیام آسکتا ہے۔جو بالکل ہماری طرح پیدا ہوا ہو۔جس کا کھانا پینا' چلنا پھرنا' سونا جاگنا' ہماری مثل ہے۔تیسرا شبہ یہ تھا کہ اگر ہمارے ہی میں سے کسی آدمی کا نبی ہونا ضروری تھا تو یہ جزا وسزا کے احکام' ثواب و عذاب کا جھگڑا' بعد الموت کا قصہ' قیامت وحشر ونشر کا واقعہ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم فرماتے تھے تو ان کی کیا ضرورت ہے۔

غرض انہی اسباب کے ماتحت کفار نے تعجب انگیز پیرایہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔

کفار کو تفہیم کہ تمہارا طرز فکر غلط ہے

اللہ تعالیٰ نے یہاں کافروں کے وجوہ تعجب کو انکاری طرز میں بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ انسانوں کی صلاح وہدایت کے لئے حق تعالیٰ ایک انسان ہی کو مامور فرمادے اور اس کی طرف وہ پیغام بھیج دے۔جس کی دوسروں کو بلاواسطہ خبر نہ ہو۔وہ تمام لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرے اور خدا کی بات ماننے والوں کو بشارت سنائے کہ رب العزت کے ہاں اعمال صالحہ کی بدولت ان کا کتنا اونچا مرتبہ اور کیسا بلند پایہ ہے اور کیسی سعادت وفلاح ان کے لئے لکھی جاچکی ہے۔

بہرحال کفار ایک طرف تو وحی و رسالت کا انکار کرتے لیکن دوسری طرف وہ یہ بھی دیکھتے کہ ایسے معجزات آپ سے صادر ہوتے جو عام لوگوں سے نہیں ہوسکتے تھے تو کہتے کہ ان میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے پھر جب اس کی کوئی توجیہ نہ بن پڑتی تو کہنے لگتے ہو نہ ہو یہ جادوگر ہیں اور قرآن جادوگری ہے۔نعوذ باللہ۔

کفار کی خودفریبی

کفار کا یہ کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کی حیرت انگیز تاثیر کی سب سے بڑی شہادت ہے۔گویا آپ کی رسالت اور قرآن کا اثر اس درجہ نمایاں اور قطعی تھا کہ انکار اور عناد کے باوجود کفار بھی اس سے انکار نہیں کرسکتے تھے۔ہاں اپنے ضمیر کو

جھٹلانے کے لئے جادوگری سے تعبیر کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے اور اللہ کے رسول کے معجزات کو دیکھ کر آپ کو جادوگر بتلاتے تھے اور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ دراصل ان کا متکبر اور مغرور نفس جو صفات فرعونیہ کا حامل تھا اصل جادوگر وہ ہے جس نے ان کی عقلوں کو مسحور کر دیا تھا کہ خدا کے برگزیدہ رسول کے سامنے تواضع اور انکسار کو اپنے لئے عار سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھ کر کفار مکہ کا یہ کہنا کہ یہ تو صریح جادوگر ہیں ایسا ہی تھا جیسا کہ انبیائے سابقین کے معجزات کو دیکھ کر ان کی امت کے معاندین اور کفار نے ان کو جادوگر بتلایا تھا جیسا کہ قرآن شاہد ہے۔ الغرض کفار مکہ کا یہ قول بالکل غلط اور صریح کذب و بہتان تھا اس لئے کہ جو مکارم اخلاق اور محاسن اعمال اور حکمت نظریہ اور حکمت عملیہ کے حقائق و معارف بیان کرتا ہو اور حلال وحرام کی تفصیل کرتا ہو وہ کہاں سے جادوگر ہو سکتا ہے۔ اور کتاب حکیم جو اس پر نازل ہو رہی ہے وہ کہاں سے جادو ہو سکتی ہے اس لئے کہ سحر تو ایک ملمع کاری ہوتی ہے اس کو صدق وحقیقت سے کیا واسطہ۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اور تمام امت مسلمہ کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار پکا و سچا امتی بن کر زندہ رہنا نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم آپ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآن کریم کی صداقت پر صدق دل سے ایمان لے آئے ہیں۔ یا اللہ ہم کو اس پر استقامت نصیب فرما اور جو بشارت اور خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کے لئے سنائی ہیں یا اللہ وہ سب ہم کو دنیا اور آخرت میں نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

بلاشبہ تمہارا رب (حقیقی) اللہ ہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کر دیا پھر عرش (یعنی تخت شاہی)

عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ

پر قائم ہوا وہ ہر کام کی (مناسب) تدبیر کرتا ہے۔ (اُس کے سامنے) کوئی سفارش کرنیوالا (سفارش) نہیں کر سکتا بغیر اسکی اجازت کے۔

رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

ایسا اللہ تمہارا رب (حقیقی) ہے سو تم اسکی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

اِنَّ بیشک	رَبَّكُمُ تمہارا رب	اللّٰهُ اللہ	الَّذِىْ وہ جس نے	خَلَقَ پیدا کیا	السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضَ اور زمین	فِىْ میں	سِتَّةِ چھ
اَيَّامٍ دن	ثُمَّ پھر	اسْتَوٰى قائم ہوا	عَلَى الْعَرْشِ عرش پر	يُدَبِّرُ تدبیر کرتا ہے	الْاَمْرَ کام	مَا نہیں	مِنْ کوئی	شَفِيْعٍ سفارشی
اِلَّا مگر	مِنْۢ بَعْدِ بعد	اِذْنِهٖ اس کی اجازت	ذٰلِكُمُ وہ ہے	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمْ تمہارا رب	فَاعْبُدُوْهُ پس اس کی بندگی کرو		
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ سو کیا تم دھیان نہیں کرتے								

عقائد باطلہ کی تردید

اس آیت میں توحید الوہیت کی تلقین ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب خلق اور امر دونوں اللہ ہی کی ذات کے ساتھ خاص ہیں یعنی وہی کائنات کی ہستی کا پیدا کرنے والا ہے اور اسی کے حکم و قدرت سے اس کا انتظام ہو رہا ہے تو عبادت میں کسی دوسرے کو اس کے ساتھ شریک کرنا کیسے ممکن ہے۔ تو اس آیت میں مشرکین عرب کے عقائد باطلہ کا رد ہو گیا جو اللہ کے وجود کے تو قائل تھے مگر شرک فی الصفات کرتے اور صفات الوہیت مخلوق میں مانتے تھے۔ اپنے دیوتاؤں اور جھوٹے معبودوں کو متصرف اور فاعل مختار جانتے اور ان کی پرستش اس لئے کرتے کہ وہ اللہ کے قرب کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہیں اور بارگاہ الٰہی میں سفارش کریں گے اور ہمارے کام بنائیں گے۔ یہاں آیت میں بتلایا گیا کہ تمہارا پروردگار اور تمہارا معبود اور تمہارا مربی اور مدبر امور وہ اللہ ہے جس نے محض اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کیا اور عرش سے لے کر فرش تک تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لایا اور یہ تمام کارخانہ اسی کی تدبیر اور حکمت سے چل رہا ہے۔ اس میں کوئی اس کا شریک اور حصہ دار نہیں۔ پھر وہ خلاق عالم۔ رب العلمین۔ احکم الحاکمین جب زمین آسمان اور تمام کائنات کو پیدا فرما چکا تو خلق عالم کے بعد اپنی شان کے موافق عرش پر جو تخت سلطنت کے مشابہ ہے جلوہ فرما ہوا جو تمام مخلوقات میں سب سے بڑا ہے اور اتنا بڑا ہے کہ ساتوں آسمان اور زمین بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرش پر قائم ہونا اس بنا پر نہیں کہ وہ کسی عرش یا فرش کا محتاج ہے اس لئے کہ وہ کون و مکان اور زمین و زمان کے پیدا کرنے سے پہلے موجود تھا اور اسی طرح وہ مکان و زمان کے پیدا کرنے کے بعد بھی اسی شان سے موجود ہے۔ معاذ اللہ عرش اللہ تعالیٰ کا مکان نہیں اور اس کی نشست گاہ نہیں کیونکہ جس چیز کے لئے مکان و جہت ہو وہ متناہی اور محدود ہوتی ہے اور جو محدود ہے وہ مخلوق ہے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ خالق ہے مخلوق نہیں۔ تو عرش عظیم معاذ اللہ اس کا مکان نہیں بلکہ اس کی شان احکم الحاکمینی کی جلوہ گاہ ہے۔ جہاں سے احکام خداوندی کا صدور ہوتا ہے اور کائنات کے ہر امر کی بلاشرکت غیرے وہ تدبیر و انتظام فرماتا

ہے۔اس میں کوئی اس کا شریک اور ساتھی نہیں۔اور کسی دوسرے کا دخیل ہونا تو درکنار۔کوئی اتنا بھی اختیار نہیں رکھتا کہ سفارش کے لئے بھی بدوں اس کی اجازت کے لب ہلا سکے اور کوئی حرف زبان سے نکال سکے۔

جب رب اللہ ہے تو معبود بھی وہی ہے

آگے نتیجہ کے طور پر بتلایا گیا ہے کہ جب فی الواقع اللہ ہی تمہارا رب ہے اور وہی تمام کاموں کی تدبیر وانتظام کرتا ہے تو اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔اس کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرو۔اخیر میں اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے) فرما کر یہ جتلا دیا کہ ایسے رب کے سوا جس کی صفات وقدرت اور حکمت وعظمت اوپر بیان ہوئیں دوسرا کون ہے جس کی پرستش یا بندگی یا عبادت کی جائے۔

آسمان وزمین کی تخلیق کا دورانیہ

اب یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ یعنی یہ سب آسمان اور زمین اتنے وقت میں پیدا کئے گئے جو چھ دن کے برابر تھا۔بعض مفسرین کا قول یہ ہے کہ یہاں دنیا کے چھ دن سے مراد چھ ہزار سال کی مقدار کا زمانہ ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ بہرحال مقصود ارشاد یہ ہے کہ زمین وآسمان دفعۃً بنا کر نہیں کھڑا کر دیئے گئے بلکہ بتدریج موجودہ شکل میں بمعہ تمام متعلقات کے مرتب ہوئے ہیں۔یوں تو اللہ تعالیٰ قادر تھے کہ ایک لحہ میں سب کچھ پیدا فرما دیتے۔مگر جس طرح اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ انسان کو ایک لحہ میں پیدا فرما دے مگر اس نے انسان کی پیدائش کے لئے مدت مقرر کر دی ہے جس میں اس کی بے انتہا حکمتیں ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اسی طرح آسمان وزمین کو چھ دن کی مقدار میں پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں۔

استواء علی العرش

دوسری بات آیت میں ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ فرمائی گئی۔ یعنی پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ جسم اور جسمانیت سے بالکل پاک اور منزہ ہیں۔نہ اس کا وجود کسی خاص سمت وجہت سے تعلق رکھتا ہے نہ اس کا قیام کسی مکان میں اس طرح کا ہے جس طرح دنیا کی چیزوں کا قیام اپنی اپنی جگہ پر ہوا کرتا ہے۔پھر حق تعالیٰ کا عرش پر قائم ہونا کس طرح اور کس کیفیت کے ساتھ ہے۔یہ متشابہات میں سے ہے جس کو انسانی عقل وفہم نہیں پا سکتی۔اسی لئے قرآن کریم میں متشابہات کے بارہ میں ارشاد فرمایا گیا ہے۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ (پارہ ۳ سورۃ آل عمران آیت ۷) یعنی ان کی صحیح مراد کیفیت اور حال سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔اور مضبوط اور صحیح علم والے اس پر ایمان لانے کا اقرار کرتے ہیں۔اور اس کی حقیقت جاننے کے فکر میں نہیں پڑتے۔اسی طرح قرآن وحدیث میں جہاں حق تعالیٰ کے لئے اعضائے مثل ید وجہ ساق وغیرہ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کے متعلق جمہور علمائے امت کا عقیدہ یہی ہے کہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ یہ کلمات اپنی جگہ پر حق ہیں اور ان سے جو مراد حق تعالیٰ کی ہے وہ صحیح ہے باقی اس کی کیفیت اور حقیقت چونکہ انسانی عقل سے بالاتر ہے اس کو علم الٰہی پر چھوڑ دے۔صحابہ تابعین اور سلف صالحین کا مسلک یہی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم آپ کی ربوبیت والوہیت کا اقرار کرتے ہیں آپ ہی ہمارے اور کل کائنات کے پیدا کرنے والے پالنے والے اور ہر کام کی تدبیر فرمانے والے ہیں۔یا اللہ آپ واحد ہیں۔احد ہیں صمد ہیں۔وحدہٗ لاشریک ہیں۔اسی ایمان ویقین پر آپ ہم کو زندہ رکھیئے اور اسی پر موت نصیب فرمایئے۔یا اللہ آپ اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمایئے اور اسی اعتقاد توحید پر ہم کو تا زندگی قائم رکھیئے۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ إِنَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ

تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ نے (اس کا) سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بیشک وہ پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی (قیامت کو)

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ ۚ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ

پیدا کرے گا' تا کہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ (پوری پوری) جزا دے اور جن لوگوں نے

حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٤﴾

کفر کیا اُنکے واسطے (آخرت میں) کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا اور دردناک عذاب ہوگا' اُنکے کفر کی وجہ سے۔

اِلَيْهِ اسی کی طرف	مَرْجِعُكُمْ تمہارا لوٹ کر جانا	جَمِيْعًا سب	وَعْدَ وعدہ	اللّٰهِ اللہ	حَقًّا سچا	اِنَّهٗ بیشک وہی	يَبْدَؤُا الْخَلْقَ پہلی بار پیدا کرتا ہے	
ثُمَّ پھر	يُعِيْدُهٗ دوبارہ پیدا کریگا	لِيَجْزِيَ تا کہ جزا دے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے			
الصّٰلِحٰتِ نیک	بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	كَفَرُوْا کفر کیا	لَهُمْ ان کیلئے	شَرَابٌ پینا ہے	مِنْ سے		
حَمِيْمٍ کھولتا ہوا	وَعَذَابٌ اور عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	بِمَا کیونکہ	كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے تھے				

آخرت کی زندگی یقینی اور ضروری ہے

آخرت کی زندگی کا مشرکین عرب کو انکار تھا۔ لہذا آخرت پر استدلال کے لئے اس آیت میں دو باتوں کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے ایک تو یہ کہ پہلی مرتبہ انسان کو اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے لہذا دوبارہ بھی انسان کو اللہ تعالیٰ پیدا کرے گا۔ پس اگر پہلی پیدائش پر یقین کرتے ہو تو دوسری پیدائش پر تمہیں تعجب اور انکار کیوں ہے؟ جو شخص یہ تسلیم کرتا ہو کہ خدا نے خلق کی ابتدا کی ہے وہ اس بات کو ناممکن یا بعید از فہم قرار نہیں دے سکتا کہ وہی خدا اس خلق کا پھر اعادہ کرے گا اور دوسری بات آخرت کے استدلال پر یہ فرمائی کہ جزائے عمل کا قانون چاہتا ہے کہ جس طرح ایک زندگی عمل کی آزمائش کے لئے ہے اسی طرح ایک زندگی جزائے عمل کے لئے بھی ہونی چاہئے۔

کیونکہ یہ دنیا لوگوں کے امتحان اور آزمائش کے لئے پیدا کی گئی ہے اور دنیا کے خالق نے لوگوں کو آزاد اور مطلق العنان نہیں چھوڑا ہے بلکہ اس دنیا کو ان کے لئے دار العمل بنایا ہے۔ پس ضروری ہے کہ خالق کی جانب سے امر بھی ہو اور نہی بھی ہو اور پھر اس دار العمل کے گزر جانے کے بعد ایک دار الجزاء بھی ہو جس میں نیکوکاروں کو جزاء و ثواب اور بدکاروں کو سزا و عذاب ملے تا کہ اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے۔ اور نیک اور بد میں فرق اور امتیاز عقلاً ضروری ہے تو گویا انسان کو دوبارہ پیدا کرنا عقل و انصاف کی رو سے ضروری ہے تا کہ جو لوگ خدا کو اپنا رب واحد مان کر صحیح بندگی کا رویہ اختیار کریں وہ اس کے مستحق ہیں کہ انہیں اپنے اس صحیح اور بجا طرز عمل کی پوری پوری جزا ملے اور جو لوگ حقیقت سے انکار کر کے اس کے خلاف زندگی بسر کریں وہ بھی اس کے مستحق ہیں کہ وہ اپنے اس بے جا طرز عمل کا برا نتیجہ دیکھیں۔ جب یہ جزا اور سزا موجودہ دنیوی زندگی میں جو امتحان اور مہلت کا وقت ہے پوری نہیں ہو رہی ہے تو اسے پورا کرنے کے لئے یقیناً آخرت کی دوبارہ زندگی ناگزیر ہے۔

مقصود تنبیہ سے یہ نکلا کہ تم ایمان لا کر مستحق جزا بنو اور کفر کر کے مستحق سزا نہ بنو۔

بعث بعد الموت

مرنے کے بعد زندہ ہونا یہ ایسا مسئلہ ہے کہ جو صرف مذہب اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ تمام کتب سماویہ بعث بعد الموت اور جزاء اعمال پر متفق ہیں۔ البتہ اس کے وقوع کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ہر مذہب میں حشر ونشر کی علیحدہ علیحدہ صورت بیان کی گئی ہے۔ مذہب اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد ایک بار دوبارہ جسمانی طور پر زندہ ہو کر خاک سے اٹھے گا اور اپنے اعمال دنیا کے مطابق جزا وسزا پائے گا۔ قرآن کریم نے بعث بعد الموت یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو جس کو مشرکین عرب محال جانتے تھے اس کثرت اور صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جس میں نہ انکار کی گنجائش ہے نہ تاویل کی۔ حق جل شانہٗ نے قرآن کریم میں بعث بعد الموت کو یعنی مر کر دوبارہ زندہ ہونے کو مختلف مثالوں اور دلیلوں کے ذریعہ واضح فرمایا ہے۔ مثلاً۔

جس طرح مردہ زمین بارش سے زندہ ہو جاتی ہے اسی طرح مردہ انسان بھی دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

یا جس طرح ایک قطرہ ناچیز سے ایک سمیع بصیر انسان کا پیدا ہونا ممکن ہے اسی طرح انسان کے متفرق اور منتشر ذرات کو جمع کر کے دوبارہ اس کو پہلی ہیئت پر پیدا کرنا بھی ممکن ہے۔

یا جو خدا انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے۔

یا جو خدا آسمان وزمین جیسی عظیم مخلوق کے پیدا کرنے پر قادر ہے وہ دوبارہ سات بالشت کے انسان کو پیدا کرنے پر کیوں قادر نہیں۔

یا نیند موت کی بہن ہے۔ پس جو خدا سلانے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھا سکتا ہے وہ موت کے بعد بھی دوبارہ زندگی عطا کر سکتا ہے۔

الغرض خلاصہ یہ کہ انسانوں کو یہاں بتلایا جا رہا ہے کہ تم اپنے آپ کو ایک ذمہ دار مخلوق سمجھو اور یقین کر لو کہ ایک دن اللہ کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کرنی ہوگی۔ جب کہ اطاعت گزار بندوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا اور اسی طرح نافرمانوں کو رنج والم و عذاب دیا جائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ آج اس دنیا میں اور اس زندگی میں ہمیں ان اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما دیجئے کہ جو کل قیامت میں آپ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں اور ان اعمال وافعال سے بچا لیجئے جو آپ کی ناراضگی کا باعث ہوں۔

یا اللہ! ہمیں بعث بعد الموت پر ایسا یقین کامل عطا فرما کہ جو ہم ہر چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہ سے بچ جائیں اور ہمہ وقت آپ کی رضا کے فکر میں لگے رہیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ

وہ اللہ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو (بھی) نورانی بنایا اور اُس (کی چال) کیلئے منزلیں مقرر کیں تا کہ تم برسوں کی گنتی

السِّنِينَ وَالْحِسَابَ ۚ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَٰلِكَ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

اور حساب معلوم کرلیا کرو اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل اُن لوگوں کو صاف صاف بتلا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں۔

يَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ

بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں

وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿٦﴾

اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے (توحید کے) دلائل ہیں جو ڈر مانتے ہیں۔

هُوَ وہ	الَّذِي جس نے	جَعَلَ بنایا	الشَّمْسَ سورج	ضِيَاءً جگمگاتا	وَالْقَمَرَ اور چاند	نُورًا نور چمکتا	وَقَدَّرَهُ اور مقرر کردیں اسکی
مَنَازِلَ منزلیں	لِتَعْلَمُوا تا کہ تم جان لو	عَدَدَ گنتی	السِّنِينَ برس	وَالْحِسَابَ اور حساب	مَا خَلَقَ نہیں پیدا کیا	اللَّهُ اللہ	ذَٰلِكَ یہ
إِلَّا مگر	بِالْحَقِّ حق سے	يُفَصِّلُ وہ کھول کر بیان کرتا ہے	الْآيَاتِ نشانیاں	لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ علم والوں کیلئے	إِنَّ بیشک		
فِي میں	اخْتِلَافِ بدلنا	اللَّيْلِ رات	وَالنَّهَارِ اور دن	وَمَا اور جو	خَلَقَ اللَّهُ اللہ نے پیدا کیا	فِي السَّمَاوَاتِ آسمانوں میں	
وَالْأَرْضِ اور زمین	لَآيَاتٍ نشانیاں ہیں	لِقَوْمٍ يَتَّقُونَ پرہیزگاروں کیلئے					

مظاہر کائنات سے قدرت الٰہی پر استدلال

جو شخص بھی ان عجائبات قدرت میں ذرا غور وفکر کرے گا تو سمجھ جائے گا کہ اس کارخانہ عالم کا خالق وصانع کوئی قادر اور حکیم ضرور ہے۔ کائنات عالم میں سے مثال کے طور پر یہاں سورج اور چاند اور رات دن کا ادل بدل اور یکے بعد دیگرے آنے جانے میں خدا کی قدرت اور اس کی وحدانیت کے دلائل اور نشانیاں موجود ہونا بتلایا گیا ہے۔ پھر یہ امور علاوہ دلائل قدرت کے اس کی بے مثال نعمتیں بھی ہیں جن سے خدائے واحد کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے اور اس کی عظمت وجلال سے دل پر ہوجاتا ہے۔

الغرض یہاں قدرت الٰہی کے اثبات میں سورج وچاند کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اللہ ہی نے سورج وچاند میں روشنی پیدا کی یعنی مادہ کا فطری خاصہ کثافت وتاریکی ہے لیکن آفتاب ومہتاب کے مادہ کو اللہ نے ایسا روشن بنایا کہ جس سے تمام عالم روشن ہوجاتا ہے۔ پھر آفتاب وماہتاب میں سے ہر ایک کے منازل اور مقامات رفتار کے ایسے پیمانے مقرر فرمائے جن سے سال مہینے اور تاریخ اور اوقات کے ایک ایک منٹ کا حساب معلوم کیا جاسکتا ہے۔ نہ کبھی ان کی رفتار میں فرق آتا ہے نہ کبھی اپنے راستہ سے آگے پیچھے ادھر ادھر ہوتے ہیں۔ نہ کبھی یہ گھستے اور ٹوٹتے پھٹتے ہیں۔ نہ کبھی ان میں ٹوٹ پھوٹ کی مرمت ہوتی ہے۔ جس شان سے قدرت خداوندی نے انہیں ازل سے چلا دیا تھا اسی شان سے برابر چل رہے ہیں اور جب تک حکم خداوندی ہے چلتے رہیں گے اور جب اسی قادر مطلق کا حکم ہوگا تو ٹوٹ پھوٹ کر ختم ہوجائیں گے۔

وقت کی پیمائش و تعیین کا نظام

اللہ تعالیٰ کی ان عظیم الشان نشانیوں شمس و قمر میں انسانوں کا علاوہ روشنی کے یہ فائدہ بھی بتلایا گیا کہ ان کے ذریعہ وہ سال اور مہینہ اوراس کی تاریخوں کا حساب معلوم کرسکتے ہیں اور یہ حساب بھی اگرچہ شمس و قمر دونوں ہی سے معلوم ہوسکتا ہے اور دنیا میں دونوں طرح کے سال اور مہینے شمسی اور قمری قدیم زمانہ سے رائج بھی ہیں لیکن چاند کے ذریعہ مہینہ اور تاریخ کا حساب مشاہدہ اور تجربہ سے ظاہر ہوتا ہے بخلاف سورج کے کہ اس کے حسابات سوائے سائنس دانوں اور ریاضی والوں کے دوسروں کو سمجھنا مشکل ہے۔اس لئے احکام اسلام میں ہر جگہ ہر موقع پر قمری حساب کی رعایت رکھی گئی ہے کہ ان کی ادائیگی ہر شخص کے لئے آسان ہو خواہ وہ کوئی لکھا پڑھا آدمی ہو یا ان پڑھ ہو۔شہری ہو یا دیہاتی ہو۔

اکثر اسلامی فرائض و احکام میں جیسے حج زکوٰۃ' روزہ' عدت وغیرہ قمری حساب سے رکھا گیا ہے مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ شمسی حساب لکھنا یا استعمال کرنا ناجائز ہے۔ بلکہ اس کا اختیار ہے کہ کوئی شخص روزہ' حج' زکوٰۃ' عدت وغیرہ کے معاملہ میں تو قمری حساب شریعت کے مطابق استعمال کرے اور اپنے کاروبار' تجارت' ملازمت وغیرہ میں شمسی حساب استعمال کرے مگر شرط یہ ہے کہ مجموعی طور پر مسلمانوں میں قمری حساب جاری رہے تاکہ رمضان اور حج وغیرہ کے اوقات معلوم ہوتے رہیں۔اسی لئے فقہا نے قمری حساب باقی رکھنے کو مسلمانوں کے ذمہ فرض کفایہ قرار دیا ہے۔مگر اس میں شک نہیں کہ سنت انبیاء اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت خلفائے راشدین قمری حساب ہی کے استعمال میں ہے اور اس کا اتباع موجب برکت وثواب ہے۔

درس بصیرت

اہل بصیرت اور عقل و دانش رکھنے والا طبقہ جانتا ہے کہ یہ شمس وقمر اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں اللہ نے ان کو بے کار اور عبث نہیں پیدا کیا ہے۔
شمس وقمر یہ سب حکمت الٰہی کے مسخر اور قدرت خداوندی کے تابع ہیں۔یہ خود نہیں پیدا ہوگئے۔نہ ان میں خود کوئی تاثیر اور قدرت ہے۔پھر یہ شب و روز کا اختلاف اور دن رات کا آنا جانا اور تمام کائنات ارضی و سماوی اپنے اندر خاص درس بصیرت رکھتی ہے مگر صرف انہی لوگوں کے لئے جو خالق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ مصنوع سے صانع پر استدلال کرتے ہیں۔شرک سے بچتے اور غیر اللہ سے منہ موڑ کر اللہ ہی سے رشتہ جوڑتے ہیں۔بس ایسے ہی لوگوں کو ہر چیز میں اللہ کی قدرت اور اس کی ہستی کا وجود نظر آتا ہے۔اور ایسے ہی سمجھ دار لوگ مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر وحکیم کی ہستی کا سراغ پاتے ہیں۔ بلاشبہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں خدا کی ہستی اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔

چانداور سورج کی تخصیص کی وجہ

مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں آیت میں شمس وقمر یعنی سورج چاند کا ذکر خاص طور پر اس لئے فرمایا کہ شمس پرستی اور قمر پرستی دنیا میں بہت عام رہی ہے اور اب تک ان کے پرستار موجود ہیں تو یہاں یہ حقیقت ظاہر کردی کہ اللہ نے ان کو خود انسان کی خدمت وراحت اور نفع رسانی کے لئے پیدا کیا ہے تو انسان کی یہ کیسی شدید حماقت ہے کہ وہ الٹی انہیں کی پوجا پاٹ شروع کردے۔

دعا کیجئے

یا اللہ بے شک یہ کائنات اور اس کی ہر چیز آپ نے اپنی قدرت سے حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کی ہے اور ہر چیز آپ کے وجود کی شہادت دے رہی ہے اور ہر شے میں آپ کی وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔

یا اللہ آپ کی قدرت کی نشانیاں دیکھ کر ہمیں اپنی توحید کو کامل بنانے اور ہر طرح کے شرک سے بچنے کی توفیق نصیب ہو۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہوگئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں (آئندہ کی کچھ خبر نہیں)

هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۙ﴿۷﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور جو لوگ ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں۔ایسے لوگوں کا ٹھکانا اُن کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔اور یقیناً جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ

ایمان لائے اور اُنہوں نے نیک کام کئے اُن کا رب اُن کو بوجہ اُنکے مومن ہونے کے اُنکے مقصد (یعنی جنت) تک پہنچادے گا۔اُن کے (مسکن کے)

الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۹﴾ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا

نیچے نہریں جاری ہوں گی چین کے باغوں میں۔اُن کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سُبحان اللہ! اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا

سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ ع

السلام علیکم! اور اُن کی (اُس وقت کی اُن باتوں میں) اخیر بات یہ ہوگی الحمدللہ رب العالمین۔

اِنَّ بیشک | الَّذِيْنَ وہ لوگ جو | لَا يَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے | لِقَآءَنَا ہمارا ملنا | وَ اور | رَضُوْا وہ راضی ہوگئے | بِالْحَيٰوةِ زندگی پر | الدُّنْيَا دنیا

وَاطْمَاَنُّوْا اور وہ مطمئن ہوگئے | بِهَا اس پر | وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ | هُمْ وہ | عَنْ سے | اٰيٰتِنَا ہماری آیات | غٰفِلُوْنَ غافل | اُولٰٓئِكَ یہی لوگ

مَاْوٰىهُمْ ان کا ٹھکانہ | النَّارُ جہنم | بِمَا اس کا بدلہ | كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ وہ کماتے تھے | اِنَّ بیشک | الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے | الصّٰلِحٰتِ نیک | يَهْدِيْهِمْ انہیں راہ دکھائے گا | رَبُّهُمْ ان کا رب | بِاِيْمَانِهِمْ ان کے ایمان کی بدولت

تَجْرِيْ بہتی ہوں گی | مِنْ سے | تَحْتِهِمُ انکے نیچے | الْاَنْهٰرُ نہریں | فِيْ میں | جَنّٰتِ باغات | النَّعِيْمِ نعمت | دَعْوٰىهُمْ انکی دعا | فِيْهَا اس میں

سُبْحٰنَكَ پاک ہے تو | اللّٰهُمَّ اے اللہ | وَتَحِيَّتُهُمْ اور ملاقات کے وقت کی دعا | فِيْهَا اس میں | سَلٰمٌ سلام | وَاٰخِرُ اور خاتمہ

دَعْوٰىهُمْ ان کی دعا | اَنِ کہ | الْحَمْدُ تمام تعریفیں | لِلّٰهِ اللہ کیلئے | رَبِّ رب | الْعٰلَمِيْنَ سارے جہان

دنیا پرست انسانی گروہ

یہاں ان آیات میں کائنات انسانی کے دو گروہوں کا ذکر ہے اور دونوں کا انجام بیان فرمایا گیا ہے۔ایک گروہ تو وہ ہے جس نے دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کوئی خبر ہی نہ رہی۔بس اسی چندروزہ حیات کو مقصود بنالیا۔نہ خدا کی طرف لوٹ کر جانے کا عقیدۂ نہ حشر ونشر عذاب ثواب کا خیال۔بس جو کچھ ہے دنیوی زندگی ہے اور اس کا عیش وآرام مقصود ہے۔قدرت کی جو نشانیاں گذشتہ آیات میں بیان ہوئیں۔ان میں کبھی غور وفکر نہ کیا کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نظام یونہی بیکار نہیں بنایا گیا۔ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔

دنیا پرستوں کا انجام

جب قدرت نے ساری مخلوقات کو انسان کا خادم بنادیا ہے تو انسان کے ذمہ بھی کوئی کام لگایا ہوگا۔اور پھراس کا اسے حساب بھی دینا ہوگا۔جس کے لئے ضروری ہے کہ کوئی روز جزا اور روز حساب مقرر ہو۔اسی کا دوسرا نام آخرت ہے۔

جولوگ آیات قدرت سے غافل ہیں اوراس دنیا میں ایسے مطمئن ہوکر بیٹھے ہیں کہ گویا یہاں سے کہیں جانا ہی نہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے ان کوکبھی یہ دھیان نہیں آتا کہ اس دنیا سے ہرانسان کورخصت ہونا ایسا یقینی اور ظاہر ہے کہ جس میں کبھی کسی کوشبہ ہی نہیں ہوسکتا۔اور جب یہاں سے جانا یقینی ہے توجہاں جانا ہے وہاں کی تیاری کچھ نہ کرنا اور وہاں سے احمقانہ غفلت میں پڑے رہنا یہ شقی اور بدنصیب گروہ کفار اور منکرین کا ہے اورانہوں نے اپنے دل و دماغ سے' زبان سے' ہاتھ پاؤں سے جوکچھ انہوں نے کمائی کی اس کا بدلہ آخرت میں دوزخ کی آگ ہے اوریہ سزا خودان کے اپنے عمل کا نتیجہ ہے۔

اہل ایمان ویقین کا خوش بخت گروہ

الغرض اوپرتو حال کفار ومنکرین قیامت کے گروہ کا بیان فرمایا گیا ان کے مقابل دوسرا گروہ وہ خوش نصیب بتلایا گیا جواللہ کی توحید۔ الوہیت' ربوبیت' تصرف کل' قدرت کاملہ کا یقین رکھتا ہے۔احکام الٰہی رسالت' قیامت' عذاب ثواب' حشرنشر جنت' جہنم پرایمان رکھتا ہے اورایمان کے مطابق نیک عمل بھی کرتا ہے۔

اہل ایمان ویقین کا انعام

اس گروہ کوایمان کی بدولت اوراس کی روشنی میں حق تعالیٰ ان کو مقصد اصلی یعنی آخرت میں جنت تک پہنچائے گا اور جب یہ جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل واحسان کو دیکھیں گے تو سبحان اللہ پکاریں گے اوربعض روایات میں یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی مثلاً کوئی پرندہ یا پھل یا اور کوئی رغبت کی چیز دیکھی تو سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے۔اے اللہ توپاک ہے۔اتنا سنتے ہی فرشتے وہ چیز فوراً حاضر کریں گے گویا یہی ایک لفظ تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔اور یہ جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کوسلام کریں گے جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے۔نیز فرشتوں کا جنتیوں کوسلام کرنا بلکہ خود خداوند رب العزت کی طرف سے تحفۂ سلام کا آنا قرآن میں منصوص ہے۔سورۂ یٰسٓ میں ہے۔ سَلٰمٌ قَوۡلًا مِّنۡ رَّبٍّ رَّحِيۡمٍ جنتیوں کی مزید حالت بیان کی گئی کہ جنت میں پہنچ کر جب دنیوی تفکرات اور کدورات کا خاتمہ ہوجائے گا۔اورمحض سُبۡحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہنے پر ہرچیز حسب خواہش ملتی رہے گی تو جنتیوں کی ہردعا کا خاتمہ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ پر ہو گا۔یعنی اخیر میں اللہ کی حمد اور شکر کریں گے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے یہ نعمتیں عطا کیں۔

دنیا اور انسان کا تعلق

ان آیات پرغور کرنے سے اس دنیا سے انسان کا تعلق واضح طور پر سمجھ میں آتا ہے کہ انسان ایک مخلوق ہے جس کا اصل تعلق عالم آخرت سے ہے۔جولوگ انسان کو ایک ذمہ دار ہستی نہیں جانتے اور اللہ کے روبرو اپنے اعمال کا حساب دینے کے قائل نہیں ان کی نظر میں دنیا ہی سب کچھ ہے اور ظاہر بات ہے کہ ایسے لوگ قانون الٰہی کے سمجھنے اور اس کے پابند ہونے کی کوشش کیوں کرنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوگا ان کے اعمال انہیں لے جاکر جہنم میں جھونک دیں گے۔برخلاف ان کے جولوگ اللہ کو پہچان کر آخرت اور قیامت کے عقیدہ کے مقر ہوں گے اور اللہ کے سامنے حاضر ہونے اور سوال و جواب کی فکر رکھنے والے ہوں گے اوراس آخرت کی فکر کی بناء پر اللہ کی مقرر کردہ احکام وشریعت کے اس دنیوی زندگی میں پابند ہوں گے تو اس کو اس دنیا سے گزرنے کے بعد آخرت کے عالم میں ہرطرح کی سلامتی' راحت اور امن چین اور عیش وآرام کی زندگی ہمیشہ کے لئے میسر ہوگی جس پروہ اللہ کا شکر ادا کریں گے اور مزے سے دائمی طور پرخوش وخرم رہیں گے۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو آخرت کا فکراس دنیا میں عطا فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر (اُن کے جلدی مچانے کے موافق) جلدی سے نقصان واقع کردیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کیلئے جلدی مچاتے ہیں تو اُن کا وعدہ (عذاب) کبھی کا پورا ہو چکا ہوتا۔

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ

سو (اس لئے) ہم اُن لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اُن کے حال پر (بلا عذاب چندروز) چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے

دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ

تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیٹے بھی، بیٹھے بھی، کھڑے بھی۔ پھر جب ہم اس کی وہ تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہے کہ

اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

گویا جو تکلیف اسکو پہنچی تھی اس کے ہٹانے کیلئے کبھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال (بد) اُن کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں۔

وَلَوْ اور اگر	يُعَجِّلُ جلد بھیج دیتا	اللّٰهُ اللہ	لِلنَّاسِ لوگوں کو	الشَّرَّ برائی	اسْتِعْجَالَهُمْ جلد چاہتے ہیں	بِالْخَيْرِ بھلائی	لَقُضِيَ تو پھر ہو چکی ہوتی
اِلَيْهِمْ ان کی طرف	اَجَلُهُمْ انکی عمر کی میعاد	فَنَذَرُ پس ہم چھوڑ دیتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَرْجُوْنَ وہ امید نہیں رکھتے			
لِقَآءَنَا ہماری ملاقات	فِيْ میں	طُغْيَانِهِمْ ان کی سرکشی	يَعْمَهُوْنَ وہ بھٹکتے ہیں	وَاِذَا اور جب	مَسَّ پہنچتی ہے	الْاِنْسَانَ انسان	
الضُّرُّ کوئی تکلیف	دَعَانَا وہ ہمیں پکارتا ہے	لِجَنْۢبِهٖۤ اپنے پہلو پر	اَوْ یا	قَاعِدًا بیٹھا ہوا	اَوْ اور	قَآئِمًا کھڑا ہوا	فَلَمَّا پھر جب
كَشَفْنَا ہم دور کردیں	عَنْهُ اس سے	ضُرَّهٗ اس کی تکلیف	مَرَّ چل پڑا	كَاَنْ گویا کہ	لَّمْ يَدْعُنَاۤ ہمیں پکارا نہ تھا	اِلٰى کسی	ضُرٍّ تکلیف
مَّسَّهٗ اسے پہنچی	كَذٰلِكَ اسی طرح	زُيِّنَ بھلا کردکھایا	لِلْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والوں کو	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے		

اللہ تعالیٰ کا قانون مہلت اور مشرکین کی بے وقوفی

گذشتہ آیات میں منکرین آخرت کو عذاب نار کی وعید سنائی گئی تھی اور بتلایا گیا تھا کہ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ کفار اس پر تکذیب کی غرض سے کہا کرتے تھے کہ ہم تو عذاب کی دھمکی کو جب حق سمجھیں کہ ہم پر یہاں دنیا ہی میں عذاب نازل ہو جائے۔ منکرین آخرت جو دنیا کی نعمتوں اور راحتوں میں مسرور تھے یہ شبہ کیا کرتے تھے کہ اب کیوں خدا ہم کو ہمارے برے کاموں کی سزا نہیں دیتا۔ آخرت پر عذاب کو کیوں موقوف کر رکھا ہے۔ کفار مکہ اکثر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے سچے نبی ہیں تو ان کی مخالفت کرنے پر عذاب کیوں نہیں آتا اور ہم پر آسمان سے پتھر کیوں نہیں برستے اور ہم ہلاک کیوں نہیں کر دیئے جاتے۔ منکرین کے انہیں شبہات کا جواب یہاں دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ خدا ایسے مجرموں کو دنیا میں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت اور ڈھیل دیتا ہے حالانکہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ کبھی بے باک اور بے حیا بن کر خود اپنے اوپر جلد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں یا کبھی دنیا میں حوادث سے تنگ آ کر اپنے یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بددعائیں کرنے لگتے ہیں۔ اب اگر خدائے تعالیٰ ان کی درخواست اور دعا کے موافق فوراً ہاتھوں ہاتھ کوئی عذاب یا برائی اسی قدر جلد ان کو پہنچا دے جتنی جلد وہ بھلائی کے پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو بدی کے وبال سے ایک منٹ

بھی فرصت نہ پائیں اور کب کی ان کو موت آ چکی ہوتی اور ان کا نام نشان بھی نہ رہتا مگر اللہ تعالیٰ کے یہاں نیکی اور بدی دونوں میں حسب حکمت و مصلحت تاخیر وتحمل ہوتا ہے۔ تا کہ نیک لوگ تربیت پائیں اور بدکار اپنی غفلت اور سرکشی میں پڑ کر پیمانۂ شرارت لبریز کریں۔ تا کہ اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہو جائے اور یا عجب نہیں کہ کوئی اللہ کے اس حلم اور بردباری اور رحمت کو دیکھ کر شرمائے اور سنبھل جائے اور حق کو قبول کر لے۔ اس لئے منکرین اور مخالفین پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔ ویسے اللہ تعالیٰ کو ان کے پکڑنے پر ہر وقت قدرت ہے مگر وہ حلیم بھی ہے اور حکیم بھی ہے۔ اپنے لطف و کرم سے ان نادانوں کی پکڑ میں جلدی نہیں کرتا۔ یہ تو منکرین کو ان کے شبہات کا جواب دیا گیا کہ جس بنا پر فوری عذاب نہیں کرتا۔

انسان کی احسان فراموشی

آگے انسانوں کی ناشکری، ناسپاسی اور احسان فراموشی کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ یہ انسان اول تو بے باکی سے خود عذاب طلب کرتا اور برائی اپنی زبان سے مانگتا ہے مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں تکلیف پہنچی اور مصیبت اور سختی آئی تو غرور کا سارا نشہ کافور ہوا اور جب تک مصیبت رہی کھڑے لیٹے بیٹھے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا پھر جہاں تکلیف ہٹائی گئی سب کہا سنا بھول گیا۔ گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہی غرور، غفلت کا نشہ، وہی اکڑفوں رہ گئی جس میں پہلے مبتلا تھا۔

حق تعالیٰ نے کفار مکہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے کبھی کچھ تکلیفیں نازل کیں تا کہ متنبہ ہو جائیں اور سنبھل جائیں مگر ان کا حال یہ رہا کہ جب مصیبت نے آ پکڑا اور نہایت درماندہ اور عاجز ہوئے تو اس وقت اپنے بتوں کو بھول بیٹھے اور اس وقت خدا یاد آنے لگا۔ گویا مصیبت کے ایک تازیانے نے سمجھا دیا کہ شرک سراسر باطل ہے۔ پھر جب خدا تعالیٰ نے ان کی تکلیف اور سختی دور کر دی تو پھر خدا کو بھول بیٹھے اور بدستور اپنے پہلے طریق کفر و غفلت پر چلنے لگے اور ایسا خدا سے غافل ہوئے گویا کبھی خدا کو پکارا ہی نہ تھا۔

مقصود یہاں یہ بتلانا ہے کہ کافر انسان نزول بلا کے وقت بے صبر اور حصول نعمت کے وقت ناشکرا ہے۔ تکلیف کے وقت اسے خدا یاد آتا ہے اور راحت کے وقت خدا کو بھول جاتا ہے اور یہ اس کی بے ایمانی کی دلیل ہے اور مومن کامل وہ ہے جو کسی وقت اپنے خدا کو نہ بھولے۔ بلا اور مصیبت میں صابر رہے اور راحت و نعمت میں شاکر رہے۔ یہاں ان آیات میں اس حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا جا رہا ہے کہ توحید ایک فطری بات ہے۔ رنج و مصیبت کی حالت میں انسان کے اندر وجدانی طور پر یہ ولولہ اٹھتا ہے کہ ایک بالاتر ذات موجود ہے جو میرا دکھ درد دور کر سکتی ہے۔ گو جب پھر مصیبت دور ہو جاتی ہے تو پھر عیش و راحت کی غفلتوں میں پڑ کر اسے بھول جاتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ کفار و منکرین کی جس حالت کی شکایت آپ نے ان آیات میں فرمائی ہے تمام اہل اسلام کو اس حالت سے بچایئے اور رنج و غم اور مصیبت و تکلیف کے وقت تو آپ کو یاد کرنا اور پھر آپ کو بھول جانا اس سے ہم کو بچایئے۔

یا اللہ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم نے غفلت و جہل سے آخرت کی طرف سے غفلت برتی۔ یا اللہ اب ہماری آنکھیں کھول دے اور ہم کو ہر حال میں اور ہر آن میں اپنے سے صحیح و قوی تعلق نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ

(جس طرح ہم نے ابھی بیان کیا ہے) اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو (انواع عذاب سے) ہلاک کر دیا ہے جبکہ انہوں نے ظلم کیا (یعنی کفر و شرک) حالانکہ اُنکے پاس اُنکے پیغمبر بھی

وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۚ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ

دلائل لے کر آئے اور وہ (بوجہ غایت عناد کے) ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں (جیسا ہم نے ابھی بیان کیا ہے)

فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

پھر اُن کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے اُن کے تم کو آباد کیا تا کہ (ظاہری طور پر) ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا اور ہم نے ہلاک کر دیں	الْقُرُوْنَ اُمتیں	مِنْ سے	قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	لَمَّا جب	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا
وَجَآءَتْهُمْ اور ان کے پاس آئے	رُسُلُهُمْ ان کے رسول	بِالْبَيِّنٰتِ کھلی نشانیوں کے ساتھ	وَمَا اور نہ	كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ایمان لاتے تھے	
كَذٰلِكَ اسی طرح	نَجْزِي ہم بدلہ دیتے ہیں	الْقَوْمَ قوم	الْمُجْرِمِيْنَ مجرموں کی	ثُمَّ پھر	جَعَلْنٰكُمْ ہم نے بنایا تمہیں
خَلٰٓئِفَ جانشین	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مِنْ بَعْدِهِمْ ان کے بعد	لِنَنْظُرَ تا کہ ہم دیکھیں	كَيْفَ کیسے	تَعْمَلُوْنَ تم کام کرتے ہو

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ کفار اور منکرین حشر تکذیب کی غرض سے مطالبہ کیا کرتے تھے کہ عذاب واقعی کوئی چیز ہے تو ہم پر دنیا میں کیوں نہیں نازل ہوتا۔

اب یہ بتلایا جاتا ہے کہ اگر ان منکرین کی درخواست کے موافق جلدی اور فوری عذاب نہ آئے یا تکلیف و مصیبت آ کر ٹل جائے تو بے فکر نہیں ہونا چاہئے۔ ظلم و شرارت اور بے ایمانی کی سزا جلد یا بدیر مل کر رہے گی۔ سنت اللہ قدیم سے یہی ہے کہ جب لوگ انبیاء و مرسلین کے کھلے نشانات دیکھنے کے بعد بھی ظلم و تکذیب پر کمر بستہ رہے اور کسی طرح ایمان و تسلیم کی طرف نہ جھکے تو بالآخر آسمانی عذاب نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ہمیشہ مجرموں کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا ملتی رہی ہے اور ہلاکت سے ہمکنار ہونا پڑا ہے۔ ہلاکت کی دو صورتیں ہیں۔ باطنی و ظاہری۔ باطنی ہلاکت تو یہ ہے کہ بظاہر اگرچہ آدمی صحیح و سالم تنومند اور فارغ البال ہو مگر اس کا دل مردہ ہو۔ باطن اس کا مسخ ہو چکا ہو۔ نور ایمان کی ایک جھلک بھی کسی وقت اس کے دل پر نہ پڑتی ہو۔ اس کو جو بات اور تدبیر سوجھتی ہو وہ روحانی تباہی کا باعث ہو۔ ظاہری ہلاکت کے یہ معنی ہیں کہ تمام اسباب عیش اور سامان راحت فنا ہو جائے۔ اہل و عیال اور مال و منال برباد ہو جائے۔ نسل منقطع ہو جائے۔ زندگی تباہ ہو جائے۔ اور بالآخر ذلت کی موت آ جائے۔ یہاں آیت میں دونوں طرح کی ہلاکت مراد ہے۔

جملہ اہل مکہ بلکہ اہل عرب کو خطاب ہے اور سنانا مقصود روئے زمین کے کل انسانوں کو ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ دیکھو تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں اس دنیا میں گزری ہیں جنہوں نے حق عبودیت کو نہ پہچانا۔ پیغمبر اور انبیاء انکے سمجھانے کیلئے بھیجے گئے۔ واضح آیات اور کھلے کھلے نشانات دکھا کر راہ راست پر آنے کی دعوت دی گئی۔ لیکن انہوں نے ایک نہ سنی بالآخر جب انہوں نے حق کو نہ پہچانا اور صداقت کی تکذیب و انکار پر اصرار ہی کرتے رہے تو پھر خدا کی طرف سے انکو سزا دی گئی انکا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ انکے اونچے اونچے محل، سرسبز باغات اور تمام سامان عیش خاک میں مل گیا اور ابدی بربادی نصیب ہوئی۔ تو اگر تم یہ نہیں چاہتے کہ جو انجام نافرمان قوموں کا ہوا ہے وہی تمہارا ہو تو پچھلی قوموں کی تاریخ سے سبق لو اور ان غلطیوں کا اعادہ نہ کرو جو ان کی تباہی کا موجب ہوئیں۔ اب پہلوں کی بجائے تم کو زمین پر بسایا تا کہ دیکھا جائے کہ تم کہاں تک خالق و مخلوق کے حقوق پہچانتے ہو اور خدا کے پیغمبر کیساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔ نیک و بد جیسے عمل کرو گے اسی کے مناسب تم سے برتاؤ کیا جائے گا۔ عقل کا تقاضا یہی ہے کہ انسان پچھلوں سے عبرت پکڑے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ

اور جب اُن کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں، تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے (آپ سے) یوں کہتے ہیں، کہ

غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ۭ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ

اسکے سوا کوئی (پورا) دوسرا قرآن (ہی) لائیے یا (کم سے کم) اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں۔ بس

اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾

میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ڮ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا

آپ یوں کہہ دیجئے کہ اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ میں تم کو یہ (کلام) پڑھ کر سناتا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی تو میں ایک بڑے

مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ

حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں۔ پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔ سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا، جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا اُس کی آیتوں

كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾

جھوٹا بتلا دے۔ یقیناً ایسے مجرموں کو اصلا فلاح نہ ہوگی (بلکہ معذب ابدی ہوں گے)

وَاِذَا اور جب	تُتْلٰى پڑھی جاتی ہیں	عَلَيْهِمْ ان پر	اٰيٰتُنَا ہماری آیات	بَيِّنٰتٍ واضح	قَالَ کہتے ہیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	
لَا يَرْجُوْنَ امید نہیں رکھتے	لِقَآءَنَا ہم سے ملنے کی	ائْتِ تم لے آؤ	بِقُرْاٰنٍ کوئی قرآن	غَيْرِ هٰذَآ اس کے علاوہ	اَوْ یا		
بَدِّلْهُ بدل دو اسے	قُلْ آپ کہدیں	مَا يَكُوْنُ نہیں ہے	لِيْٓ میرے لئے	اَنْ کہ	اُبَدِّلَهٗ اُسے بدلوں	مِنْ سے	تِلْقَآئِ جانب
نَفْسِيْ اپنی	اِنْ اَتَّبِعُ میں نہیں پیروی کرتا	اِلَّا مَا مگر جو	يُوْحٰٓى وحی کی جاتی ہے	اِلَيَّ میری طرف	اِنِّيْٓ بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	
اِنْ اگر	عَصَيْتُ میں نے نافرمانی کی	رَبِّيْ اپنا رب	عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ دن	عَظِيْمٍ بڑا	قُلْ آپ کہدیں	
لَوْ شَآءَ اللّٰهُ اگر چاہتا اللہ	مَا تَلَوْتُهٗ نہ پڑھتا میں اسے	عَلَيْكُمْ تم پر	وَلَآ اَدْرٰىكُمْ اور نہ خبر دیتا تمہیں	بِهٖ اس کی			
فَقَدْ لَبِثْتُ تحقیق میں رہ چکا ہوں	فِيْكُمْ تم میں	عُمُرًا ایک عمر	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے	اَفَلَا سو کیا نہ	تَعْقِلُوْنَ عقل سے کام لیتے تم		
فَمَنْ سو کون	اَظْلَمُ بڑا ظالم	مِمَّنِ اس سے جو	افْتَرٰى باندھے	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	كَذِبًا جھوٹ	اَوْ كَذَّبَ یا جھٹلائے	
بِاٰيٰتِهٖ اس کی آیتوں کو	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَا يُفْلِحُ فلاح نہیں پاتے	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم				

قرآن کریم کے ساتھ مشرکین کے رویہ کا جواب

آگے اس معاملہ کا ذکر ہے جو قرآن کریم یا پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یا خداوند قدوس عزوجل کے ساتھ انہوں نے کیا۔ مشرکین عرب اور منکرین حشر پیغمبر اسلام کی صداقت وفضیلت سے تو انکار نہیں کرسکتے تھے لیکن بت پرستی یا ان کے مخصوص عقائد و رسوم کا رد ہوتا تو وحشت کھاتے اور ناک بھوں چڑھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر یا تو دوسرا قرآن لے آیئے جس میں یہ مضامین نہ ہوں اور اگر یہی قرآن رہے تو اتنے حصہ میں ترمیم کر دیجئے جو بت پرستی وغیرہ کی مذمت وغیرہ سے متعلق ہے۔ جن لوگوں نے پتھر کی مورتیوں پر خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے تھے ان کی ذہنیت سے کچھ بعید نہیں کہ ایک پیغمبر کو اس طرح کے تصرفات و اختیارات کا مالک فرض کرلیں یا ان کا یہ کہنا بھی محض الزام اور استہزاء کے طور پر ہوگا۔ بہرحال اس کا تحقیقی جواب دیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ کسی فرشتہ یا پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے کلام الٰہی میں ترمیم کر کے ایک شوشہ بھی تبدیل کرسکے۔ پیغمبر کا فرض یہ ہے کہ جو وحی خدا کی طرف سے آئے بلاکم وکاست اس کے حکم کے موافق چلتا رہے۔ وہ خدا کی وحی کا تابع ہوتا ہے۔ خدا اس کا تابع نہیں ہوتا کہ جیسا کلام تم چاہو خدا کے یہاں سے لاکر پیش کردے۔ وحی الٰہی میں ادنیٰ سے ادنیٰ تصرف اور قطع برید کرنا بڑی بھاری معصیت اور جرم ہے۔ پھر جو معصوم بندے خدا کا سب سے زیادہ ڈر رکھتے ہیں یعنی انبیاء علیہم السلام وہ ایسی بات کے قریب کہاں جاسکتے ہیں۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے بتلایا گیا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان منکرین کو جواباً آپ کہہ دیجئے کہ جو خدا کو منظور ہوتا ہے اور اللہ چاہتا ہے میں وہی تمہارے سامنے پڑھتا ہوں اور جتنا وہ چاہتا ہے میرے ذریعہ سے تم کو خبردار کرتا ہے اور اگر وہ اس کے خلاف چاہتا تو میری کیا طاقت تھی کہ خود اپنی طرف سے ایک کلام بنا کر اس کی طرف منسوب کردیتا۔

آخر میرے عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گزرے۔ اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا۔ میری امانت ودیانت تم میں ضرب المثل رہی۔ میرا امی ہونا اور کسی ظاہری معلم سے لکھنا پڑھنا نہ سیکھنا ایک معروف و مسلم واقعہ ہے۔ پھر چالیس برس تک جس نے نہ کتاب کھولی ہو نہ قلم ہاتھ میں لیا ہو۔ نہ کسی درسگاہ میں بیٹھا ہو نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو نہ کوئی شعر کہا ہو۔ دفعۃً ایسا کلام بنا لائے جو اپنی فصاحت و بلاغت، شوکت، سلاست وروانی سے جن وانس کو عاجز کردے۔ اس کے علوم وحقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ جائیں۔ ایسا مکمل اور عالمگیر قانون ہدایت نوع انسانی کے ہاتھوں میں پہنچائے کہ جو ابدی حیات اور نئی زندگی بخشنے والا ہو تو یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ تم کو سوچنا چاہئے کہ جس انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو کیا وہ ایک دم ایسی جسارت کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھے اور افترا کرنے لگے۔ لامحالہ ماننا پڑے گا کہ جو کلام الٰہی تم کو سناتا ہوں اس کے بنانے یا پہنچانے میں مجھے کوئی اختیار نہیں۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے میری زبان سے تم کو سنواتا ہے۔ ایک نقطہ یا زیر وزبر تبدیل کرنے کا کسی مخلوق کو حق حاصل نہیں۔ یہ جواب دیا گیا کفار مشرکین کے اس مطالبہ کا کہ یا تو دوسرا قرآن لے آیئے یا اس میں ترمیم کر دیجئے جو ہمارے عقائد کے خلاف نہ ہو جس میں بت پرستی اور ہمارے بتوں کی مذمت نہ ہو۔

تم ہی بتاؤ کہ حق پر کون ہے اور باطن پر کون؟

آگے فرمایا جاتا ہے کہ تم ان دو باتوں کا انکار نہیں کرسکتے ایک تو جو شخص اللہ پر افترا کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں اور دوسرے جو کسی سچے کو جھٹلائے وہ بھی سب سے بڑھ کر شریر انسان ہے اب تم خود فیصلہ کرلو کہ ظالم اور مجرم کون ہے؟ اوپر جو دلیل بیان کی گئی اس سے میرا سچا ہونا ثابت ہے پس تم جو جہل و عناد سے خدا کے کلام کو جھٹلا رہے ہو تو اب روئے زمین پر تم سے بڑھ کر ظالم اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ اور اللہ کا یہ قانون کہ مجرموں کو فلاح نہیں دیا کرتا چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ صادر ہوگیا کہ جو جھٹلا رہے تھے ان کا نام ونشان بھی نہیں رہا۔

حامل شریعت (صلی اللہ علیہ وسلم)

ان آیات میں اس حقیقت کو صاف تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم صرف حامل شریعت ہیں۔ بانی شریعت نہیں۔ احکام الٰہی کا اتباع آپ پر بھی اسی درجہ میں ضروری تھا جتنا کسی اور فرد بشر پر۔ فقہا نے یہیں سے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ بدعت نہایت سخت جرم ہے۔ دین میں نئی بات پیدا کرنے کا حق جب معصوم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام تک کو حاصل نہ تھا تو کسی غیر معصوم کو کب اس کا حوصلہ ہوسکتا ہے۔ پھر قرآن کریم کے منجانب اللہ اور کلام الٰہی ہونے کی جو دلیل یہاں دی گئی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اے اہل مکہ میں نے تمہارے سامنے نزول قرآن سے پہلے چالیس سال کی طویل مدت گزاری ہے اور اس زمانہ میں تم میرے چال چلن اور صدق و دیانت و امانت کا تجربہ کرچکے ہو کہ میں نے تمام عمر کبھی کسی دنیوی معاملہ میں جھوٹ نہیں بولا تو چالیس برس کے بعد یک لخت بیٹھے بٹھائے خدا پر کیسے بہتان باندھ سکتا ہوں اور کوئی جھوٹ بات کیسے کہہ سکتا ہوں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جو ہم کو دین حق دین اسلام نصیب ہوا۔ یا اللہ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا ظاہر میں اور باطن میں کامل اتباع نصیب فرما اور قرآن کے احکام کی فرمانبرداری نصیب فرما کہ ہم کو دین و دنیا دونوں جہاں میں صلاح وفلاح نصیب ہو۔

یا اللہ جیسے پہلے کفار ومشرکین آپ کے پیغمبروں کو جھٹلانے والے تباہ و برباد ہوئے۔ ایسے ہی اب بھی دشمنان دین اسلام کو جو امت مسلمہ کو مٹانے اور ظلم وستم کرنے پر کمربستہ ہیں۔ ہلاکت ظاہری و باطنی نصیب فرما۔ یا اللہ گذشتہ قوموں کے حالات سے ہم کو عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا

اور یہ لوگ اللہ (کی توحید) کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انکو ضرر پہنچا سکیں اور نہ اُن کو نفع پہنچا سکیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں،

عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ

آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم خدا تعالیٰ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو خدا تعالیٰ کو معلوم نہیں، نہ آسمان میں اور نہ زمین میں۔ وہ پاک

وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۱۸ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا

اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ اور تمام آدمی ایک ہی طریقے کے تھے پھر (اپنی کجروائی سے) انہوں نے اختلاف پیدا کرلیا،

كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۹

اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھیر چکی ہے، تو جس چیز میں یہ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطعی فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا۔

وَيَعْبُدُوْنَ اور وہ پوجتے ہیں	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	مَا جو	لَا يَضُرُّهُمْ نہ ضرر پہنچا سکے انہیں	وَ اور	لَا يَنْفَعُهُمْ نہ نفع دے سکے انہیں	
وَ اور	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	هٰٓؤُلَآءِ یہ سب	شُفَعَآؤُنَا ہمارے سفارشی	عِنْدَ اللّٰهِ اللہ کے پاس	قُلْ آپ کہدیں	اَتُنَبِّـُٔوْنَ کیا تم خبر دیتے ہیں	
اللّٰهَ اللہ	بِمَا اس کی جو	لَا يَعْلَمُ وہ نہیں جانتا	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَ اور	لَا نہ	فِي الْاَرْضِ زمین مین	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے
وَتَعٰلٰى اور بالاتر	عَمَّا اس سے جو	يُشْرِكُوْنَ وہ شرک کرتے ہیں	وَمَا كَانَ اور نہ تھے	النَّاسُ لوگ	اِلَّآ مگر	اُمَّةً وَّاحِدَةً امت واحدہ	
فَاخْتَلَفُوْا پھر انہوں نے اختلاف کیا	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ	كَلِمَةٌ بات	سَبَقَتْ پہلے ہوچکی	مِنْ سے	رَّبِّكَ تیرا رب	لَقُضِيَ تو فیصلہ ہوجاتا
بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	فِيْمَا اس میں جو	فِيْهِ اس میں	يَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے ہیں				

مشرکین کے توہمات وخوش فہمیوں کی تردید

کفار مکہ اور مشرکین عرب کا عقیدہ تھا کہ دنیا کی ہر مصیبت کو ہمارے معبود سفارش کر کے دور کرا دیتے ہیں۔ ہر کام کے دیوتا مختار ہیں۔ اگر بالفرض عذاب وثواب کا جھگڑا ہوا بھی تو ہمارے یہ معبود سفارش اور شفاعت کر کے ہم کو رہا کرالیں گے۔ اس کے رد میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بتلایا کہ اللہ کو چھوڑ کر کفار ایسے باطل اور بے حقیقت معبودوں کی پرستش کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع۔ اگر ان کی پرستش کی جائے تو فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور پرستش نہ کی جائے تو ضرر نہیں دے سکتے۔ پھر ان کی عبادت کس خوف و رجاء کی وجہ سے ہے؟ جب مشرکوں سے یہ پوچھا جاتا تو کہتے کہ بیشک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے مگر ان بتوں کو خوش رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرا دیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کر کے ہم کو چھڑا لیں گے۔ باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے اس بناء پر ہم کو ان کی عبادت کرنا چاہئے۔ عرب کے مشرکوں کا تو یہی عقیدہ تھا۔ عیسائی بھی اسی کے قائل ہیں کہ مسیح سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ وہ باپ سے سفارش کر کے ہم کو عذاب سے بچا لیں گے۔ لیکن یہ ان کی خام خیالی ہے۔ بتوں کا

سفارشی ہونا اور سفارشی کا مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کے رد میں بتلایا کہ اللہ کے علم میں تمہارے سفارشیوں کا وجود ہی نہیں اور اللہ کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں۔ پھر جب ایسے سفارشیوں کی ہستی کا علم آسمانوں وزمین میں کہیں خدا کو نہیں تو تم کہاں سے ایسے سفارشی لا سکتے ہو۔ یہ ایک نہایت لطیف انداز بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ تو جانتا نہیں کہ زمین یا آسمان میں کوئی اس کے حضور تمہاری سفارش کرنے والا ہے پھر یہ تم کن سفارشیوں کی اس کو خبر دے رہے ہو؟ یہ تمہارے خیالات فاسدہ ہیں۔ اللہ کے کارخانۂ قدرت میں ایسے سفارشی شریک نہیں ہو سکتے۔ وہ شریکوں سے پاک اور بری ہے۔ اس کی مرضی ومشیت میں کسی کو دخل نہیں۔

اللہ کا دین ایک ہی رہا ہے

مشرکین عرب لاجواب ہو کر کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم اگر دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں اور بتوں کو پوجتے ہیں تو یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ سے یوں ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ قدیم سے یہی دستور تھا۔ خدا نے ان کی پرستش کو تمہارے دین میں منع کیا ہوگا ہمارے دین میں منع نہیں کیا۔ اس کی تردید کرتے ہوئے جواب دیا جاتا ہے کہ تمہارا یہ کہنا غلط ہے۔ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر مدت دراز تک سب لوگ فطرت کے موافق ایک ہی ملت اور ایک ہی گروہ یعنی موحد اور مومن تھے۔ کچھ مدت کے بعد فطرت الٰہیہ کے خلاف کجرووں اور گمراہوں نے اہل توحید سے اختلاف کر کے بت پرستی اور گمراہی اختیار کر لی۔ جب لوگ بہک کر جدا جدا ہو گئے خدا نے ان کو سمجھانے اور دین حق پر لانے کو انبیاء بھیجے۔ کسی زمانہ اور کسی ملت میں خدا نے شرک کو جائز نہیں رکھا۔ تو بت پرستی قدیم نہیں ہے بلکہ توحید قدیم ہے بت پرستی تو بعد کی انسانی دماغ کی ایجاد ہے۔

بت پرستی کی ابتداء کب اور کیسے ہوئی؟

روایات حدیث اور سیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے تک ایک ہی امت ایک ہی قوم موحدین کی تھی۔ شرک وکفر وبت پرستی کا نام نہ تھا۔ نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شرک وکفر ظاہر ہوا۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کو کفر وشرک کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک ایک کافی طویل زمانہ ہے۔ توراۃ کے بیان کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کی دسویں پشت میں ہیں۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح میں بتوں کی پوجا بزرگوں کی پرستش سے شروع ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ کے بیان کے مطابق بت پرستی کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہو گیا جن کے نام ودؔ سواعؔ یغوثؔ اور یعوق نسرہ تھے۔ لوگوں نے ان کی تصاویر بنالیں تا کہ ان کے احوال اور عبادت وغیرہ کی یاد تازہ رہے۔ کچھ مدت کے بعد ان صورتوں کے مجسمے تیار کر لئے حتیٰ کہ کچھ دنوں بعد ان کی پرستش ہونے لگی اور یہ بت ان ہی بزرگوں کے نام سے موسوم کئے گئے۔ چنانچہ انبیائے اولوالعزم کا سلسلہ حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہوا اور وحی الٰہی سے سرتابی کرنے والوں پر اول عذاب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا۔ الغرض آدم علیہ السلام دنیا میں عقیدۂ توحید لے کر آئے اور ان کی اولاد اور نسل بھی ایک زمانہ تک انہی کے عقیدہ اور طریقہ توحید پر رہی۔ پھر بعد میں بعض نے اپنی کجروی سے اختلاف پیدا کیا اور توحید سے پھر کر شرک اختیار کیا۔ اس طرح شرک وبت پرستی قدیم نہیں، بلکہ توحید قدیم ہے اور بت پرستی صدیوں بعد کی چیز ہے جو شیطانی اغوا سے رائج ہوئی۔

ایک سوال کا جواب

اب یہاں ایک شبہ اور سوال یہ ہو سکتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس اختلاف کو شروع ہی سے کیوں نہ مٹا دیا؟ تو اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ لوگوں کے باہمی اختلافات کو زبردستی اس لئے نہیں مٹایا گیا کہ پہلے سے خدا کے علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ یہ دنیا دار العمل ہے۔ آزمائش اور امتحان کی جگہ ہے۔ قطعی اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں۔ یہاں انسانوں کو کسب واختیار دے کر قدرے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو راہ عمل چاہیں اختیار کریں اگر یہ بات پیشتر طے نہ ہو چکی ہوتی تو سارے اختلافات کا قطعی فیصلہ ایک دم کر دیا جاتا یعنی دنیا ہی میں

مشرکین اور مکذبین کو ہلاک کر دیا جاتا اور اہل حق کو بچا لیا جاتا اور عذاب کے ذریعہ حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا مگر اس نے اپنی حکمت سے آخری اور قطعی فیصلہ کیلئے قیامت کا دن مقرر کیا ہے۔ اس لئے کافروں پر دنیا میں فیصلہ کن عذاب نازل نہیں ہوتا جس کو وہ اپنی نادانی سے یہ سمجھتے ہیں کہ خدا ہم سے اور ہمارے دین سے راضی اور خوش ہے۔ جب تو ہمیں دنیا میں یہ برتری و بالائی اور ترقی وخوشحالی نصیب ہے۔ اس باطل نظریہ کی قرآن کریم نے کئی جگہ صاف صاف تردید فرمائی ہے۔ گذشتہ سورۂ توبہ ہی میں یہ آیت گزر چکی ہے۔ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ۚ اِنَّمَا لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ یعنی جب یہ کفار و منافقین ایسے مردود ہیں تو ان کے اموال اور اولاد آپ کو اس تعجب میں نہ ڈالیں کہ ایسے غیر مقبول مردود لوگوں کو اتنے انعامات کس طرح عطا ہوئے کیونکہ واقع میں ان کے لئے نعمت نہیں ایک قسم کا عذاب ہی ہے۔ کیونکہ اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں بھی ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جاوے۔ جس سے آخرت میں بھی گرفتار عذاب ہوں تو جس مال و اولاد کا یہ انجام ہو اس کو انعام سمجھنا ہی غلطی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہر طرح کے نفع و نقصان کے حقیقی مالک آپ ہی ہیں۔ اور بغیر آپ کے حکم کے نہ کوئی کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔

یا اللہ ہمیں اس عقیدہ پر یقین کامل نصیب فرمایئے۔

یا اللہ ہر طرح کے شرک سے ہمارے قلوب کو پاک رکھئے اور مرتے دم تک ہماری حفاظت فرمایئے اور توحید کامل کے ساتھ اس جہان سے کوچ کر کے آخرت کی طرف جانا نصیب فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانتَظِرُوا إِنِّي

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا۔ سو آپ فرما دیجئے کہ غیب کی خبر صرف خدا کو ہے (مجھ کو نہیں) سو تم بھی منتظر رہو

مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا

میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے

لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٢١﴾

میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا۔ بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے ہیں۔

وَ اور	يَقُولُونَ وہ کہتے ہیں	لَوْلَا أُنزِلَ اگر نہ اتری	عَلَيْهِ اس پر	آيَةٌ کوئی نشانی	مِّن رَّبِّهِ اس کے رب سے	فَقُلْ تو کہدیں		
إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	الْغَيْبُ غیب	لِلَّهِ اللہ کیلئے	فَانتَظِرُوا سو تم انتظار کرو	إِنِّي میں	مَعَكُم تمہارے ساتھ	مِّنَ سے		
الْمُنتَظِرِينَ انتظار کرنے والے	وَإِذَا اور جب	أَذَقْنَا ہم چکھائیں	النَّاسَ لوگ	رَحْمَةً رحمت	مِّن بَعْدِ بعد	ضَرَّاءَ تکلیف		
مَسَّتْهُمْ انہیں پہنچی	إِذَا اس وقت	لَهُم ان کیلئے	مَّكْرٌ حیلہ	فِي میں	آيَاتِنَا ہماری آیات	قُلِ آپ کہدیں	اللَّهُ اللہ	
أَسْرَعُ سب سے جلد	مَكْرًا خفیہ تدبیر	إِنَّ بیشک	رُسُلَنَا ہمارے فرشتے	يَكْتُبُونَ وہ لکھتے ہیں	مَا تَمْكُرُونَ جو تم حیلہ سازی کرتے ہو			

مشرکین کی فرمائشیں اوران کا جواب

مشرکین عرب کی ایک عادت یہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی اپنی خواہش اور منشا کے موافق معجزات طلب کیا کرتے تھے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تمام انبیاء سے زائد تھے۔ ظاہری بھی اور معنوی بھی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو جمیع اقسام عالم میں معجزات عنایت فرمائے۔ درحقیقت آپ کی تو ساری زندگی سرتاپا معجزہ ہی تھی لیکن یہ سب جویائے حق اور اہل بصیرت کے لئے تھی۔ باقی جو ازلی کافر اور معاند و متعصب تھے وہ از راہ عناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغلوب کرنے کی نیت سے بیہودہ طور پر فرمائشی معجزات طلب کرتے تھے۔ کبھی کہتے کہ یہ پہاڑ سونے کا ہو جائے۔ کبھی کہتے کہ فرشتے اتر کر ہم سے آپ کی رسالت و صداقت کا اظہار کریں۔ کبھی کہتے کہ فلاں فلاں کھانوں کا خوان آسمان سے نازل ہو جائے وغیرہ وغیرہ۔ غرض اسی قسم کی بے سروپا باتیں کرتے۔ ایک تو اس قسم کی فرمائشوں کی تکمیل ضابطۂ قدرت اور قانون نبوت کے خلاف تھی دوسرے یہ کہ یہ طلب معجزات معاندانہ تھی نہ کہ تحقیق حق کی راہ سے۔ چونکہ کسی معجزہ یا نشانی سے انہیں تسکین مقصود ہی نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے کوئی اعجازی واقعہ یا حال دیکھتے تو اس کی کوئی مادی تاویل اور توجیہ پیدا کر لیتے اور اس پر اعتراض کر کے جھٹ دوسرے معجزہ کی فرمائش شروع کر دیتے۔ یہاں ان آیات میں اسی کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ کفار یہ کہتے ہیں کہ جن نشانیوں یا معجزات کی وہ فرمائش کرتے تھے ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری؟ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفار سے کہہ دیجئے کہ صداقت کے نشان پہلے بہت دیکھ چکے ہو۔ فرمائشی نشان دکھلانا ضروری نہیں۔ نہ چنداں مفید ہے۔ آئندہ جو خدا کی مصلحت ہوگی وہ نشان دکھلائے گا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے کہ مستقبل میں کس شان اور نوعیت کے نشان ظاہر کرے گا سو تم جیسے معاندین کا جواب اتنا ہی ہے کہ تم نتیجہ کے منتظر رہو

ہم بھی انتظار کرتے ہیں کہ تمہاری اس تکذیب کا نتیجہ کیا ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی عنقریب دیکھ لو گے کہ خدا تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان کیا فیصلہ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ حق کو باطل پر غلبہ دے گا۔

مشرکوں کی حیلہ سازیاں

آگے کفار کی ایک دوسری حالت کا بیان ہے کہ جن پر حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرنے کے باعث سات سال کا قحط مسلط کیا اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ بھوک کی وجہ سے مردار کی کھال اور درختوں کے پتے اور چھال تک کھا گئے۔ جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اٹھ جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ نے دفع قحط کی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بلا دفع کی۔ خوب بارش ہوئی اور فراخی حاصل ہوئی۔ اس وقت لازم تھا کہ کفر کو چھوڑ کر ایمان کی طرف رخ کرتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔ جونہی قحط دفع ہوا اور فراخی حاصل ہوئی پھر وہی شرارتیں کرنے لگے۔ بجائے اس کے کہ آپ کی دعا سے سات سالہ قحط شدید کے دور ہونے کو خدا کی قدرت اور نعمت کا کرشمہ اور آپ کی نبوت و صداقت کا نشان جان کر ایمان لاتے خدا کی آیتوں کو پھر جھٹلانے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر طعن اور جرح کرتے۔ اور اس انعام الٰہی کی نسبت ستاروں کی طرف کرنے لگے کہ یہ بارش فلاں ستارے اور فلاں برج کی تاثیر سے ہوئی ہے۔ اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے ان کفار کو جواب دیا گیا کہ اچھا تم خوب مکر و فریب اور حیلہ بازی کر لو مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری حیلہ سازیاں ایک ایک کر کے لکھی جا رہی ہیں۔ وہ سارا دفتر قیامت کے دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ پھر جب تمہاری کوئی حیلہ بازی فرشتوں سے مخفی نہیں تو خدا کے علم محیط سے کہاں باہر رہ سکتی ہے۔ تم اپنے مکر اور حیلہ سازی پر مغرور ہو حالانکہ خدا کی خفیہ تدبیر تمہارے مکر و تدبیر سے کہیں تیز ہے۔ وہ مجرم کی باگ اتنی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ مجرم کو نشہ غفلت میں چور ہو کر سزا کا تصور بھی نہیں آتا۔ جب پیمانہ شقاوت لبریز ہو جاتا ہے تو دفعۃً پکڑ لیا جاتا ہے۔ لہٰذا عاقل کو چاہئے کہ خدا کی نرمی اور بردباری اور خوش کن حالات کو دیکھ کر مغرور نہ ہو نہ معلوم نرمی کے بعد کیسی سختی آنے والی ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ شکوک و شبہات اور نفسانی اور شیطانی وساوس و خطرات سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرما اور ہم کو اپنے وعدہ اور وعید پر یقین صادق نصیب فرما۔ یا اللہ ہمیں جو احکام آپ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی کتاب کے واسطہ سے پہنچے ہیں ان پر ایمان کامل نصیب فرما اور دین و آخرت سے غفلت سے ہمیں بالکلیہ محفوظ و مامون فرما۔ یا اللہ ہمیں ہر حال میں اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ

وہ اللہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب (بعض اوقات) تم کشتی میں سوار ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں

طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِن كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا

اور وہ لوگ ان (کی رفتار) سے خوش ہوتے ہیں (اس حالت میں دفعتہً) اُن پر ایک جھونکا (مخالف) ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے اُن پر موجیں اُٹھی چلی آتی ہیں؛

أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ

اور وہ سمجھتے ہیں؛ کہ (برے) آگھرے (اس وقت) سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں (کہ اے اللہ) اگر آپ ہم کو اس (مصیبت) سے بچالیں تو ہم ضرور

مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّا أَنجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ

حق شناس (مؤحد) بن جاویں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ اُن کو (اس مہلکہ سے) بچالیتا ہے؛ تو فوراً ہی وہ (اطراف واقطار) زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو!

إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنفُسِكُم ۖ مَّتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُم بِمَا

(سُن لو) یہ تمہاری سرکشی تمہارے لئے وبال (جان) ہونے والی ہے۔ (بس) دنیوی زندگی میں (چندے اس سے) حظ اُٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم سب کو آنا ہے۔

كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾

پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے (اور اس کی سزا دیں گے)

هُوَ وہی	الَّذِي جوکہ	يُسَيِّرُكُمْ تمہیں چلاتا ہے	فِي الْبَرِّ خشکی میں	وَالْبَحْرِ اور دریا	حَتَّىٰ یہاں تک	إِذَا جب	كُنتُمْ تم ہو
فِي الْفُلْكِ کشتی میں	وَجَرَيْنَ اور وہ چلیں	بِهِم ان کے ساتھ	بِرِيحٍ ہوا کے ساتھ	طَيِّبَةٍ پاکیزہ	وَفَرِحُوا اور وہ خوش ہوئے	بِهَا اس سے	
جَاءَتْهَا اس پر آئی	رِيحٌ ایک ہوا	عَاصِفٌ تند و تیز	وَجَاءَهُمُ اور ان پر آئی	الْمَوْجُ موج	مِن سے	كُلِّ مَكَانٍ ہر جگہ	
وَظَنُّوا اور انہوں نے جان لیا	أَنَّهُمْ کہ وہ	أُحِيطَ گھیر لیا گیا	بِهِمْ انہیں	دَعَوُا وہ پکارنے لگے	اللَّهَ اللہ	مُخْلِصِينَ خالص ہو کر	لَهُ اس کے
الدِّينَ دین	لَئِنْ البتہ اگر	أَنجَيْتَنَا تو نجات دے ہمیں	مِنْ سے	هَٰذِهِ اس	لَنَكُونَنَّ تو ہم ضرور ہوں گے	مِنَ سے	الشَّاكِرِينَ شکر گزار
فَلَمَّا پھر جب	أَنجَاهُمْ انہیں نجات دے دی	إِذَا اس وقت	هُمْ وہ	يَبْغُونَ سرکشی کرنے لگے	فِي میں	الْأَرْضِ زمین	بِغَيْرِ الْحَقِّ ناحق
يَا أَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو	إِنَّمَا اس کے سوا نہیں	بَغْيُكُمْ تمہاری شرارت	عَلَىٰ پر	أَنفُسِكُم تمہاری جانیں	مَّتَاعَ فائدے	الْحَيَاةِ زندگی	
الدُّنْيَا دنیا	ثُمَّ پھر	إِلَيْنَا ہماری طرف	مَرْجِعُكُمْ تمہیں لوٹنا	فَنُنَبِّئُكُم پھر ہم بتلا دیں گے تمہیں	بِمَا وہ جو	كُنتُمْ تَعْمَلُونَ تم کرتے تھے	

مشرکین کی عجیب صورتحال

گذشتہ آیات میں مشرکین کی ایک معاندانہ حالت کا ذکر ہوا تھا کہ جب ان کے سر پر کوئی بڑی مصیبت پڑتی ہے تو اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اور

جب اللہ نے وہ سختی اور مصیبت ہٹا دی تو پھر اعراض اور کفران نعمت کرنے لگتے ہیں اور آیات الٰہیہ کے ساتھ تکذیب اور استہزاء سے پیش آنے کی شرارت کرنے لگتے ہیں۔ جس پر انہیں سزا کی وعید سنائی گئی تھی۔

مشرکین کی ناشکری کی ایک دلیل

مشرکین کی اسی عادت اور خصلت سے متعلق ایک مثال بحری سفر کی یہاں ان آیات میں بیان فرمائی جاتی ہے اور مشرکین عرب کی نافرمانی اور کفران نعمت اور ناحق شناسی کی جس سے تصدیق ہوتی ہے۔ جس پر انہیں زجر و تنبیہ فرمائی جاتی ہے۔ چنانچہ جب کشتیوں میں سوار ہو کر لوگ دریائی یا سمندری سفر کو نکلتے ہیں اور ہوا خوشگوار اور موافق ہوتی ہے تو کشتیاں خوب چلتی ہیں تو مسافر خوش وخرم ہنستے کھیلتے آرام سے چلے جاتے ہیں لیکن جب ہوا مخالف ہوئی۔ تند جھونکے آنے لگے اور طوفانی صورتحال زور پر ہوئی اور چاروں طرف سے پانی کے پہاڑ اٹھ کر کشتی یا جہاز سے ٹکرانے لگے اور موجوں نے ہر طرف سے گھیر لیا اور غرق ہو جانے کا یقین ہو گیا اور سمجھ لیا کہ اب ہر طرف سے موت کے منہ میں گھر گئے۔ بھاگنے اور نکلنے کی کوئی سبیل نہیں تو سارے فرضی معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد قادر مطلق کو پکارنے لگتے ہیں جو اصل فطرت انسانی کا تقاضا تھا۔ ہر چیز سے مایوس ہو کر خالص خدا کی بندگی کے عہد و پیمان کرنے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر اس مصیبت سے خدا نے نجات دی تو ہمیشہ اس کے شکر گزار رہیں گے۔ کوئی بات کفران نعمت کی نہ کریں گے لیکن جب اللہ نے بچا دیا اور بیڑا پار لگ گیا اور کشتی منزل مقصود پر پہنچ گئی اور ساحل پر امن نصیب ہوا تو پھر شرارتیں اور سرتابی شروع کر دیتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں اور حسب سابق کفر و شرک کرنے لگتے ہیں۔ اور جو وعدہ مصیبت کے وقت انہوں نے اللہ سے کیا تھا اسے بھلا دیتے ہیں حق تو یہ تھا کہ جب اللہ نے ان کی جان بچا دی تھی تو شکر کرتے مگر بجائے اس کے شرک کرنے لگے۔

اس شرک و شرارت کا انجام

آگے تمام کو یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ سے خطاب فرما کر کہا گیا کہ اے لوگو! اس شرارت شرک انگیزی اور نافرمانی کا نتیجہ بدخود تم کو اٹھانا پڑے گا اور تمہاری شرارتوں کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔ تم خیال کرتے ہو کہ ہم خدا کو دھوکہ دے کر کامیاب ہو گئے۔ مال و دولت صحت و قوت سب کچھ حاصل ہم کو حاصل ہو گیا۔ اب کوئی ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ تو یہ خیال تمہارا غلط ہے۔ خوب یاد رکھو کہ دنیا کے جس عیش و طرب، مال و منال اور اہل و عیال پر پھولے ہوئے ہو وہ چند روزہ ہے۔ ناپائیدار ہے۔ فانی ہے۔ دنیوی زندگانی کے مزے اور آرام عنقریب ائل ہونے والے ہیں۔ کچھ دنوں عیش کر لو۔ آخر میں تو تم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت تمہارا سب کیا دھرا آگے آئے گا۔ اس وقت اپنے کئے کو سزا ملے گی اور اپنے اعمال کی پاداش بھگتنی ہوگی اور معلوم ہوگا کہ اپنے کرتوتوں کا یہ نتیجہ ہے۔

عکرمہ بن ابو جہل کا واقعہ

ان آیات کے تحت شیخ الاسلام حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تنبیہ لکھی ہے کہ ان آیات میں ان مدعیان اسلام کے لئے بڑی عبرت ہے کہ جو جہاز کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد ذوالجلال کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ابو جہل کے بیٹے عکرمہ مسلمان نہ ہوئے تھے اور مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا۔ سمندر میں کچھ دور سفر کرنے پر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا۔ ملاح نے مسافروں سے کہا کہ اب ایک خدا کو پکارو۔ وہی بچا سکتا ہے عکرمہ نے یہ سن کر کہا کہ یہ ہی تو ایک خدا ہے جس کی طرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو بلاتے ہیں۔ اگر بحر یعنی پانی میں رب محمد کے بغیر نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے اور دعاء کی کہ اے خدا اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اخلاق کریمانہ سے میری تقصیرات کو معاف فرماویں گے۔ چنانچہ طوفان سے بچ کر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مشرف باسلام ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ اپنی نعمتوں کی حقیقی شکر گزاری کی توفیق ہم کو عطا فرمائیں۔ یا اللہ اس دنیوی زندگی میں غفلت سے ہمارے قلوب کی حفاظت فرمایئے اور اپنے ذکر و فکر سے ہمارے دلوں کو آباد رکھئے۔ یا اللہ ہر حال میں ہم کو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری نصیب ہو اور ہر حال میں ہم آپ ہی کو پکارنے والے ہوں۔ (آمین) وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ أَنزَلْنَٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهِۦ نَبَاتُ الْأَرْضِ

بس دنیاوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا' پھر اس (پانی) سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں

مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَٰمُ حَتَّىٰٓ إِذَآ أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ

خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اُس کی خوب زیبائش ہوگئی

وَظَنَّ أَهْلُهَآ أَنَّهُمْ قَٰدِرُونَ عَلَيْهَآ أَتَىٰهَآ أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَٰهَا حَصِيدًا

اور اُس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے۔ تو (ایسی حالت میں) دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آپڑا (جیسے پالا یا خشکی یا اور کچھ)

كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْءَايَٰتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾

سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا' کہ گویا کل وہ (یہاں موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں۔

إِنَّمَا اسکے سوا نہیں	مَثَلُ مثال	الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	كَمَآءٍ جیسے پانی	أَنزَلْنَٰهُ ہم نے اسے اتارا	مِنَ السَّمَآءِ آسمان سے	
فَاخْتَلَطَ تو ملا جلا نکلا	بِهِۦ اس سے	نَبَاتُ الْأَرْضِ زمین کا سبزہ	مِمَّا جس سے	يَأْكُلُ کھاتے ہیں	النَّاسُ لوگ	وَ اور
الْأَنْعَٰمُ چوپائے	حَتَّىٰٓ یہاںتک کہ	إِذَآ جب	أَخَذَتِ پکڑلی	الْأَرْضُ زمین	زُخْرُفَهَا اپنی رونق	وَ اور
ازَّيَّنَتْ مزین ہوگئی	وَظَنَّ اور خیال کیا	أَهْلُهَآ زمین والے	أَنَّهُمْ کہ وہ	قَٰدِرُونَ قدرت رکھتے ہیں	عَلَيْهَآ اس پر	أَتَىٰهَآ اس پر آیا
أَمْرُنَا ہمارا حکم	لَيْلًا رات میں	أَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت	فَجَعَلْنَٰهَا تو ہم نے کردیا	حَصِيدًا کٹا ہوا ڈھیر	كَأَن گویا کہ	لَّمْ تَغْنَ وہ نہ تھی
بِالْأَمْسِ کل	كَذَٰلِكَ اسی طرح	نُفَصِّلُ ہم کھول کر بیان کرتے ہیں	الْءَايَٰتِ آیتیں	لِقَوْمٍ لوگوں کیلئے	يَتَفَكَّرُونَ جو غور و فکر کرتے ہیں	

دنیا کی حقیقت

گذشتہ آیت میں لوگوں کی شرارت و سرکشی کا بیان ہوا تھا اور تمام انسانوں کو خطاب کر کے بتلایا گیا تھا کہ تمہاری سرکشی کا وبال تمہاری ہی جانوں پر پڑتا ہے اور یہ دنیاوی زندگی کا چند روزہ عیش آخرت میں تمہارے کچھ کام نہ آئے گا۔ اس لئے آگے اس آیت میں دنیا کی حقیقت سمجھائی گئی ہے اور اس دنیا کا فنا اور زوال اور اس کی ناپائیداری کی ایک لطیف مثال بیان کی گئی ہے تا کہ انسان کو معلوم ہو جائے کہ ایسی ناپائیدار چیز سے دل لگانا اور اس کی وجہ سے عیش جاودانی کو چھوڑنا اور اس سے محروم رہنا کتنی بڑی سخت غلطی اور حماقت ہے۔

دنیا کی بے ثباتی کی مثال

یہاں اس آیت میں دنیا کی بے ثباتی کو مثال کی صورت میں یوں پیش کیا ہے کہ جیسے آسمان سے خوب زور کی بارش ہو۔ ہر قسم کی نباتات کی خوب تازگی ہو۔ انسانوں کے کھانے کے قابل پھل میوے غلے اور جانوروں کے کھانے کے قابل گھاس چارہ وغیرہ کی خوب پیداوار ہو۔ پھر جب ہر طرف خوب سرسبزی و شادابی پھیل جائے اور انسان سمجھنے لگے کہ بس ہم ان تمام لذتوں اور نعمتوں سے لطف اٹھانے کے پوری طرح مالک اور مختار ہیں کہ یک بیک حکم الٰہی سے کوئی ایسا آسمانی یا زمینی حادثہ پیش آجائے کہ سارا گل و گلزار تہس نہس ہو کر رہ جائے اور حالت یہ ہو

جائے کہ گویا کل یہاں کچھ تھا ہی نہیں پس اسی طرح سمجھو کہ دنیا کی زندگی بھی یکا یک جاتی رہے گی اور تم دیکھتے اور ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے یہ مرقع ہے انسانی زندگی کا کہ بڑے سے بڑے نامور اور با اقبال انسان کا بھی خاتمہ دفعۃً موت پر ہو کر رہ جاتا ہے اور یہ حال ہے دنیا کا جس میں غافل انسان ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ جس طرح اس زمین کی یہ آرائش محض عارضی اور اپنے مالکوں کو دھوکہ دینے والی ہے یونہی حیاۃ دنیا بھی محض عارضی اور اپنے طالبوں کو دھوکہ دینے والی ہے۔ تو سمجھانا یہ مقصود ہے کہ تم کو اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے اور آخرت کی فکر کرنی چاہئے۔

غور وفکر کی اہمیت وضرورت

آگے بتلایا جاتا ہے کہ تم نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے حیوٰۃ دنیا کا ناقابل التفات ہونے کو کیسے عمدہ طریقہ سے ثابت کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یوں وضاحت کے ساتھ دلائل بیان کرتے ہیں مگر ان ہی لوگوں کے لئے جو ان میں غور وفکر کریں اور سمجھیں کہ اس دار فانی کے چند روزہ آرائش و زیبائش پر غرہ کرنا ایسی ہی حماقت ہے جیسے کہ کوئی کاشتکار اور باغبان کھیتی کی سرسبزی کو دیکھ کر کہ غرہ کرنے لگے کہ ہم اس پر پورے قادر اور قابو یافتہ ہو چکے ہیں اور یہ نہ سمجھے کہ یہ دار فانی محل آفات ہے۔ کاشتکار اور باغبان اسی غرہ میں تھا کہ یکا یک بجلی گری۔ کہ یہ سرد ہوا چلی یا آندھی آئی رات میں یا دن میں اور دم کے دم میں ساری کھیتی برباد ہوگئی۔ تو خوب سمجھ لو کہ یہ دار فانی محل آفات ہے۔ اس پر ناز و گھمنڈ اور بھروسہ کرنا محض حماقت ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس دنیا کا فنا زوال اور ناپائیداری پیش نظر رکھنے کی توفیق ہم کو عطا فرمادے تا کہ دار بقا اور آخرت کی تیاری سے ہم غفلت میں نہ پڑیں۔

یا اللہ ہماری آنکھیں آخرت کی طرف سے کھول دے اور ہمارے دلوں کو آخرت کی فکر عطا فرمادے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ

اور اللہ تعالیٰ دارالبقاء کی طرف تم کو بلاتا ہے' اور جس کو چاہتا ہے' راہ راست پر چلنے کی توفیق دے دیتا ہے۔ جن لوگوں نے

اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

نیکی کی ہے اُنکے واسطے خوبی (جنت) ہے۔ اور مزید برآں (خدا کا دیدار) بھی اور ان کے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھاویگی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ

جنت میں رہنے والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے بدکام کیے اُن کی بدی کی سزا اُس کے برابر ملے گی اور اُنکو

ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ

ذلت چھالے گی۔ اُن کو اللہ (کے عذاب سے) کوئی نہ بچا سکے گا (اُنکے چہروں کی کدورت کی ایسی حالت ہوگی کہ) گویا انکے چہروں پر اندھیری رات کے پرت

الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾

لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

وَاللّٰهُ اور اللہ	يَدْعُوْٓا بلاتا ہے	اِلٰى طرف	دَارِ السَّلٰمِ سلامتی کا گھر	وَيَهْدِيْ اور ہدایت دیتا ہے	مَنْ يَّشَآءُ جسے وہ چاہے	اِلٰى طرف	
صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	لِلَّذِيْنَ وہ لوگ جوکہ	اَحْسَنُوا انہوں نے بھلائی کی	الْحُسْنٰى بھلائی ہے	وَزِيَادَةٌ اور زیادہ		
وَلَا يَرْهَقُ اور نہ چڑھے گی	وُجُوْهَهُمْ ان کے چہرے	قَتَرٌ سیاہی	وَلَا ذِلَّةٌ اور نہ ذلت	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے		
هُمْ وہ سب	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	كَسَبُوا انہوں نے کمائیں	السَّيِّاٰتِ برائیاں	جَزَآءُ بدلہ	
سَيِّئَةٍ برائی	بِمِثْلِهَا اس جیسا	وَتَرْهَقُهُمْ اور اُن پر چڑھے گی	ذِلَّةٌ ذلت	مَا لَهُمْ ان کیلئے نہیں	مِنَ سے	اللّٰهِ اللہ	مِنْ کوئی
عَاصِمٍ بچانے والا	كَاَنَّمَا گویا کہ	اُغْشِيَتْ ڈھانک دیئے گئے	وُجُوْهُهُمْ انکے چہرے	قِطَعًا ٹکڑے	مِنَ سے	الَّيْلِ رات	
مُظْلِمًا تاریک	اُولٰٓئِكَ وہی لوگ	اَصْحٰبُ النَّارِ جہنم والے	هُمْ وہ سب	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے		

دنیا فانی ہے مگر بے کار نہیں

آیت گذشتہ میں دنیا کی بے ثباتی اور حیات انسانی کی ناپائیداری بیان کر کے اہل بصیرت کو آخرت کے فکر کی دعوت دی گئی تھی۔

اب ان آیات میں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ عالم دنیا اگرچہ ناپائیدار ہے مگر بیکار نہیں۔ یہ آخرت کی کھیتی ہے۔ مرنے کے بعد وہی جنس کاٹنی ہے جو یہاں بوئی تھی۔ اصل رہنے کا مقام دار آخرت ہے۔ اگرچہ کم فہم انسان اس دنیا کو دار اقامت سمجھے ہوئے ہیں اور اس کو مقصود اصلی جانتے ہیں مگر درحقیقت یہ دائمی عافیت اور سلامتی کا مقام نہیں ہے بلکہ دارالسلام یعنی سلامتی کا گھر دوسرا ہے اور یہ عالم دنیا اس کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دارالسلام کی دعوت دے رہے ہیں کہ ابدی نجات اور دوامی سلامتی کے گھر کی طرف آؤ۔

جنت کو دارالسلام کیوں فرمایا

دارالسلام سے مراد جنت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دارالسلام جنت کے سات ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اس کو دارالسلام کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کی سلامتی امن، چین، سکون ہوگا اور جو ہر قسم کی آفت اور رنج و غم اور فنا و زوال سے سالم دائم اور باقی ہے نہ وہاں کوئی تکلیف ہے نہ بیماری نہ حالت بدل جانے اور کسی نعمت کے چھن جانے کی فکر۔ دوسری وجہ جنت کا نام دارالسلام ہونے کی یہ بھی ہے کہ اس میں رہنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیز فرشتوں کی طرف سے سلام پہنچتا رہے گا۔

مومن کیلئے عبرت اور منکروں کیلئے سرزنش

عارفین نے لکھا ہے کہ۔ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اس میں مومنین کیلئے تو عبرت ہے کہ شہنشاہ خود بلا رہا ہے اور غلام حاضری میں توقف کر رہے ہیں اور منکرین کے لئے سرزنش ہے کہ وہ کیسی دعوت و نعمت سے محروم رہے جا رہے ہیں اور دنیا پرستوں کے لئے تازیانہ عبرت ہے کہ وہ کیسی پست و حقیر چیزوں میں پڑے ہوئے ہیں اور عاشقوں کے لئے بشارت ہے کہ ان کے حق میں اشارہ خلوت خاص کے ہو رہے ہیں۔

حضرت یحییٰ بن معاذ کا خطاب

حضرت یحییٰ بن معاذ نے وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ کے سلسلہ میں بطور نصیحت عوام کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے۔ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے دارالسلام کی طرف بلایا۔ تو اس دعوت الٰہیہ کی طرف کب اور کہاں سے قدم اٹھائے گا؟ اے ابن آدم خوب جان لے اور خوب سمجھ لے کہ اگر تو نے اس دنیا ہی سے کوشش شروع کر دی تو وہ کامیاب ہوگی اور تو دارالسلام میں پہنچ جائے گا اور اگر تو نے اس دنیا کی عمر کو ضائع کرنے کے بعد یہ چاہا کہ قبر میں پہنچ کر اس دعوت کی جانب چلوں گا تو تیرا راستہ روک دیا جائے گا۔ تو وہاں ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے گا کیونکہ وہ دارالعمل نہیں ہے یہ دنیا ہی دارالعمل ہے اور آخرت دارالجزاء ہے۔ اس دنیا میں جو لوگ اچھا بیج بوئیں گے۔ آخرت میں ان کا اچھا ثمرہ ملے گا۔ دنیا میں بھلے کام کرنے والوں کو آخرت میں بھلی جگہ جنت اور اس سے زیادہ بھی کچھ ملے گا یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار۔

جنت میں دیدار الٰہی کا شرف

آیت میں زِيَادَةٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کی تفسیر ''دیدار الٰہی'' کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے یہی منقول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا اے اہل جنت! تمہارے لئے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جو اب پورا کرنا چاہتا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنات کا پلہ بھاری نہیں کر دیا۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا۔ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا۔ یہ سب کچھ تو ہو چکا آگے کون سی چیز باقی رہی۔ اس پر حجاب اٹھا دیا جائے گا اور جنتی حق تعالیٰ کے جمال کی زیارت کریں گے۔ پس خدا کی قسم کوئی نعمت جو ان کو عطا ہوئی ہے دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی۔ نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز آنکھیں ٹھنڈی کر سکے گی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یہ لذت دیدار کو تمام مومنین کو اپنے فضل و کرم سے نصیب فرمائیں۔

جنتیوں کو کوئی غم نہیں ہوگا

آگے جنتیوں کی ایک کیفیت اور بیان کی جاتی ہے کہ محشر میں جس طرح کفار فجار کے چہروں پر سخت ذلت و ظلمت چھائی ہوگی۔ جنتیوں کے چہرے اس کے خلاف ہوں گے۔ وہاں تو نور ہی نور اور رونق ہی رونق ہو گی۔ مومنین کو دوام عیش تو حاصل ہی رہے گا۔ لیکن اس کے علاوہ کسی صدمہ اور غم والم سے بھی وہ کبھی دوچار نہ ہوں گے۔ یہ تو حال جنتیوں کا بیان ہوا۔

ان کے مقابل دوزخیوں کی حالت بیان کی جاتی ہے کہ انہیں بدی کی سزا بس بدی کے برابر ہی ملے گی۔ اس سے زائد نہیں۔ یعنی نیکی کا صلہ تو اس معاوضہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ملے گا کہ انعام میں اضافہ۔ جود و کرم ہے لیکن بدی کا معاوضہ بس اسی درجہ کا ملے گا اس سے زائد نہیں کیونکہ سزا میں اضافہ عدل و انصاف کے خلاف ہے اور ہر طرح کی توہین اور رسوائی بھی ان کے شامل حال رہے گی اور اللہ کی گرفت اور عذاب الٰہی سے انہیں کوئی نہ بچا سکے گا۔ حشر جو حقائق کے ظہور اور انکشاف کا وقت ہوگا اس وقت اہل کفر کے دلوں کی سیاہیاں چہروں سے نمایاں ہو کر رہیں گی اور ان کے چہرے اس قدر سیاہ اور تاریک ہوں گے گویا اندھیری رات کی تہیں ان پر جما دی گئی ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا

اور وہ دن قابل ذکر ہے جس روز ہم اُن سب (خلائق) کو جمع کریں گے پھر مشرکین سے کہیں گے کہ تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھیرو پھر ہم اُن کے آپس میں

بَيْنَهُمْ ۖ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ فَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنَنَا

پھوٹ ڈالیں گے اور اُن کے وہ شرکا کہیں گے کہ تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ سو ہمارے تمہارے درمیان خدا کافی گواہ ہے

وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُو كُلُّ نَفْسٍ مَا أَسْلَفَتْ

کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔ اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کا امتحان کرلے گا۔

وَرُدُّوا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾

اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو اُن کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جاویں گے اور جو کچھ معبود (تراش) رکھے تھے سب اُن سے غائب ہوجاویں گے۔

وَيَوْمَ اور جس دن	نَحْشُرُهُمْ ہم اکٹھا کرینگے انہیں	جَمِيعًا سب	ثُمَّ پھر	نَقُولُ ہم کہیں گے	لِلَّذِينَ ان لوگوں کو	أَشْرَكُوا جنہوں نے شرک کیا	
مَكَانَكُمْ اپنی جگہ	أَنْتُمْ تم	وَشُرَكَاؤُكُمْ اور تمہارے شریک	فَزَيَّلْنَا پھر ہم جدائی ڈالدیں گے	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَقَالَ اور کہیں گے		
شُرَكَاؤُهُمْ ان کے شریک	مَا كُنْتُمْ تم نہ تھے	إِيَّانَا ہماری	تَعْبُدُونَ تم بندگی کرتے	فَكَفَىٰ پس کافی	بِاللَّهِ اللہ	شَهِيدًا گواہ	
بَيْنَنَا ہمارے درمیان	وَبَيْنَكُمْ اور تمہارے درمیان	إِنْ کہ	كُنَّا ہم تھے	عَنْ سے	عِبَادَتِكُمْ تمہاری بندگی	لَغَافِلِينَ البتہ بے خبر	
هُنَالِكَ وہاں	تَبْلُو جانچ لے گا	كُلُّ نَفْسٍ ہر کوئی	مَا جو	أَسْلَفَتْ اس نے بھیجا	وَرُدُّوا اور وہ لوٹائے جائینگے	إِلَىٰ طرف	اللَّهِ اللہ
مَوْلَاهُمُ ان کا مولیٰ	الْحَقِّ سچا	وَضَلَّ اور گم ہوجائے گا	عَنْهُمْ ان سے	مَا جو	كَانُوا يَفْتَرُونَ وہ جھوٹ باندھتے تھے		

جھوٹے عابدوں اور معبودوں کا حشر

چونکہ مشرکین اپنے معبودوں کو اپنا شفیع کہتے تھے اس لئے ان آیات میں قیامت کے روز کا حال ان مشرکین اور ان کے معبودوں کا بیان کیا جاتا ہے تاکہ مشرکوں پر انکے شرک کی حقیقت اور کیفیت خوب واضح ہوجائے۔

چنانچہ ان آیات میں بتایا جاتا ہے کہ اس دنیا کے فنا ہوجانے کے بعد یعنی قیامت کے دن پھر سب کو جمع کیا جائے گا اور وہ حشر کا دن ہو گا۔ اس دن تمام مخلوقات اکٹھے کئے جائیں گے اور اس دن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا حکم نہ چلے گا۔ قیامت کے دن مشرکوں سے خطاب کرتے ہوئے حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم اپنی جگہ ٹھہرو اور وہ باطل معبود جن کی تم پرستش کرتے تھے اور اپنے خیال میں ان کو صفات وقدرت میں خدا کا شریک اور سفارشی جانتے تھے اپنی جگہ ٹھہریں۔ اس وقت عجیب افراتفری اور نفسی نفسی ہوگی۔ عابدین اور معبودین میں جدائی پڑ جائے گی اور دنیا میں اپنے اوہام وخیالات کے موافق جو رشتے جوڑ رکھے تھے۔ سب توڑ دیئے جائیں گے اس ہولناک وقت میں جبکہ مشرکین کو اپنے فرضی معبودوں سے بہت کچھ توقعات تھیں اور جن کی شفاعت پر امید لگائے بیٹھے تھے وہ صاف جواب دے دیں گے کہ تمہارا ہم سے کیا تعلق تم جھوٹ بکتے ہو کہ ہماری بندگی کرتے تھے۔ تم اپنے عقیدہ کے موافق جس چیز کو پوجتے تھے۔ اس کے لئے وہ خدائی صفات تجویز کرتے تھے جو فی الواقع اس میں موجود نہیں تھیں۔ مشرکین

کے معبودین اپنی پاکدامنی اور بریئت ظاہر کرنے کے لئے کہیں گے اور اللہ کی قسمیں کھا کر خدا کو گواہ کرتے ہوئے کہیں گے کہ تم ہماری پرستش ہرگز نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے وسوسوں اور خواہش نفسانی کے پرستار تھے جس کو چاہا تم نے معبود و مسجود بنالیا۔ ہم کو تو تمہاری عبادت اور پرستش کا پتہ بھی نہیں۔ ہم تمہاری پرستش سے بالکل بے خبر تھے۔ اس وقت مشرکین کے جھوٹے اور بے اصل توہمات سب رفو چکر ہو جائیں گے۔ ہر شخص یہ مشاہدہ کرلے گا کہ اس سچے مالک کے سوا اور رجوع کرنے کا کوئی ٹھکانا نہیں اور ہر ایک انسان کو اپنے تمام برے بھلے اعمال کا اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔ ہر طرح کی بہتان تراشی اور شرک بندی زائل ہو جائے گی صرف ایک مولیٰ اور سچا مولیٰ رہ جائے گا اور اس کی طرف سے سزا و جزا اٹھانی پڑے گی اور اس وقت یہ ظاہر ہو جائے گا کہ مشرکوں کا یہ دعویٰ کہ ہمارے معبود ہمارے سفارشی ہیں سراسر افترا۔ بہتان اور جھوٹ تھا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حاجت روا نہیں ہے

خلاصہ یہ کہ یہاں مشرکین پر اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے کہ تم جن پیشواؤں کو اپنی حاجت روائیوں کے لئے پکارتے ہو ان تک نہ تو تمہاری پکار پہنچتی ہے۔ نہ تمہاری عبادت اور پرستاری کی انہیں کچھ خبر ہے۔ پھر وہ تمہاری حاجت روائی کیا کریں گے؟ بلکہ قیامت کے دن وہ صاف کہیں گے کہ ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ یہ گو ہمارا نام لیتے ہوں لیکن فی الحقیقت ہمیں نہیں پوجتے تھے اپنی ہوا اور نفس کے پجاری تھے۔ ہمیں تو ان کی پرستش کی خبر بھی نہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ قیامت کے دن کی ذلت اور رسوائی سے ہم کو بچائیے۔ اور اس دن کی ہولناکیوں اور سختیوں سے ہم کو محفوظ فرمائیے اور اپنے فضل و کرم سے دائمی چین و آرام کی جگہ یعنی جنت نعیم میں ہمارا ٹھکانا فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ

آپ (ان مشرکین سے) کہیے کہ (بتلاؤ) وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا کہ وہ کون ہے جو (تمہارے) کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ

جان دار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تو اُن سے کہیے

اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى

کہ پھر (شرک سے) کیوں نہیں پرہیز کرتے۔ سو یہ ہے اللہ جو تمہارا رب حقیقی ہے۔ پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے۔ پھر (حق کو چھوڑ کر) کہاں

تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾

(باطل کی طرف) پھرے جاتے ہو اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لاویں گے تمام نافرمان لوگوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔

قُلْ آپ پوچھیں	مَنْ کون	يَرْزُقُكُمْ رزق دیتا ہے تمہیں	مِنَ سے	السَّمَآءِ آسمان	وَالْاَرْضِ اور زمین	اَمَّنْ یا کون	يَمْلِكُ مالک ہے
السَّمْعَ کان	وَالْاَبْصَارَ اور آنکھیں	وَمَنْ اور کون	يُخْرِجُ نکالتا ہے	الْحَيَّ زندہ	مِنَ سے	الْمَيِّتِ مُردہ	وَيُخْرِجُ اور نکالتا ہے
الْمَيِّتَ مُردہ	مِنَ سے	الْحَيِّ زندہ	وَمَنْ اور کون	يُدَبِّرُ الْاَمْرَ تدبیر کرتا ہے کام	فَسَيَقُوْلُوْنَ سو وہ بول اٹھیں گے	اللّٰهُ اللہ	فَقُلْ آپ کہہ دیں
اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا پھر تم نہیں ڈرتے	فَذٰلِكُمُ پس یہ ہے تمہارا	اللّٰهُ اللہ	رَبُّكُمُ تمہارا رب	الْحَقُّ سچا	فَمَاذَا پھر کیا رہ گیا		
بَعْدَ الْحَقِّ سچ کے بعد	اِلَّا سوائے	الضَّلٰلُ گمراہی	فَاَنّٰى پس کدھر	تُصْرَفُوْنَ تم پھرے جاتے ہو	كَذٰلِكَ اسی طرح	حَقَّتْ سچی ہوئی	
كَلِمَتُ بات	رَبِّكَ تیرا رب	عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	فَسَقُوْٓا انہوں نے نافرمانی کی	اَنَّهُمْ کہ وہ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہ لائیں گے	

عقلمندی یہ ہے کہ تم اپنے خالق و مالک کو پہچانو

قرآن مجید دنیا کے اندر شرک کو مٹانا چاہتا ہے اور انسانوں کو بتلاتا ہے کہ تمام قوتوں کا مالک صرف ایک اللہ ہے لہذا اسی کو پہچانو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اسی سے مدد مانگو۔ اسی سے التجا اور فریاد کرو۔ قرآن مجید میں آسمان اور زمین کی کائنات اور حوادث کا جگہ جگہ ذکر کیا گیا ہے اور جن آیتوں میں ان کا ذکر ہے ان کو اکثر ان الفاظ پر ختم کیا گیا ہے جیسے اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پھر کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ کیا تمہارے کان نہیں ہیں۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ کیا تمہاری آنکھیں نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کی عقل۔ کان آنکھ اور علم کا اصل کام یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز سے اور گرد و پیش کے تمام حوادث و واقعات سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ ان سب چیزوں کا بنانے والا قائم رکھنے والا اور ان کا انتظام کرنے والا فقط ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کا کوئی نہ ساتھی ہے نہ مددگار۔ نہ شریک۔ اگر مطالعۂ کائنات سے انسان اس نتیجہ پر نہیں پہنچتا تو وہ اور چاہے کتنی ہی مادی ترقی کرلے قرآنی اصطلاح میں وہ نادان ہے۔ انسانی عقل کے کمال کا اور انسان کی عظمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ اپنے خالق۔ رازق اور مالک اللہ کو پہچانے اور اس کے بتائے ہوئے قانون پر چلے۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرے۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اگر تم عقل سے ٹھیک طرح کام لو تو سب سے پہلے تمہارے سامنے یہ سوال آنے چاہئیں کہ ہمیں ہماری ضرورت کی چیزیں اور رزق کون دیتا ہے؟ بارش کون

برساتا ہے؟ ہوائیں کون چلاتا ہے؟ سورج کی گرمی اور روشنی کون پہنچاتا ہے؟ کون زمین کو گرماتا ہے؟ اسے زرخیز بناتا ہے۔ اس سے نباتات اور کھیتیاں اگاتا ہے؟ مانا کہ ہمارے ہاتھ پیر ہلانے کو بھی اس میں کچھ دخل ہے لیکن ہمیں اپنے اعضاء سے کام لینے کے قابل کس نے بنایا؟ دیکھنے کو آنکھیں کس نے دیں؟ سننے کو کان کس نے عطا کئے؟ پھر یہ بے جان چیزوں کے اندر جاندار چیزیں اور جانداروں کے اندر سے بے جان چیزیں کون نکالتا ہے؟ مثلاً انڈا بے جان چیز ہے اس کے اندر سے بچہ نکالنا اور پرندہ جاندار ہے اس سے انڈا بے جان نکالنا یا جاندار انسان اور جانوروں سے نطفہ بے جان اور نطفہ بے جان سے جاندار انسان وحیوان نکالنا۔ پھر اس ساری کائنات کا انتظام کون کرتا ہے؟ یہ باہم ایک دوسرے کے مخالف قوتیں مل جل کر کیسے چل رہی ہیں؟ یہ سارے سوالات مشرکین سے بطور جرح ہو رہے ہیں۔

جب کارساز حقیقی اللہ ہی ہے تو شرک کیوں کرتے ہو

یہاں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سوالات میں ایک خاص ترتیب ملحوظ رکھی گئی ہے۔ پہلا سوال رزق سے متعلق ہے جو سلسلہ ربوبیت میں نمبر اول پر ہے۔ پھر انسان کے حواس ظاہری سے متعلق ہے، جن کے بغیر انسان بالکل بیکار ہے پھر حیات اور موت سے متعلق ہے اور آخری سوال انتظام امور سے متعلق ہے۔ ان تمام سوالات کا متفقہ اور مسلمہ جواب بس ایک ہی ہے وہ یہ کہ یہ کل کارسازی اللہ کی ہے۔ مشرکین عرب کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کرسکتا۔ جب بالاتفاق اللہ کی یہ کارسازی مسلم ہے تو پھر غیر اللہ کی طرف توجہ کرنا۔ خدا سے منہ موڑنا اور دوسرے معبودوں سے رشتہ جوڑنا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ معبود تو وہی ہونا چاہئے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور مدبر عالم ہو۔ یعنی جس میں یہ صفات پائی جائیں کہ وہ تمہارا رزاق ہو۔ تمہیں سماعت وبصارت عطا کرنے والا ہو۔ تمہاری موت وحیات کا مالک ہو اور سارے عالم کا انتظام کرنے والا ہو۔ جو سوائے اللہ واحد کے اور کوئی نہیں۔ تو جب سچا وہی ایک رب مطلق ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے اور کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹے اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہوسکتا۔ بس پکی بات یہ ہے کہ اس قدر دلائل وبراہین اور آثار قدرت دیکھنے اور ان کو تسلیم کرنے کے بعد بھی جو یہ کفار ومشرکین دعوت حق پر لبیک نہیں کہتے اور صداقت اسلام کو نہیں مانتے تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان پر ازلی نوشتہ کی مار ہے۔ یعنی اللہ نے ازل سے ان سرکشوں کی قسمت میں ایمان نہ لانا لکھ دیا ہے، جس کا سبب علم الٰہی میں ان کی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ اسی طرح خدا کی لکھی ہوئی بات ان پر فسق ونافرمانی کی وجہ سے راست آئی۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے کہ آپ ان کفار ومشرکین کے ایمان نہ لانے پر اس قدر مغموم اور محزون کیوں ہوں۔

خلاصہ یہ کہ یہاں اثبات توحید اور ابطال شرک پر ایسے دلائل بیان فرمائے کہ منکر کو بھی سوائے اقرار اور اعتراف کے چارہ نہیں۔

الوہیت کے چار خواص

اس مقام پر الوہیت کے چار خواص ذکر کئے جن کو کفار اور مشرکین عرب بھی اللہ کے لئے مخصوص مانتے تھے:۔

۱۔ آسمان اور زمین سے مخلوق کو روزی دینا۔

۲۔ سمع وبصر کا مالک ہونا جس کو چاہا بینا بنایا جس کو چاہا بہرا اور نابینا بنایا۔

۳۔ جاندار سے بے جان کو اور بے جان سے جاندار کو نکالنا یعنی موت وحیات اور وجود وعدم کا مالک ہونا۔

۴۔ تدبیر عالم یعنی سارے عالم کا انتظام کرنا۔

پس دلیل یہاں یہ بیان فرمائی کہ قابل پرستش اور لائق عبادت وہ ذات ہے جس میں یہ مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہوں اور یہ اوصاف بجز ذات وحدہٗ لاشریک کے کسی اور میں نہیں پائے جاتے تو پھر دوسرا عبادت وبندگی کے لائق کیوں اور کیسے ہوا۔

دعا کیجئے: یا اللہ ہم کو توحید کی حقیقت نصیب فرما تا کہ ہم آپ ہی کو حقیقی کارساز سمجھیں۔ آپ ہی کی عبادت کریں اور آپ ہی سے مدد چاہیں۔

یا اللہ کائنات کی ہر شے سے ہم کو آپ کی معرفت نصیب ہو تا کہ ہم آپ ہی کو اپنا رب حقیقی جانیں اور آپ ہی کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگے رہیں۔ اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے بچیں۔ یا اللہ موت وحیات کے مالک آپ ہی ہیں جب تک ہم کو زندہ رکھیں اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ

آپ (ان سے) یوں (بھی) کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے جو پہلی بار بھی پیدا کرے پھر دوبارہ بھی کرے آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ

پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا۔ سو پھر تم کہاں (حق سے) پھرے جاتے ہو۔ آپ کہیے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو۔ آپ کہہ دیجئے

اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ

کہ اللہ ہی امر حق کا راستہ بتلاتا ہے۔ تو پھر آیا جو امر حق کا راستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اتباع کے لائق ہے یا وہ جس کو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ سوجھے

اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ

تو تم کو کیا ہو گیا؟ تم کیسی تجویزیں کرتے ہو۔ اور ان میں سے اکثر لوگ صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں۔ یقیناً بے اصل خیالات

لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔

قُلْ آپ پوچھیں	هَلْ کیا	مِنْ سے	شُرَكَآئِكُمْ تمہارے شریک	مَنْ يَّبْدَؤُا جو پہلی بار پیدا کرے	الْخَلْقَ مخلوق	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اسے لوٹائے		
قُلِ آپ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ	يَبْدَؤُا پہلی بار پیدا کرتا ہے	الْخَلْقَ مخلوق	ثُمَّ يُعِيْدُهٗ پھر اسے لوٹائے گا	فَاَنّٰى پس کدھر	تُؤْفَكُوْنَ پلٹے جاتے ہو تم		
قُلْ آپ پوچھیں	هَلْ کیا	مِنْ سے	شُرَكَآئِكُمْ تمہارے شریک	مَنْ جو	يَّهْدِيْٓ راہ بتائے	اِلَى الْحَقِّ حق کی طرف	قُلِ آپ کہہ دیں	اللّٰهُ اللہ
يَهْدِيْ راہ بتاتا ہے	لِلْحَقِّ صحیح	اَفَمَنْ پس کیا جو	يَّهْدِيْٓ راہ بتاتا ہے	اِلَى الْحَقِّ حق کی طرف	اَحَقُّ زیادہ حقدار	اَنْ کہ	يُّتَّبَعَ پیروی کی جائے	
اَمَّنْ یا جو	لَّا يَهِدِّيْٓ وہ راہ نہیں پاتا	اِلَّآ مگر	اَنْ یہ کہ	يُّهْدٰى اسے راہ دکھائی جائے	فَمَا لَكُمْ سو تمہیں کیا ہوا	كَيْفَ کیسا		
تَحْكُمُوْنَ تم فیصلہ کرتے ہو	وَ اور	مَا يَتَّبِعُ پیروی نہیں کرتے	اَكْثَرُهُمْ ان کے اکثر	اِلَّا ظَنًّا مگر گمان	اِنَّ بیشک	الظَّنَّ گمان		
لَا يُغْنِيْ نہیں کام دیتا	مِنَ سے	الْحَقِّ حق	شَيْئًا کچھ بھی	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	عَلِيْمٌ خوب جانتا ہے	بِمَا وہ جو	يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں

زندگی و موت کا مالک کون؟

گذشتہ آیات سے وحدانیت والوہیت کے اثبات اور ہر قسم کے شرک کے رد و ابطال میں مضمون چل رہا ہے۔ ان آیات میں بھی مزید اتمام حجت کے لئے یہی مضمون جاری ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ اے نبی! آپ ان مشرکین سے کہیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ کہ آیا تمہارے معبودوں میں سے جن کو تم شریک خدائی سمجھتے ہو کوئی ایسی قدرت رکھتا ہے کہ جو ابتداءً بھی مخلوق کو پیدا کرتا ہو اور پھر وہی مرنے کے بعد دوبارہ بھی

پیدا کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کے جواب میں مشرکین اپنا کوئی معبود ایسا نہیں بتلا سکتے پس اگر وہ اپنی عار کی وجہ سے اس سوال کا جواب دینے میں تامل کریں تو اے نبی آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ابتداءً بھی پیدا کرتا ہے اور یہی دلیل ہے اس کی کہ وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا کیونکہ دوبارہ پیدا کرنا ابتداءً پیدا کرنے کی بہ نسبت کچھ مشکل نہیں ہے اور جب وہ ابتداء پیدا کر سکتا ہے تو دوبارہ بھی ضرور پیدا کر سکتا ہے اور جب تم اس کا اعتراف کرتے ہو کہ زمین و آسمان موت و حیات اور سمع و بصر یعنی سننے اور دیکھنے کی قوتیں سب کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا وہی ہے تو ظاہر ہے کہ مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دینا اور دہرا دینا بھی اسی کا فعل ہو سکتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی زبانی جب وہ خود اس دہرانے کی خبر دیتا ہے تو اس کے تسلیم میں کیا عذر ہے اور تم اس قادر معبود کو چھوڑ کر عاجز معبودوں کے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہو۔

کیا تمہارے مصنوعی معبود تعلیم و ہدایت دے سکتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جاتا ہے کہ آپ ان سے یہ کہئے کہ اچھا اسے جانے دو۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ میں تم سے ایک معمولی بات پوچھتا ہوں تم یہ تو بتلاؤ کیا تمہارے معبودوں میں کوئی ایسا ہے جو حق کی طرف ہدایت کر سکے۔ یعنی دینی اور دنیوی منافع کی تعلیم دے سکے اور مضرت و نقصان سے بچنے کی تدبیر بتلا سکے۔ تم سوچو کہ کیا جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے یا وہ جو حق کی طرف ہدایت کرنا تو درکنار خود بھی صحیح راستہ نہیں معلوم کر سکتا۔ اس کا اتباع کیا جائے اس کا جواب عقل صحیح یہی دے گی کہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ قابل اتباع ہے نہ کہ وہ جو خود بھی راہ نہ پا سکے تو جب واقعہ یہ ہے تو اے مشرکین تم کیسا الٹا فیصلہ کرتے ہو کہ ہادی کو چھوڑ کر ایسوں کا اتباع کرتے ہو جو خود بھی راہ نہیں پا سکتے۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مشرکین کے معبود ہرگز قابل پرستش نہیں۔

باطل خیالات کی پیروی

پھر آگے اس حقیقت کو بھی بتلایا جاتا ہے کہ ان مشرکین میں سے بہت سے لوگ کسی دلیل سے اپنے باطل معبودوں کی پرستش نہیں کرتے بلکہ صرف ایک خیال باطل کے پیرو ہیں جس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے اور بہت سے اس واسطے کہا گیا کہ بعض بعض مشرکین تو خود بھی سمجھتے ہیں کہ وہ قابل پرستش نہیں مگر ضد سے اس پر جمے ہوئے ہیں۔ تو یہ مشرکین محض بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور بے دلیل حق کو جھٹلا رہے ہیں اور ان کا یہ گمان کہ یہ بت ہماری شفاعت کریں گے۔ خیال باطل ہے۔ پس ضرورت ہے کہ وہ اپنے خیال باطل کو چھوڑ کر امر حق کو تسلیم کریں اور جب وہ ایسا نہیں کرتے تو ان کو واضح رہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام کاموں سے خوب واقف ہے جو وہ کرتے ہیں۔ ان کے جھوٹے وعدے اور بے دلیل اپنے گمان کی پیروی اور ان کی بدکاریاں خدا سے مخفی نہیں۔ اس لئے وہ ان سے ان کے اعمال اور افعال پر مواخذہ کرے گا اور سزا دے گا۔

خلاصہ یہ کہ نہایت استدلالی اور برہانی شکل میں توحید و الوہیت باری تعالیٰ کو ثابت کیا گیا اور شرک کی بیخ کنی کی گئی اور ابطال شرک پر ایسے دلائل قائم فرمائے کہ جن کے جواب سے مشرکین بھی عاجز تھے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اسلام کی جو صراط مستقیم ہم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھلا دی ہے اسی صراط مستقیم پر ہم کو تازندگی قائم رہنے کی استقامت عطا فرما۔ یا اللہ اس وقت جو طرح طرح کی گمراہیاں اور فتن پھیل رہے ہیں ہمیں ان سب سے بچنے اور دین حق پر قائم رہنے کی ہدایت نصیب فرما۔ یا اللہ اس وقت بے اصل خیالات پر چلنے کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس پر ہم کو تنبہ عطا فرما اور ہم کو حقیقی اسلام کی راہ حق پر خود چلنے اور دوسروں کو بھی چلانے کی توفیق حسن عطا فرما۔ آمین وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ

اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو اُن کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے قبل (نازل) ہو چکی ہیں۔

بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ

اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے۔اس میں کوئی بات شک کی نہیں رب العلمین کی طرف سے ہے۔کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افترا کر لیا ہے۔

قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورۃ (بنا) لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو اُن کو بُلا لو اگر تم سچے ہو۔

صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ

بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔جو لوگ ان سے پہلے

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ

ہوئے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی جھٹلایا تھا سو دیکھ لیجئے کہ ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔اور ان میں سے بعض

يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع

ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آویں گے اور بعضے ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لاویں گے۔اور آپ کا رب مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔

وَ اور	مَا كَانَ نہیں ہے	هٰذَا یہ۔اس	الْقُرْاٰنُ قرآن	اَنْ يُّفْتَرٰى کہ وہ بنا لے	مِنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے بغیر	وَلٰكِنْ اور لیکن	
تَصْدِيْقَ تصدیق	الَّذِيْ اس کی جو	بَيْنَ يَدَيْهِ اس سے پہلے	وَتَفْصِيْلَ اور تفصیل	الْكِتٰبِ کتاب	لَا رَيْبَ کوئی شک نہیں	فِيْهِ اس میں		
مِنْ سے	رَبِّ رب	الْعٰلَمِيْنَ تمام جہان	اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ وہ اسے بنا لایا ہے	قُلْ آپ کہہ دیں	فَاْتُوْا پس لے آؤ تم	
بِسُوْرَةٍ ایک ہی سورت	مِّثْلِهٖ اس جیسی	وَادْعُوْا اور بلا لو تم	مَنِ جسے	اسْتَطَعْتُمْ تم بلا سکو	مِّنْ سے	دُوْنِ اللّٰهِ اللہ کے سوا	اِنْ اگر	
كُنْتُمْ تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے	بَلْ بلکہ	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِمَا وہ جو	لَمْ يُحِيْطُوْا نہیں پا بو پایا	بِعِلْمِهٖ اس کے علم پر	وَلَمَّا اور ابھی نہیں	
يَاْتِهِمْ انکے پاس آئی	تَاْوِيْلُهٗ اسکی حقیقت	كَذٰلِكَ اسی طرح	كَذَّبَ جھٹلایا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	فَانْظُرْ پس آپ دیکھیں		
كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے	مَنْ جو	يُّؤْمِنُ ایمان لائینگے	بِهٖ اس پر	وَمِنْهُمْ اور ان میں سے
مَنْ جو	لَا يُؤْمِنُ نہیں ایمان لائیں گے	بِهٖ اس پر	وَ اور	رَبُّكَ تیرا رب	اَعْلَمُ خوب جانتا ہے	بِالْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والوں کو		

قرآن کریم کا اعجاز وصداقت: گزشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ مشرکین محض بے اصل خیالات کی پیروی کرتے ہیں۔ان آیات میں قرآن شریف کا ذکر فرمایا کہ آج دنیا میں یہی ایک کتاب صحیح راستہ بتلانے والی اور گمان و وہم کے مقابلہ میں سچے حقائق پیش کرنے والی ہے جو انسانوں

کی ہدایت کے لئے نازل ہوئی ہے۔لہذا اس قرآن کی طرف آنا چاہئے جو حق کی ہدایت اور تعلیم کرتا ہے تو ان آیات میں قرآن کریم کے اعجاز کا بیان ہے جس سے مقصود اثبات نبوت ہے اور مشرکین کے ایک شبہ اور اعتراض کو بھی رفع کرنا ہے جو ان کو قرآن کے کلام خداوندی اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر تھا۔مشرکین قرآن کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں سمجھتے تھے بلکہ کہتے تھے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بنایا ہوا ہے۔حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ان آیات میں بتایا کہ یہ قرآن کسی غیر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں یہ تو اللہ رب العالمین کی طرف سے نازل ہوئی ہے۔یہ خدا کا کلام ہے۔بشر کا کلام نہیں۔اس کے علوم ومعارف۔احکام وقوانین اور معجزات فصاحت وبلاغت پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔

صداقت قرآن کے چار دلائل

ا.....پہلی دلیل یہ دی گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے یہیں پرورش پائی۔جوان ہوئے۔درمیانی عمر کو پہنچے نہ کسی سے پڑھا نہ لکھا۔اس کے باوجود ایک ایسی کتاب پیش کی جس میں گذشتہ آسمانی کتابوں کے تمام اصول کی تائید وتصدیق ہے۔جو عقائد اور اصول احکام دوسری آسمانی کتابوں میں موجود تھے وہی اس میں موجود ہیں۔اگر قرآن خدا کا کلام نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر تحصیل علم کئے اور بلا پڑھے لکھے کیسے معلوم ہو گیا کہ سابقہ کتب میں یہی احکام وعقائد بیان کئے گئے ہیں۔

۲.....دوسری دلیل یہ دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے واسطے جو احکام مقرر کر دیئے ہیں ان کی پوری تفصیل قرآن میں ہے یعنی معنوی اعتبار سے بھی قرآن کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہے کیونکہ اس کے اندر جو تعلیم دی گئی ہے وہ فطرت الٰہیہ اور قانون فطرت کے موافق ہے۔

۳.....تیسری دلیل یہ دی گئی کہ قرآن کے الفاظ' الفاظ کی ترکیب' کلام کی رفتار' احکام کی تفصیل' گذشتہ واقعات کے بیان' آئندہ امور کے متعلق پیشین گوئی' اللہ کی ذات وصفات کے متعلق عقیدہ' قیامت' حشر ونشر' عذاب وثواب کے متعلق توضیح۔غرض اس کے کل مضامین میں عاقل کو سر مو شک کی گنجائش نہیں۔ایسا جامع' بلیغ پر حکمت اور نور صداقت سے بھرا ہوا کلام رب العالمین ہی کا ہو سکتا ہے۔قرآن نے جو قواعد اصلاح مقرر کئے ان سے بہتر قوانین آج تک دنیا کے عقلا نہ پیش کر سکے۔قرآن نے گذشتہ واقعات کی جو تفصیل کی اہل تاریخ اس سے انکار نہ کر سکے۔قرآن نے آئندہ امور کے متعلق جو پیشین گوئیاں کیں واقعات نے ان کو صحیح ثابت کر دیا۔قرآن نے اصلاح بشری کے لئے جن باتوں کی تعلیم دی اہل حق نے ان کے اصلاحی ہونے کو تسلیم کیا۔یہ تمام امور بتا رہے ہیں کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے۔

۴.....چوتھی دلیل یہ پیش کی گئی کہ یہ قرآن دعوت مقابلہ دے رہا ہے۔جس کسی کو شک ہو وہ مقابلہ کے لئے تیار ہو جائے۔اپنے تمام مددگاروں کو بلا لے اور سب سے درخواست کرے کہ بالاتفاق کوئی حصہ کلام جو قرآن کی ایک ہی سورت کے برابر ہو اس کی طرح بنا کر لے آؤ۔لہذا کوشش کرو کہ ایک ہی قرآن جیسی سورت بنا لو۔جب یہ نہیں کر سکتے تو قائل ہو جاؤ کہ یہ خدائے قدوس کا کلام ہے۔

کفار ومشرک سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں

آگے کفار کی حالت بتلائی جاتی ہے کہ ان کفار نے قرآن کو سننے کے ساتھ ہی بلا سوچے سمجھے تکذیب کر دی حالانکہ ان کو سوچنا سمجھنا اور غور کرنا چاہئے تھا۔قرآنی حقائق وعلوم کی تحقیق کرنی چاہئے تھی اس کے بعد جو بھی فیصلہ کرتے کرتے۔پھر آئندہ واقعات کے متعلق پیشین گوئیوں کے جانچنے کا تو ان کو موقع ہی نہ آیا تھا۔باوجود موقع نہ آنے کے ان کی بھی تکذیب کر بیٹھے۔انہوں نے وہی رنگ ڈھنگ اختیار کیا جو ان سے پہلے دوسری قومیں اختیار کر چکی تھیں۔جو سلوک سابقہ اقوام نے اپنے زمانہ کے انبیاء سے کیا وہی کفار عرب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا۔یہ انہی کے نقش قدم پر چلے لہذا نتیجہ بھی ایک ہی ہونا چاہئے۔جو نتیجہ سابقہ اقوام کا ہوا وہی ان کا ہوگا۔ان کا نام ونشان مٹ گیا ان کا بھی مٹ جائے گا۔

جو غور وفکر کرنیوالے ہیں وہ ضرور ایمان لائینگے

پھر آخر میں ایک پیشین گوئی فرمائی جاتی ہے کہ آگے چل کر ان کفار میں سے بعضے ایسے ہیں جو قرآن پر ایمان لے آدیں گے اور اسلام کو قبول کر لیں گے اگرچہ اس وقت معاند اور کافر ہیں لیکن بعض لوگ بدستور کفر پر قائم رہیں گے اور خدا ہی کو معلوم ہے کہ کون کفر پر جما رہے گا اور شرک کا فساد اور کفر کی تباہی پھیلانے پر تلا رہے گا۔اللہ ان مفسدوں کو خوب جانتا ہے ان کے حرکات بد کی ضرور سزا دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ

اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم میرے کئے ہوئے کے جواب دہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے

مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۴۱ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا

کا جواب دہ نہیں ہوں اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں جو (ظاہر میں) آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں۔ کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گو ان کو سمجھ بھی نہ ہو۔

يَعْقِلُوْنَ ۝۴۲ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ۝۴۳

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہراً) آپ کو دیکھ رہے ہیں۔ تو پھر کیا آپ اندھوں کو راستہ دکھلانا چاہتے ہیں گو ان کو بصیرت بھی نہ ہو۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۴۴

یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا۔ لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں۔

وَ اور	اِنْ اگر	كَذَّبُوْكَ وہ آپ کو جھٹلائیں	فَقُلْ تو کہہ دیں	لِّیْ میرے لئے	عَمَلِیْ میرے عمل	وَلَكُمْ اور تمہارے لئے	عَمَلُكُمْ تمہارے عمل
اَنْتُمْ تم	بَرِيْٓـُٔوْنَ جواب دہ نہیں	مِمَّآ اسکے جو	اَعْمَلُ میں کرتا ہوں	وَاَنَا اور میں	بَرِیْٓءٌ جواب دہ نہیں	مِّمَّا اس کا جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو
مِنْهُمْ ان میں سے	مَّنْ جو	يَّسْتَمِعُوْنَ کان لگاتے ہیں	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اَفَاَنْتَ تو کیا تم	تُسْمِعُ سناؤ گے	الصُّمَّ بہرے	وَلَوْ خواہ
كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ وہ عقل نہ رکھتے ہوں	وَمِنْهُمْ اور ان سے	مَّنْ جو	يَّنْظُرُ دیکھتے ہیں	اِلَيْكَ آپ کی طرف	اَفَاَنْتَ پس کیا تم	تَهْدِی راہ دکھادو گے	
الْعُمْیَ اندھے	وَلَوْ خواہ	كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ وہ دیکھتے نہ ہوں	اِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ	لَا يَظْلِمُ ظلم نہیں کرتا	النَّاسَ لوگ	شَيْـًٔا کچھ بھی
	وَلٰكِنَّ اور لیکن	النَّاسَ لوگ	اَنْفُسَهُمْ اپنے آپ پر	يَظْلِمُوْنَ ظلم کرتے ہو			

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ان اندھوں اور بہروں کے ایمان نہ لانے سے آپ پر کچھ نہیں

باوجود واضح اور قطعی دلائل کے کفار و منکرین جو اسلام نہیں قبول کرتے تھے اور ایمان نہیں لاتے تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے تو طبعاً اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوتا تھا اس لئے یہاں ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے اور آپ کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ اے نبیؐ اب بھی اگر یہ آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور نہیں مانتے تو آپ صاف صاف کہہ دیجئے کہ میں تو اپنا فرض ادا کر چکا۔ تم سمجھانے پر نہیں مانتے تو اب میرا اور تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو میں اپنے عمل کا۔ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں میرے اعمال میرے ساتھ ہیں۔ جیسا تم کرو گے تم پاؤ گے میں جیسا کروں گا میں پاؤں گا۔ آگے بتلایا جاتا ہے کہ بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات و کمالات دیکھتے ہیں مگر دیکھنا اور سننا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔

یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ دل کے بہروں کو اپنی بات سنا دیں۔ حالانکہ وہ سخت بہرہ پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں۔ یا دل کے اندھوں کو راہ حق دکھلا دیں جب کہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو۔ یعنی ایسے اندھے اور بہرے جو علاوہ نہ سننے اور دیکھنے کے ہر قسم کی سمجھ بوجھ سے بھی محروم ہیں ان کو آپ کس طرح سنا اور دکھا کر منوا سکتے ہیں۔ لہٰذا کچھ فکر نہ کیجئے جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا

یعنی جن کے دل میں اثر نہیں ہوتا یہ انہیں کی تقصیر ہے کہ اپنے حواس اور فہم کو بگاڑ کر ان کے فوائد سے محروم ہو جاتے ہیں خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے انہوں نے اپنے فہم وادراک کو تباہ کر لیا ہے ورنہ اصل فطرت سے تو ہر انسان کو اللہ نے سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد بخشی ہے۔

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محض ظاہری آنکھوں سے دیکھنا جیسا کہ کفار مکہ نے دیکھا حصول نجات کے لئے کافی نہ ہوا بلکہ چشم بصیرت اور باطنی آنکھوں سے دیکھنا جیسا کہ صحابہ کرامؓ نے دیکھا تمام سعادتوں کے حصول کا سرچشمہ ہوا۔

ان آیات سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ کان اور آنکھ انسان کو حصول سعادت میں اسی وقت مدد کر سکتے ہیں جب ان کے ساتھ دل بھی متوجہ ہو۔ ورنہ کانوں اور آنکھوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ ایک سننا اس طرح کا ہوتا ہے جیسے جانور بھی آواز سن لیتا ہے دوسرا سننا وہ ہوتا ہے جس میں مطلب، معنیٰ اور مفہوم کی طرف توجہ ہو اور دل میں عزم اور ارادہ صحیح اور سچی بات کو تسلیم کرنے کا ہو۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ان ظاہری کانوں اور آنکھوں کے ساتھ ہمیں باطنی دل کے کان اور دل کی آنکھ بھی نصیب فرمائیں۔ یا اللہ ہمارا سننا اور دیکھنا حصول سعادت کا ذریعہ بنا دے۔ اور جو احکام ہم آپ کے سنیں ان پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کا عزم نصیب فرما دے۔ یا اللہ بیشک آپ تو کسی پر ظلم نہیں فرماتے لیکن ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ یا اللہ ہم کو دین کی فہم اور سمجھ عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَنْ لَّمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ ۚ قَدْ

اوراُن کووہ دن یاددلایئے' جس میں اللہ تعالیٰ اُن کواس کیفیت سے جمع کرے گا' کہ گویاوہ سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گےاورآپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے

خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۴۵﴾ وَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

واقعی (اس وقت سخت) خسارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔اور جس (عذاب) کا اُن سے ہم وعدہ کررہے ہیں'

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ

اس میں سے کچھ تھوڑاسا (عذاب) اگر ہم آپکودکھلادیں یاہم آپ کووفات دے دیں' سوہمارے پاس تو اُن کوآنا ہی ہے' پھر اللہ اُن کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے۔اور ہر ہر

أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَآءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۴۷﴾

اُمت کیلئے ایک حکم پہنچانے والا ہے۔سو جب ان کا وہ رسول آچکتا ہے اُن کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جاتا۔

وَيَوْمَ اور جس دن	يَحْشُرُهُمْ جمع کریگا انہیں	كَأَنْ گویا	لَّمْ يَلْبَثُوٓا وہ نہ رہے تھے	إِلَّا مگر	سَاعَةً ایک گھڑی	مِّنَ النَّهَارِ دن سے			
يَتَعَارَفُونَ وہ پہچانیں گے	بَيْنَهُمْ آپس میں	قَدْ خَسِرَ البتہ خسارہ میں رہے	الَّذِينَ وہ لوگ	كَذَّبُوا انہوں نے جھٹلایا	بِلِقَآءِ اللّٰهِ اللہ سے ملنے کو				
وَمَا كَانُوا وہ نہ تھے	مُهْتَدِينَ ہدایت پانیوالے	وَإِمَّا اور اگر	نُرِيَنَّكَ ہم تجھے دکھادیں	بَعْضَ بعض	الَّذِي وہ جو	نَعِدُهُمْ وعدہ کرتے ہیں ہم ان سے			
أَوْ یا	نَتَوَفَّيَنَّكَ ہم تمہیں اٹھالیں	فَإِلَيْنَا پس ہماری طرف	مَرْجِعُهُمْ ان کا لوٹنا	ثُمَّ پھر	اللّٰهُ اللہ	شَهِيدٌ گواہ	عَلَىٰ پر	مَا يَفْعَلُونَ جو وہ کرتے ہیں	
وَلِكُلِّ اور ہر ایک کیلئے	أُمَّةٍ امت	رَّسُولٌ رسول	فَإِذَا پس جب	جَآءَ آگیا	رَسُولُهُمْ ان کا رسول	قُضِيَ فیصلہ کردیا گیا			
	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	بِالْقِسْطِ انصاف کیساتھ	وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُونَ ظلم نہیں کئے جاتے					

قیامت کے دن کافروں کی حسرت

ان آیات میں اعراض عن الحق کی سزا اور وہ کیفیت حسرت بیان فرمائی جاتی ہے جو قیامت کے دن ان منکرین کو پیش آئے گی۔ اور بتلایا جاتا ہے کہ باوجود اس دنیا میں بڑی بڑی طویل عمریں پانے کے جب وہ حشر میں اٹھائے جائیں گے تو محشر کے ہولناک اہوال و حوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش وآرام اس قدر حقیر اور قلیل نظر آئے گا گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے اور افسوس کریں گے کہ ساری عمر کیسی فضول اور بے کار گزری۔ نیز وہاں کے مصائب دیکھ کر خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہوا جو یہ وقت آ گیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھہرے اور یہاں آ پھنسے۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ عالم برزخ میں ٹھہرنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ واللہ اعلم بہرحال میدان حشر میں جب جمع ہوں گے تو ایک دوسرے کو پہچانیں گے مگر ایک دوسرے کے کام نہ آسکیں گے۔ نفسی نفسی پڑی ہوگی بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آئے گا اور میدان حشر میں ان کو علم ہوگا کہ جو لوگ خدا کے سامنے جانے اور دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنے کے منکر تھے وہ راستی پر نہ تھے۔ اب وبال اٹھانا ان کے لےءلازم ہے اور دنیوی زندگی کی تجارت میں ان کو نقصان ہوا۔ نفع نہ ملا۔ باقی جنہوں نے لقاء اللہ کی تصدیق کی اور سیدھی راہ پر چلے وہ سراسر فائدہ میں ہوں گے۔ تو منکرین کے عذاب کا اصلی وقت تو یوم حشر ہی ہوگا اور دنیا میں ان پر عذاب واقع ہونا سو اس کی نسبت بتلایا جاتا ہے کہ اللہ نے کفار کو عذاب دینے کے جو وعدے کئے ہیں خواہ ان

میں سے بعض وعدے کسی حد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیئے جائیں جیسے "بدر" وغیرہ دکھا دیا۔ یا آپ کی وفات ہو جائے اس لئے آپ کے سامنے ان میں سے بعض کا ظہور نہ ہو۔ بہر صورت یہ یقینی ہے کہ وہ سب پورے ہو کر رہیں گے۔ اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملے گی۔ اللہ سے بچ کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کے تمام اعمال سے خدا تعالیٰ خوب واقف ہے۔

جزا و سزا ضابطہ کے مطابق ہوگی

آگے ایک عام ضابطہ اور قانون عذاب و سزا دینے کا بیان فرمایا جاتا ہے کہ ہر جماعت اور فرقہ کے پاس خدا کے احکام پہنچانے والے ہادی بھیجے گئے ہیں تا کہ خدا کی حجت تمام ہو۔ اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ لوگ عمل پہلے سے کرتے ہیں مگر دنیا میں ان کو سزا ہادی پہنچنے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے۔ خدا کے ہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بغیر پہلے سے آگاہ کرنے اور جرم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنا دیا جائے۔ قیامت میں بھی باقاعدہ پیشی ہوگی۔ فرد جرم لگائے جائیں گے گواہ پیش ہوں گے۔ ہر ہر قوم اور امت کے ساتھ ان کے پیغمبر اور ہادی موجود ہوں گے۔ ان کے بیانات و شہادت وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا۔ گویا پوری طرح تبلیغ احکام اور اتمام حجت کے بعد سرکشوں اور باغیوں کو سزا دی جاتی ہے۔ اس طرح اجرائے سزا میں کوئی سوال ہی ظلم و زیادتی کا باقی نہیں رہ جاتا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو آخرت کی وہ فکر نصیب فرما کہ ہم کسی آن اس سے غافل نہ ہوں۔ یا اللہ میدان حشر کی ذلت اور رسوائی سے ہمیں اپنی پناہ میں رکھئے اور اس وقت کے پچھتانے اور حسرت و افسوس کرنے سے ہم کو بچایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٨﴾ قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کیلئے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار رکھتا ہی نہیں

وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ

مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔ ہرامت کے (عذاب کے) لئے (اللہ کے نزدیک) ایک معین وقت ہے سو جب ان کا وہ وقت معین آپہنچتا ہے تو

سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ﴿٤٩﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُهُ بَيَاتًا أَوْ نَهَارًا

ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر خدا کا عذاب رات کو آپڑے یا دن کو

مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُونَ ﴿٥٠﴾ أَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ آمَنْتُمْ بِهِ ۚ آلْآنَ وَقَدْ

تو یہ بتلاؤ کہ عذاب میں کون چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اسکو جلدی مانگ رہے ہیں۔ کیا پھر جب وہ آہی پڑے گا (اس وقت) اس کی تصدیق کروگے ہاں اب مانا حالانکہ

كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٥١﴾ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ

تم اس کی جلدی مچایا کرتے تھے۔ پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو

تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٥٢﴾

تم کو تو تمہارے ہی کیئے کا بدلہ ملا ہے۔

وَيَقُولُونَ اور وہ کہتے ہیں	مَتَىٰ کب	هَٰذَا یہ	الْوَعْدُ وعدہ	إِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	صَادِقِينَ سچے	قُلْ آپ کہدیں	
لَا أَمْلِكُ نہیں مالک ہوں میں	لِنَفْسِي اپنی جان کیلئے	ضَرًّا کسی نقصان	وَلَا نَفْعًا اور نہ نفع	إِلَّا مگر	مَا جو	شَاءَ اللَّهُ چاہے اللہ		
لِكُلِّ أُمَّةٍ ہرایک امت کیلئے	أَجَلٌ ایک وقت مقرر	إِذَا جب	جَاءَ آجائے گا	أَجَلُهُمْ ان کا وقت	فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ پس نہ تاخیر کریں گے وہ			
سَاعَةً ایک گھڑی	وَ اور	لَا نہ	يَسْتَقْدِمُونَ جلدی کریں گے وہ	قُلْ آپ کہدیں	أَرَأَيْتُمْ بھلا تم دیکھو	إِنْ أَتَاكُمْ اگر تم پر آئے		
عَذَابُهُ اس کا عذاب	بَيَاتًا رات کو	أَوْ نَهَارًا یا دن کے وقت	مَاذَا کیا ہے وہ	يَسْتَعْجِلُ جلدی کرتے ہیں	مِنْهُ اس سے	الْمُجْرِمُونَ مجرم		
أَثُمَّ کیا پھر	إِذَا جب	مَا وَقَعَ واقع ہوگا	آمَنْتُمْ تم ایمان لاؤگے	بِهِ اس پر	آلْآنَ اب	وَ اور	قَدْ كُنْتُمْ البتہ تم تھے	بِهِ اس کی
تَسْتَعْجِلُونَ تم جلدی مچاتے	ثُمَّ پھر	قِيلَ کہا جائیگا	لِلَّذِينَ ان لوگوں کو جو	ظَلَمُوا انہوں نے ظلم کیا	ذُوقُوا تم چکھو	عَذَابَ عذاب		
الْخُلْدِ ہیشگی	هَلْ کیا نہیں	تُجْزَوْنَ تمہیں بدلہ دیا جاتا	إِلَّا مگر	بِمَا وہ جو	كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ تم کماتے تھے			

جب عذاب کا وقت آپہنچے گا تو آئے گا

کفار مکہ تو دوبارہ قیامت میں زندہ ہوکر اٹھائے جانے کو یعنی حشر نشر کو اور پھر جزا وسزا اور عذاب وثواب کو مانتے نہ تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سے یا آپ کے صحابہ کرام سے عذاب کی وعیدیں سنتے تو بقصد تکذیب یوں کہتے کہ جس عذاب کی تم ہم کو دھمکی دیتے ہو وہ کب آئے گا۔ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب واقع کیوں نہیں کرا دیتے؟ کفار کا اس طرح سوال کرنا اور ان کے اس سوال کے جواب میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا گیا یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ کفار و مشرکین کہتے ہیں کہ جو عذاب آنے کی دھمکیاں دیتے ہو یہ محض بے اصل ہیں اگر واقعی سچے ہو تو عذاب کو کیوں نہیں لے آتے؟ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اے نبی آپ جواب میں کہہ دیجئے کہ عذاب بھیجنا خدا کا کام ہے۔ میرے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع کے حاصل کرنے کا اور کسی ضرر کے دفع کرنے کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا خدا کو منظور ہو۔ پس جب خاص اپنے نفع نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کے نفع نقصان کا کیونکر ہوں گا پس عذاب واقع کرنا میرے اختیار میں نہیں اور بات یہ ہے کہ ہر امت کے عذاب کے لئے اللہ کے نزدیک ایک وقت معین ہے سو جب ان کا وہ معین وقت آپہنچتا ہے تو اس وقت عذاب واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح تمہارے عذاب کا بھی وقت معین ہے اور جو میعاد خدا کے علم میں مقرر ہے جب میعاد پوری ہو کر اس کا وقت پہنچ جائے گا اس سے ایک گھڑی آگے پیچھے نہیں سرک سکتے۔

منکر و کفار عذاب الٰہی کا مقابلہ ہرگز نہیں کر سکتے

آگے بتلایا گیا کہ وہ جو یہ فرمائش کرتے ہیں کہ جو کچھ ہونا ہے جلدی ہو جائے تو اس کے متعلق فرما دیجئے کہ اگر رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کے دھندوں میں مشغول ہو اگر اچانک خدا کا عذاب آ دبائے تو مجرم جلدی کر کے کیا بچاؤ کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے اور جلدی مچانے سے کیا فائدہ؟

منکرین کو عذاب آنے کا یقین نہیں

درحقیقت ان کا عذاب کے لئے جلدی کرنا اس بنا پر ہے کہ انہیں اس کے آنے کا یقین نہیں۔ انہیں اس وقت یقین ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے۔ عذاب آچکنے کے بعد یقین آیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اس وقت خدا کی طرف سے کہہ دیا جائے گا کہ اچھا اب قائل ہوتے ہو اور پہلے سے جھٹلاتے رہے اس وقت اقرار کرنے سے اور اس وقت کے ایمان و یقین سے کچھ نفع نہیں جیسے سمندر میں غرق ہوتے وقت فرعون نے کہا تھا اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں ایمان لاتا ہوں کہ کوئی خدا نہیں بجز اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں مسلموں میں داخل ہوتا ہوں مگر حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ایمان قبول نہیں ہوا اور جواب دیا گیا کہ اب تو ایمان لاتا ہے اب تک تو سرکشی ہی کرتا رہا اور مفسدوں ہی میں شامل رہا۔ جس کا ذکر اسی سورت میں آگے ان شاء اللہ آئے گا۔ حدیث میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول کرتا ہی رہتا ہے جب تک کہ وہ غرغرۂ موت میں گرفتار نہ ہو جائے یعنی غرغرۂ موت کے وقت کا ایمان اور توبہ اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ اسی طرح دنیا میں وقوع عذاب سے پہلے پہلے توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ جب عذاب سر پر آ پڑے تو پھر توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اسی سورت کے اخیر میں قوم یونس علیہ السلام کا جو واقعہ آ رہا ہے کہ ان کی توبہ قبول کر لی گئی تو وہ اسی ضابطہ کے ماتحت ہے کہ انہوں نے عذاب کے ابتدائی آثار کو دور سے آتا ہوا دیکھ کر سچے دل سے توبہ کر لی اس لئے عذاب ہٹا لیا گیا۔ اگر عذاب ان پر واقع ہو جاتا تو پھر توبہ قبول نہ ہوتی۔ یہ تو رہا دنیا میں قبول ایمان کا معاملہ اور پھر قیامت میں جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہتے تھے۔ ان سے کہا جائے گا کہ اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ جو کفر و معصیت ساری عمر دنیا میں کماتے رہے اسی کی یہ سزا پا رہے ہو۔

خلاصہ یہ کہ کفار کی جہالت کا یہاں اظہار کیا جاتا ہے اور اس امر کی صراحت کہ نفع اور نقصان کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ گو کارخانۂ قدرت کا کوئی مالک اور متصرف نہیں۔ ہاں اللہ نے اپنی مشیت سے جس کو جتنا اختیار دیا ہے اتنا ہی اس کو حاصل ہے۔ پھر بتلایا گیا کہ اللہ کا عذاب کفار اور مشرکین کے لئے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں اس کا وقوع یقینی ہے اس لئے پہلے سے اس سے بچنا ضروری ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ قرآن پاک نے جن باتوں کی خبر دی ہے ان پر ہم کو کامل یقین اور ایمان نصیب فرما۔ یا اللہ ہماری آنکھیں اس دنیا میں آخرت کے لئے کھول دے اور مرنے سے پہلے آخرت کا زاد راہ تیار کرنے کی فکر نصیب فرما دے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۳ وَلَوْ

اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ ہاں قسم ہے میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے۔ اور تم کسی طرح خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔

اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ

اور اگر ہر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا (مال) ہو کہ ساری زمین میں بھر جاوے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانے لگے۔ اور جب عذاب دیکھیں

لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۵۴ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا

گے تو پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے۔ اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۵

سب اللہ ہی کی مِلک ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں کرتے۔

هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۵۶

وہی جان ڈالتا ہے، وہ جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے۔

وَ اور	يَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ آپ سے پوچھتے ہیں	اَحَقٌّ کیا سچ ہے	هُوَ وہ	قُلْ آپ کہدیں	اِيْ وَرَبِّيْٓ ہاں میرے رب کی قسم	اِنَّهٗ بیشک وہ	
لَحَقٌّ ضرور سچ	وَمَا اور نہیں	اَنْتُمْ تم ہو	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کرنے والے	وَلَوْ اور اگر	اَنَّ ہو	لِكُلِّ ہر ایک کیلئے	نَفْسٍ شخص
ظَلَمَتْ اس نے ظلم کیا	مَا جو کچھ	فِي الْاَرْضِ زمین میں	لَافْتَدَتْ البتہ فدیہ دے دے	بِهٖ اس کو	وَاَسَرُّوا اور وہ چپکے چپکے ہوں گے		
النَّدَامَةَ پشیمان	لَمَّا جب	رَاَوُا وہ دیکھیں گے	الْعَذَابَ عذاب	وَقُضِيَ اور فیصلہ ہوگا	بَيْنَهُمْ ان کے درمیان	بِالْقِسْطِ انصاف کے ساتھ	
وَهُمْ اور وہ	لَا يُظْلَمُوْنَ ظلم نہ کئے جائیں گے	اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	لِلّٰهِ مَا اللہ کیلئے جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں	وَالْاَرْضِ اور زمین	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	وَعْدَ اللّٰهِ اللہ کا وعدہ	حَقٌّ سچ	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر	لَا يَعْلَمُوْنَ جانتے نہیں	هُوَ وہی
يُحْيٖ زندگی دیتا ہے	وَيُمِيْتُ اور مارتا ہے	وَاِلَيْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹائے جاؤ گے				

بعث بعد الموت میں شک کرنیوالوں کی حیرت

ان آیات میں منکرین میں سے ان لوگوں کی بات نقل کی جا رہی ہے جو تعلیمات اسلامیہ اور عقائد قرآنیہ کا صاف انکار تو نہیں کرتے تھے البتہ ان کو تردد اور تامل ضرور تھا۔ وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و دیانت پر غور کرتے تو ان کا دل کہتا کہ سچے کی زبان سے جھوٹی بات نہیں نکل سکتی لیکن پھر جب دیکھتے کہ آپ کی دعوت ایسی باتوں کا یقین دلاتی ہے جن سے وہ اور ان کے باپ دادا یکسر وقطعاً نا آشنا رہے ہیں تو ان کی طبیعت رکتی اور شک و حیرت میں مبتلا ہو جاتے اور پوچھنے لگتے کیا جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں فی الحقیقت ایسا ہی ہے؟ کیا یہ سچ ہے کہ موت کے بعد پھر ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے کیا واقعی ریزہ ریزہ ہو کر اور خاک میں مل کر پھر از سر نو ہم کو موجود کیا جائے گا؟ گویا انہیں تعجب اور حیرت تھی کہ مرنے اور مٹی میں مل کر ریزہ ریزہ ہو جانے کے بعد

تمام ذرات کال کر اور پھر مجسم ہو کر زندہ ہونا کس طرح ممکن ہے؟

منکرین قیامت کو جواب

اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ آپ پرزور طریقہ پر ان سے کہہ دیجئے کہ تعجب کی کیا بات ہے۔ یہ چیز تو یقینا ہونے والی ہے اور اللہ کی قسم کے ساتھ کہہ دیجئے کہ قیامت کا دن ضرور ہوگا۔ تم ذرہ ذرہ ہو جاؤ تمہاری خاک کا ریزہ ریزہ ہو کر اڑ جائے یا کوئی دریا میں ڈوب جائے یا آگ میں جل جائے۔ بہر حال تمہاری کوئی حالت روز قیامت کو آنے۔ ذرات کو سمٹ کر مجسم ہونے اور دوبارہ زندہ ہو کر حساب کتاب کے بعد عذاب ثواب پانے سے نہیں روک سکتی۔ کوئی کام قدرت الٰہی سے خارج نہیں وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور تم میں اتنی قدرت نہیں کہ تم خدا کو اپنے پکڑنے سے عاجز کر سکو اور اس کے عذاب وقہر کو روک سکو تمہارا مر کر مٹی میں مل جانا اور ریزہ ریزہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ وہ تم کو دوبارہ زندہ نہ کر سکے اور تمہیں کفر وشرک کے عذاب کا مزہ نہ چکھائے۔ اور دیکھو کفر وشرک کا جرم اس قدر عظیم ہے کہ قیامت کے دن اگر کافر ومشرک کے پاس روئے زمین کا مال ومتاع ہو تو وہ قیامت کے دن اپنے آپ کو عذاب سے چھڑانے کے لئے یہ سب کچھ فدیہ دینے کیلئے تیار ہوگا۔ یہ منکر انسان آج جس دنیا کے پیچھے دیوانہ بنا ہوا ہے اور آخرت سے منہ موڑے ہوئے ہے کل کو عذاب آخرت سے رہائی کے لئے تمام خزائن اور اموال دنیا کو اپنی جان بچانے کے لئے بطور فدیہ دینے کو تیار ہوگا مگر اس وقت نہ ایسا ممکن ہے نہ یہ فدیہ قبول ہوگا منکرین قیامت عذاب آخرت کو اپنے سامنے دیکھ کر دلوں میں بہت پشیمان ہوں گے کہ افسوس ہم نے رسول کا فرمان نہ مانا اور ان کی تعلیمات کو قبول نہ کیا۔ لیکن وقت گزر جانے کے بعد پشیمانی کا کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ بس اس وقت تو جزا وسزا کا فیصلہ ہوگا۔ فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جائے گا کوئی مجرم نہ بھاگ سکتا ہے نہ رشوت دے کر چھوٹ سکتا ہے۔

ہر چیز اللہ کی ملکیت ہے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ عالم میں جو کچھ ہے اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے اسی کے تصرف میں ہے اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔ لہذا قیامت کا وعدہ بھی برحق ہے لیکن بدفہمی اور غفلت سے اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں سمجھتے۔ اس لئے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں اور جو جی میں آئے کرتے ہیں جبکہ یہ بات بدیہی ہے کہ سب کو پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ پھر مارتا بھی وہی ہے تو جب جلانا اور مارنا اسی کا فعل ہے تو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کے پاس لوٹ کر جانے سے انکار کیا جاوے۔ تم یقینا مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور حساب کتاب ہوگا اور جزا وسزا ہوگی لہذا آخرت کو حق سمجھو اور اس کے لئے بجائے شک کرنے کے تیاری کرو۔ ان آیات میں یہی مضمون بیان فرمایا گیا ہے۔

خلاصہ یہ کہ وقوع قیامت کا پرزور دلیل کے ساتھ اثبات فرمایا جا رہا ہے اور کفار کی جو حالت قیامت میں ہوگی اس کا اظہار کیا گیا مگر اس وقت کی ندامت اور پشیمانی بے سود ہوگی۔ ساتھ ہی عدل الٰہی کی صراحت اور ہمہ گیر قدرت کی توضیح فرمائی گئی۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم قیامت وآخرت پر ایمان رکھتے ہوئے آخرت سے غافل ہیں اور دنیا کی زندگی میں منہمک ہیں اور آخرت کو بھلا بیٹھے ہیں۔

یا اللہ اس جہل اور غفلت کو ہمارے دلوں سے دور فرما دے اور ہماری آنکھیں آخرت کی طرف سے کھول دے۔

یا اللہ یہ دنیا آخرت کی کمائی کی جگہ ہے ہم کو یہاں ذخیرہ آخرت جمع کرنے کی توفیق عطا فرما اور میدان حشر میں سرخروئی کے ساتھ کھڑا ہونا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ

اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں اُن کیلئے شفا ہے

وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ

اور رہنمائی کرنیوالی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے۔ آپ کہہ دیجئے کہ لوگوں کو خدا کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے۔

هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے جس کو جمع کر رہے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا اے	النَّاسُ لوگو	قَدْ جَآءَتْكُمْ تحقیق آگئی تمہارے پاس	مَّوْعِظَةٌ نصیحت	مِّنْ سے	رَّبِّكُمْ تمہارا رب	وَشِفَآءٌ اور شفاء	لِّمَا اس کیلئے
فِي الصُّدُوْرِ سینوں میں	وَهُدًى اور ہدایت	وَّرَحْمَةٌ اور رحمت	لِّلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	قُلْ آپ کہدیں	بِفَضْلِ فضل سے	اللّٰهِ اللہ	
وَبِرَحْمَتِهٖ اور اس کی رحمت	فَبِذٰلِكَ سو اس پر	فَلْيَفْرَحُوْا وہ خوشی منائیں	هُوَ وہ۔یہ	خَيْرٌ بہتر	مِّمَّا اس سے جو	يَجْمَعُوْنَ وہ جمع کرتے ہیں	

عذاب آخرت سے بچاؤ کا طریقہ

گذشتہ آیات میں وقوع قیامت، حساب کتاب، جزا و سزا کا پرزور دلیل کے ساتھ اثبات فرمایا گیا تھا۔ اب تمام انسانوں کو خطاب کر کے عذاب آخرت سے نجات اور قیامت میں بدانجامی اور بداحوالی سے بچنے کا ذریعہ اور طریقہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ قرآن ہے اور قرآن کے محاسن بیان فرمائے جاتے ہیں تا کہ قرآن پر ایمان و عمل کی ترغیب ہو۔ یہاں يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سے خطاب فرمایا گیا ہے جس سے مراد بعض مفسرین نے اہل مکہ کو لیا ہے لیکن لفظ ناس کی عمومیت کی بناء پر بعض مفسرین نے کہا ہے کہ کل دنیا کے انسانوں کی طرف روئے سخن ہے۔ چنانچہ دنیا بھر کے رہنے والے انسانوں کو خطاب کر کے کہا جاتا ہے کہ اے انسانو! ہوشیار ہو جاؤ۔ اللہ کی حجت اب تمام ہو گئی۔ اللہ کی کتاب قرآن مجید اب تمہارے پاس آ پہنچی جو تمہارے لئے اول سے آخر تک موعظت اور حکمت بھی ہے اور سرتاسر پند و نصیحت بھی ہے۔ جو تم کو مہلک۔ مضر اور بری باتوں سے روکتی ہے اور شکوک و شبہات کی بیماری سے دل کو شفا بخشنے والی بھی ہے۔ وصول الی اللہ رضائے خداوندی اور حق کا راستہ بتاتی ہے اور گمراہی سے بچاتی ہے اور اپنے ماننے والوں کو دنیا اور آخرت میں رحمت الٰہیہ کا مستحق ٹھہراتی ہے جس کے اتباع کی برکت سے ظاہر و باطن اللہ کی رحمت و عنایت کا مورد بنتا ہے۔ پس افسوس ہے ان پر کہ جو اس نسخۂ شفا اور اس اکسیر اور کیمیا سے انحراف کرتے ہیں تم کو چاہیے کہ فوراً اس پر ایمان لاؤ۔ اور ایسی کتاب کو حرز جان بناؤ۔ یہ قرآن آپ کی نبوت و رسالت کی دلیل و برہان ہے لہٰذا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر ایمان لاؤ۔

قرآن کریم کے چار اوصاف

پہلی صفت مَّوْعِظَةٌ فرمائی یعنی ایسی کتاب جو برائیوں سے روکنے اور نیکیوں کی ترغیب کے لئے ایک مکمل وعظ اور نصیحت نامہ ہے مَّوْعِظَةٌ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ دل میں اتر جانے والی دلیلوں اور روح کو متاثر کرنے والے طریقوں سے تمام باتوں کی ترغیب دیتی ہے جو خیر و حق کی ہوں اور ان تمام باتوں سے روکتی ہے جو شر اور برائی کی ہوں۔

دوسری صفت قرآن کریم کی شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ فرمائی یعنی ایسی کتاب کہ اگر اس کی ہدایتوں کے موافق عمل اور عقیدہ ہو تو ہر قسم کے امراض قلب اور عوارض باطنی یعنی روحانی بیماریوں کو شفا ہو جائے۔ گویا یہ قرآن دل کی بیماریوں کیلئے نسخۂ شفا ہے۔ انفرادی یا

اجتماعی طور پر جو بھی اس نسخۂ شفاء پر عمل کرے گا وہ ہر طرح کے مفاسد اور رذائل سے پاک ہو جائے گا۔

تیسری صفت قرآن کریم کی ھدًی فرمائی یعنی ایسی کتاب جو ہدایت اور رہنمائی کرنے والی ہے۔ چوتھی صفت رحمۃ فرمائی یعنی یہ قرآن اہل ایمان کے لئے ہدایت ہے کہ ان کو خدا تک پہنچنے کا راستہ بتاتا ہے اور اپنے پیروؤں کو خدا کی رحمت وعنایت کا مورد بناتا ہے اور بقدر اتباع کے رحمت الٰہیہ کے انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے دنیا کو قرآن کے آنے سے ظلمات کفر وضلالت سے نجات ملی اور آخرت میں ظلمات نار سے نجات ملے گی۔ یہ کتاب پیغام رحمت ہے یعنی ظلم و عداوت، بغض و عناد سے نجات دلاتی ہے اور رحمت ومحبت امن و سلامتی سے روح کو منور کرتی ہے۔ ان صفات کے ساتھ للمؤمنین کی قید لگا کر یہ بتایا گیا کہ مومنین ہی اس کی ان صفات سے استفادہ کریں گے اور یہ تمام فوائد انہی کو حاصل ہوں گے جن کی قسمت میں ایمان ہے اور جو مریض اپنی جان کا دشمن طبیب اور علاج سے دشمنی ہی کی ٹھان لے تو ظاہر ہے کہ جس قدر علاج اور دوا سے نفرت کر کے بھاگے گا اسی قدر نقصان اٹھائے گا۔

فضل ورحمت اور حضرت عمرؓ کا واقعہ

یہاں آیت میں جو یہ فرمایا گیا قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭهُوَخَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ یعنی لوگوں کو خدا کے اس فضل ورحمت پر خوش ہونا چاہئے وہ اس دنیا سے بدرجہا بہتر ہے۔ جس کو جمع کر رہے ہیں تو یہاں آیت میں مفسرین نے احادیث کی روشنی میں اللہ کے فضل سے مراد قرآن کے لئے ہیں اور رحمت سے مراد اسلام۔ یا قرآن پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کے لئے ہیں۔ اس آیت سے متعلق روایت میں ایک حکایت لکھی ہے کہ جب عراق کا خراج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمرؓ اس کے دیکھنے کے لئے نکل آئے۔ آپ کے خادم بھی ساتھ تھے۔ حضرت عمرؓ خراج میں آئے ہوئے اونٹوں کو گننے لگے لیکن کہاں تک گنتے۔ گنتے گنتے تھک گئے تو کہنے لگے خدا کا شکر ہے ان کے خادم نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بھی خدا کا فضل ورحمت ہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فرما کر قرآن اور اس سے استفادہ مراد لیا ہے اس لئے اس کو فضل ورحمت نہیں بلکہ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ سمجھنا چاہئے کیونکہ ہمارا جمع کردہ ہے۔ فضل ورحمت کی تو بہت بڑی شان ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم قرآن پاک کی نعمت وعظمت کے آگے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت کو ہیچ وحقیر سمجھیں۔

یا اللہ قرآن پاک کو ہمارے لئے بھی ظاہری اور باطنی رحمتوں اور برکتوں کے حصول کا ذریعہ بنا دے اور اس کی برکتوں سے ہمارے دلوں میں ایمان ویقین کی زندگی پیدا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ أَرَءَيْتُم مَّآ أَنزَلَ ٱللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ حَرَامًا وَحَلَٰلًا قُلْ ءَآللَّهُ

آپ کہہ دیجئے" کہ یہ تو بتلاؤ" کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا' پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا۔ آپ پوچھئے

أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى ٱللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ ٱلَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ يَوْمَ

کہ کیا تمکو خدا نے حکم دیا ہے' یا اللہ پر افترا ہی کرتے ہو۔ اور جو لوگ اللہ پر جھوٹ افترا باندھتے ہیں' ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے۔

ٱلْقِيَٰمَةِ إِنَّ ٱللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى ٱلنَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۶۰﴾ وَمَا

واقعی لوگوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے' لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں' اور آپ کسی حال میں ہوں'

تَكُونُ فِى شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا۟ مِنْهُ مِن قُرْءَانٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا

اور منجملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور لوگو تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے

عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ وَمَا يَعْزُبُ عَن رَّبِّكَ مِن مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ

جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں

فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا فِى ٱلسَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ مِن ذَٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِى كِتَٰبٍ مُّبِينٍ ﴿۶۱﴾

نہ زمین میں اور نہ آسمان میں' اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے' اور نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے۔

قُلْ آپ کہہ دیں	أَرَءَيْتُمْ بھلا دیکھو	مَآ أَنزَلَ جو اس نے اتارا	ٱللَّهُ اللہ	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّن سے	رِّزْقٍ رزق	فَجَعَلْتُم پھر تم نے بنالیا	
مِّنْهُ اس سے	حَرَامًا کچھ حرام	وَحَلَٰلًا اور کچھ حلال	قُلْ آپ کہہ دیں	ءَآللَّهُ کیا اللہ	أَذِنَ حکم دیا	لَكُمْ تمہیں	أَمْ یا	عَلَى ٱللَّهِ اللہ پر
تَفْتَرُونَ تم جھوٹ باندھتے ہو	وَمَا اور کیا	ظَنُّ خیال	ٱلَّذِينَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُونَ گھڑتے ہیں	عَلَى ٱللَّهِ اللہ پر	ٱلْكَذِبَ جھوٹ		
يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ قیامت کے دن	إِنَّ بیشک	ٱللَّهَ اللہ	لَذُو فَضْلٍ فضل کرنے والا	عَلَى ٱلنَّاسِ لوگوں پر	وَلَٰكِنَّ اور لیکن	أَكْثَرَهُمْ ان کے اکثر		
لَا يَشْكُرُونَ شکر نہیں کرتے	وَ اور	مَا تَكُونُ نہیں ہوتے تم	فِى شَأْنٍ کسی حال میں	وَمَا تَتْلُوا۟ اور نہیں پڑھتے	مِنْهُ اس سے	مِن سے۔ کچھ		
قُرْءَانٍ قرآن	وَلَا تَعْمَلُونَ اور نہیں کرتے	مِنْ عَمَلٍ کوئی عمل	إِلَّا مگر	كُنَّا ہم ہوتے ہیں	عَلَيْكُمْ تم پر	شُهُودًا گواہ		
إِذْ تُفِيضُونَ جب تم مشغول ہوتے ہو	فِيهِ اس میں	وَمَا اور نہیں	يَعْزُبُ غائب	عَن سے	رَّبِّكَ تمہارا رب	مِن سے	مِّثْقَالِ برابر	
ذَرَّةٍ ایک ذرہ	فِى ٱلْأَرْضِ زمین میں	وَلَا اور نہ	فِى میں	ٱلسَّمَآءِ آسمان	وَلَا اور نہ	أَصْغَرَ چھوٹا	مِن سے	ذَٰلِكَ اس
وَلَآ اور نہ	أَكْبَرَ بڑا	إِلَّا مگر	فِى میں	كِتَٰبٍ مُّبِينٍ کتاب روشن				

کفار و مشرکین کے جاہلانہ قوانین کا رد

کفار و مشرکین عرب نے طرح طرح کے جاہلانہ قوانین بنا رکھے تھے۔ بعض قسم کے جانور جن کو بحیرہ، سائبہ وغیرہ کہتے تھے خود اپنی رائے سے اپنے اوپر حرام کر رکھے تھے اور بعض مردار وغیرہ کو حلال قرار دے رکھا تھا یا مشرکین عرب اپنی کھیتی و مویشی میں سے ایک حصہ بتوں کے نام مخصوص کر دیتے اور اس سے انتفاع کو حرام جانتے تھے۔ قرآن مجید نے ان پر بار بار گرفت کی ہے۔

چنانچہ یہاں تنبیہ کی جاتی ہے کہ یہ کیا واہیات ہے کہ خدا نے تو تمہارے نفع کے لئے ہر قسم کی روزی پیدا کی پھر تم نے محض اپنی رائے اور خواہش سے اس میں سے کسی چیز کو حلال کسی کو حرام ٹھہرا لیا۔ بھلا تحلیل و تحریم کا تم کو کیا حق ہے؟ کیا تم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے ایسا حکم دیا یا یوں ہی خدا پر افترا کر رہے ہو۔ پھر جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا باندھتے ہیں وہ روز قیامت کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں کہ کیا معاملہ ان کے ساتھ ہوگا۔ کیا وہ قیامت میں سستے چھوٹ جائیں گے اور ان سے باز پرس نہ ہوگی؟ کیا انہیں عذاب بھگتنا نہیں پڑے گا؟ کن خیالات میں پڑے ہیں یاد رکھیں جو دردناک سزا ان کو ملنے والی ہے وہ ٹل نہیں سکتی۔ دنیا میں خدا اپنے فضل سے بہت کچھ مہلت دیتا ہے۔ بہت سی تقصیرات سے درگزر کرتا ہے لیکن بہت سے لوگ اس نرمی اور مہلت کو دیکھ کر بجائے شکر گزار ہونے کے اور زیادہ دلیر اور بے خوف ہو جاتے ہیں۔ آگے مشرکین کی تنبیہ کے لئے حق تعالیٰ اپنے احاطۂ علمی کو ظاہر فرماتے ہیں جس سے مقصود دو باتیں ہیں ایک تو کفار کی تنبیہ مقصود ہے کہ اے مشرکین تم ہمارے نبی اور رسول اور دین کی عداوت میں جو کچھ کر رہے ہو وہ ہم پر پوشیدہ نہیں۔ تمہاری سازشوں اور تدبیروں سے کچھ نہیں بنتا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کا محافظ اور نگہبان ہے اور اللہ تم سے ذرہ ذرہ کا حساب لے گا۔ دوسرے مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہے کہ آپ گھبرایئے نہیں۔ ان کی حرکات و سکنات اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں۔ زمین و آسمان میں ایک ذرہ برابر یا اس سے چھوٹی بڑی چیز نہیں جو خدائے تعالیٰ کے علم محیط سے غائب ہو۔ ہر چیز علم الٰہی کے ساتھ کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں درج ہے۔ تو جب حق تعالیٰ پر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز پوشیدہ نہیں تو ان مکذبین کے معاملات اور احوال کیسے مخفی رہ سکتے ہیں۔

خلاصۂ کلام

الغرض یہاں اپنی طرف سے کسی چیز کو حال اور کسی چیز کو حرام قرار دینے پر مشرکین کو وعید سنائی گئی۔ اور کلام الٰہی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں محض کورانہ تقلید کی در پردہ مذمت فرمائی گئی اور اس امر کی صراحت کہ تحریم و تحلیل محض اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ خود رائی کو اس میں دخل نہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی کہ جس طرح دشمنوں کے معاملات اس کے سامنے ہیں ان کے بالمقابل ذرہ ذرہ حال دوستوں کا بھی اس کے علم میں ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ آپ کا واقعی ہم پر بڑا فضل و کرم ہے کہ جو ہم کو آپ نے اپنی رحمت سے زندگی کی مہلت دے رکھی ہے اور توبہ کا موقع دے رکھا ہے۔

یا اللہ ہم کو اس مہلت کی قدر شناسی کی توفیق مرحمت فرما اور اس زندگی میں اپنے اصلاح کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ آپ بے شک ذرہ ذرہ سے باخبر ہیں اور کوئی امر آپ سے مخفی نہیں۔

یا اللہ ہم کو اس پر یقین کامل نصیب فرما تا کہ ہم کو کسی نافرمانی کو جرأت نہ ہو۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا

یادرکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہوگا' اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ وہ (اللہ کے دوست) وہ ہیں' جو ایمان لائے' اور تقویٰ اختیار کیا۔

یَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَاتَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ

اُن کیلئے دُنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے۔ اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا

اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۴﴾ وَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا

یہ بڑی کامیابی ہے۔ اور آپ کو اُن کی باتیں غم میں نہ ڈالیں' تمام تر غلبہ خدا ہی کیلئے ہے۔

هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۶۵﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَتَّبِعُ

وہ سنتا ہے جانتا ہے۔ یادرکھو جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں' اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے (مملوک) ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر

الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا

دوسرے شرکاء کی عبادت کررہے ہیں کس چیز کا اتباع کررہے ہیں۔ محض بے سند خیال کا اتباع کررہے ہیں' اور محض قیاسی باتیں کررہے ہیں۔

یَخْرُصُوْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا اِنَّ فِیْ

وہ ایسا ہے' جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو' اور دن بھی اس طور پر بنایا' کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے۔

ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾

اس میں دلائل ہیں' ان لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں۔

اَلَآ یادرکھو	اِنَّ بیشک	اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ اللہ کے دوست	لَاخَوْفٌ نہ کوئی خوف	عَلَیْهِمْ ان پر	وَلَا اور نہ	هُمْ وہ	یَحْزَنُوْنَ غمگین ہوں گے	
اَلَّذِیْنَ وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَكَانُوْا اور وہ رہے	یَتَّقُوْنَ تقویٰ کرتے رہے	لَهُمُ ان کیلئے	الْبُشْرٰی بشارت	فِی میں		
الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا دنیا کی زندگی	وَ اور	فِی میں	الْاٰخِرَةِ آخرت	لَاتَبْدِیْلَ تبدیلی نہیں	لِكَلِمٰتِ باتوں میں	اللّٰهِ اللہ	ذٰلِكَ یہ	هُوَ وہ
الْفَوْزُ کامیابی	الْعَظِیْمُ بڑی	وَلَا اور نہ	یَحْزُنْكَ تمہیں غمگین کرے	قَوْلُهُمْ ان کی بات	اِنَّ بیشک	الْعِزَّةَ غلبہ	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	
جَمِیْعًا تمام	هُوَ وہ	السَّمِیْعُ سُننے والا	الْعَلِیْمُ جاننے والا	اَلَآ یادرکھو	اِنَّ بیشک	لِلّٰهِ اللہ کیلئے	مَنْ جو کچھ	فِی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَمَنْ اور جو	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا کیا۔کس	یَتَّبِعُ پیروی کرتے ہیں	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	یَدْعُوْنَ پکارتے ہیں	مِنْ دُوْنِ سوائے		
شُرَكَآءَ شریک	اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ وہ نہیں پیروی کرتے	اِلَّا مگر	الظَّنَّ گمان	وَ اور	اِنْ نہیں	هُمْ وہ اِلَّا مگر	یَخْرُصُوْنَ اٹکلیں دوڑاتے ہیں	
هُوَ وہی	الَّذِیْ جو۔جس	جَعَلَ بنایا	لَكُمُ تمہارے لئے	الَّیْلَ رات	لِتَسْكُنُوْا تاکہ تم سکون حاصل کرو	فِیْهِ اس میں	وَالنَّهَارَ اور دن	
	مُبْصِرًا دکھانے والا	اِنَّ بیشک	فِیْ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰیٰتٍ البتہ نشانیاں	لِقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ سننے والے لوگوں کیلئے			

اولیاء اللہ کا تعارف

گذشتہ آیات میں مخالفین کو وعید سنائی گئی تھی اب ان کے مقابلہ میں اولیاء اللہ کو بشارت سنائی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ اولیاء اللہ یعنی خدا کے دوستوں پر آخرت میں کوئی خوف اور اندیشہ ناک واقعہ نہیں پڑھے گا اور نہ وہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہوں گے جن اولیاء اللہ کو یہ بشارت سنائی گئی آگے ان کی تعریف فرمائی جاتی ہے۔ کہ یہ کون ہوں گے؟ فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ (جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا) یعنی ایمان اور تقویٰ یہ دو صفات اولیاء اللہ کی بیان فرمائی گئیں۔ یہ پہلے کئی مواقع میں عرض کیا جا چکا ہے کہ ایمان اور تقویٰ کے بہت سے درجات ہیں۔ پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود ہوگا اسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا۔ اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ ولی کہلائے جا سکتے ہیں لیکن عرف میں ولی اسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان وتقویٰ کا پایا جاتا ہو۔

اولیاء اللہ کی علامات

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ذکر وفکر خداوندی میں دیکھے جاتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اولیاء اللہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ کہ جب دیکھو یاد خدا میں مصروف۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کے بندوں میں ایسے بھی بندے ہیں کہ انبیاء اور شہداء بھی ان پر رشک کرتے ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں ہم بھی ان سے محبت رکھیں گے فرمایا انبیاء کے لئے بھی قابل رشک لوگ وہ ہیں کہ نہ مال کا کوئی تعلق۔ نہ نسب کا لگاؤ مگر صرف اللہ کے لئے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے ممبروں پر ہوں گے۔ لوگ جہاں خوف سے تھرا جائیں وہاں ان پر ذرا بھی آثار خوف نہ ہوگا۔ لوگوں پر رنج وغم طاری ہوگا اور ان کو رنج سے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ اللہ کے اولیاء یہی لوگ ہیں۔

اولیاء اللہ کیلئے دو بشارتیں

الغرض ایک بشارت تو اولیاء اللہ کو یہ دی گئی کہ ان پر قیامت میں نہ خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ دوسری بشارت یہ دی گئی کہ ان کے لئے خوشخبری ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں۔ مثلاً فرشتے موت کے وقت ان کو جنت اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہیں یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں یا ان کی نسبت دوسرے بندگان خدا کو اچھے خواب دکھائی دیتے ہیں۔ یا ان کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی امداد و تائید ہوتی ہے۔ یا خواص میں اور کبھی خواص سے گزر کر عوام میں بھی ان کی مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ ان کی مدح وثنا اور ذکر خیر کرتے ہیں یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آسکتی ہیں۔ رہی بشارت اخروی تو وہ قرآن پاک میں متعدد جگہ مذکور ہے کہ جنت کی ابدالآباد نعمتیں میسر ہوں گی۔ آگے یہ بھی بتلا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی باتیں اور اس کے وعدے سب پختہ اور اٹل ہیں۔ جو بشارتیں دی ہیں ضرور پہنچ کر رہیں گی اور یہ بشارتیں جو مذکور ہوئیں ان کا مل جانا بھی بڑی کامیابی ہے۔

شرک احمقانہ فعل

اب مشرکین عرب جو توحید سے منہ موڑ کر صفات الٰہیہ میں دوسروں کو شریک قرار دیتے اور باری تعالیٰ کی شان میں گستاخیاں کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) ساحر کاہن اور شاعر کہتے۔ ان امور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طبعی رنج پہنچتا تھا اس لئے آگے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے اور پھر مشرکین کو ان کے باطل عقیدہ پر تنبیہ کی جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان احمقوں اور شریروں کی کفریات اور دل خراش باتوں سے مغموم ورنجیدہ نہ ہوں۔ یہ ان متکبرین کی چند روزہ لن ترانیاں ہیں عنقریب ختم ہو جائیں گی غلبہ اور زور سب خدا کے لئے ہے وہ اپنے زور تائید سے حق کو غالب ومنصور اور مخالفین کو ذلیل ورسوا کر کے چھوڑے گا۔ وہ ان کے تمام اقوال و

اعمال کو سنتا اور جانتا ہے اور ان کے انجام سے بھی واقف ہے۔ رہا کافروں کا یہ گمان کہ ان کے باطل معبود اور مصنوعی شرکاء الوہیت کچھ اختیار و قوت رکھتے ہیں اور نقصان نفع پہنچانے کی ان میں طاقت ہے تو یہ محض باطل گمان ہے۔ کل زمین اور آسمان میں خدائے واحد کی سلطنت ہے سب جن وانس وفرشتے اسی کے مملوک ومخلوق ہیں۔ مشرکین کا غیر اللہ کو پکارنا اور انہیں خدائی کا حصہ دار بنانا محض اٹکل کے تیر اور واہی تباہی خیالات ہیں۔ ان کے ہاتھ میں نہ کوئی حقیقت ہے۔ نہ حجت، نہ برہان، نہ دلیل۔ یہ لوگ فقط جھوٹے گمان اور وہم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ گمان قائم کرلیا کہ اللہ کے سوا دوسرے معبود بھی نفع نقصان پہنچا سکتے ہیں لہذا ان کی پرستش کرنے لگے۔ یہ معبود پرستی نہ ہوئی بلکہ وہم پرستی ہوئی ان کو اتنا نہیں سوجھتا کہ رات اور دن تو اللہ نے بنائے۔ سکون اور چین کے لئے رات کو تاریک بنایا اور کام کاج کے لئے دن کو روشن بنایا۔ تو ایسے قادر اور مربی خالق کو چھوڑ کر معذور مخلوق کی پرستش کرنا کتنا احمقانہ فعل ہے۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے اولیاء اللہ کے گروہ میں ہم کو بھی شامل ہونا نصیب فرمائیں اور دنیا وآخرت کی کامیابی ہم کو نصیب فرمائیں۔

یا اللہ دنیا میں ایمان اور تقویٰ کی دولت ہم کو نصیب فرما اور قیامت میں مومنین متقین کے ساتھ ہمارا حشر فرما کہ جن پر نہ کوئی غم ہوگا نہ خوف۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ

وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۶۸ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ

تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں' کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ۝۶۹ ؕ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

جھوٹ افترا کرتے ہیں وہ (کبھی) کامیاب نہ ہوں گے۔یہ دنیا میں تھوڑا سا عیش ہے پھر ہمارے ہی پاس اُن کو آنا ہے'

ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰ ع

پھر ہم اُن کو اُن کے کفر کے بدلے سزائے سخت (کا مزہ) چکھادیں گے۔

قَالُوْا وہ کہتے ہیں	اتَّخَذَ بنالیا	اللّٰهُ اللہ	وَلَدًا بیٹا	سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے	هُوَ وہ	الْغَنِيُّ بے نیاز	لَهٗ اس کیلئے	مَا جو	فِي السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں
وَمَا اور جو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِنْ نہیں	عِنْدَكُمْ تمہارے پاس	مِنْ کوئی	سُلْطٰنٍ دلیل	بِهٰذَا اس کیلئے	اَتَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو		
عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	مَا جو	لَا تَعْلَمُوْنَ تم نہیں جانتے	قُلْ آپ کہدیں	اِنَّ بیشک	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	يَفْتَرُوْنَ گھڑتے ہیں	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر		
الْكَذِبَ جھوٹ	لَا يُفْلِحُوْنَ وہ فلاح نہیں پائیں گے	مَتَاعٌ کچھ فائدہ	فِي الدُّنْيَا دنیا میں	ثُمَّ پھر	اِلَيْنَا ہماری طرف	مَرْجِعُهُمْ ان کو لوٹنا			
ثُمَّ پھر	نُذِيْقُهُمُ ہم چکھائیں گے انہیں	الْعَذَابَ عذاب	الشَّدِيْدَ شدید	بِمَا اس کے بدلے	كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ وہ کفر کرتے تھے				

عقائد باطلہ کی تردید

مشرکین کے باطل عقائد کی تردید اور اثبات توحید باری تعالیٰ اور حقانیت دین اسلام کا مضمون مختلف اسلوب و دلائل کے ساتھ گذشتہ سے بیان ہوتا چلا آرہا ہے۔ بعض کفار مکہ اور مشرکین عرب فرشتوں کو نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا۔ اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا فرزند کہتے تھے۔ یہاں ان آیات میں مشرکین کے اس اتہام کی تردید فرمائی جارہی ہے اور تین دلائل سے مشرکین کے اس قول و عقیدہ کو باطل ٹھہرایا جارہا ہے۔

پہلی دلیل

سبحان اللہ کلمہ تعجب کے طور پر کبھی اظہار حیرت کے لئے بولا جاتا ہے اور کبھی اس کے واقعی معنیٰ ہی مراد ہوتے ہیں یعنی یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب سے منزہ اور پاک ہے۔ یہاں لفظ سبحٰنہ' دونوں معنیٰ دے رہا ہے۔ مشرکین کے اس قول پر اظہار حیرت بھی مقصود ہے اور ان کی بات کے جواب میں یہ کہنا بھی مقصود ہے کہ اللہ تو بے عیب ہے اس کی طرف اولاد کی نسبت کس طرح ہو سکتی ہے اگر اس عقیدہ کو مانا جائے تو خدا کی ذات عالی اور ذات واحد پر بہت سے عیوب۔ بہت سی کمزوریوں بہت سے نقائص اور بہت سی احتیاجوں کی تہمت لگتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ تمام عیوب تمام نقائص اور تمام کمزوریوں سے پاک ہے۔ مثلاً اولاد تو باپ کے ہم جنس ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ مجانست' مشابہت اور مماثلت سے پاک اور منزہ ہے۔ نیز اولاد باپ کا جزو ہوتی ہے اور معاذ اللہ خدا تعالیٰ مرکب نہیں۔ نیز بیٹے کا محتاج وہ ہوتا ہے جس کو بقا اور دوام نہ ہوتا کہ اس

کی فنا اور زوال کے بعد بیٹا اس کے قائم مقام ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ازلی اور ابدی اور اول وآخر ہے۔ پھر اسے بیٹے کی کیا ضرورت۔

دوسری دلیل

هُوَ الْغَنِيُّ یعنی اللہ بے نیاز ہے فرما کر یہ ظاہر فرمایا کہ خداوند قدوس بیوی بچوں سے پاک ہے۔ خدا کو اس کی ضرورت ہی کیا پیش آئی۔ معاذ اللہ کیا اسے اولاد کی حسرت تھی؟ یا یہ فکر تھی کہ اس کے بعد مال و دولت کا وارث اور اس کا نام روشن کرنے والا کون ہوگا؟ یا یہ کہ بڑھاپے یا حرج مرض میں کس سے سہارا ملے گا؟ العیاذ باللہ وہ تو سب سے زیادہ بے نیاز ہے اسے کسی اولاد وغیرہ کی احتیاج ہی نہیں۔ یہ سب باتیں محتاجی کی ہیں اور اللہ تعالیٰ احتیاج سے پاک اور منزہ ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور سب ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔

تیسرے جملہ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ میں صاف کہہ دیا گیا کہ زمین وآسمان میں سب اللہ کے بندے ہیں اور اس کے مملوک اور غلام ہیں۔ گویا مخلوق کا رشتہ اپنے خالق کے ساتھ صرف ملکیت اور مملوکیت کا ہے نہ کہ فرزندی و دلبندی وغیرہ خرافات کا۔ جب سب چیزیں اس کی مملوک مخلوق ہیں تو پھر خالق و مخلوق اور مالک و مملوک کے درمیان ان نسبی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے۔ یہ بڑی سخت بات ہے کہ خدا کی نسبت محض جہالت سے ایسی جھوٹی اور بے سند باتیں کہی جائیں۔

خدا پر جھوٹ بولنے والے ناکام ہی رہیں گے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ خدا پر جھوٹ باندھنے والے خواہ دنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں اور اپنے ساز وسامان پر مغرور ہوں لیکن انہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نہیں نصیب ہوسکتی۔ تھوڑے دن دنیا کے مزے اڑالیں انجام کار ان کا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا۔ جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

ترقی وکامیابی کیا ہے؟

ان آیات سے صاف معلوم ہوا کہ کامیابی صرف یہ ہے کہ آدمی آخرت کے عذاب سے بچ جاوے۔ اور دنیا میں چند روز عیش وآرام سے بسر کر لینا جس کا خاتمہ ذلت اور مصیبت پر ہو اسے فلاح اور کامیابی ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ پھر مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا کہہ کر قرآن مجید نے منکر و مکذب قوموں کی بالکل صحیح تصویر کھینچ دی ہے۔ تفصیل کیلئے امریکہ و برطانیہ روس اور فرانس وغیرہ بڑی بڑی نام نہاد ''مہذب'' اور ''ترقی یافتہ'' قوموں کا حال مطالعہ ہو۔ ان کے آپس کے رشک و حسد کا حال۔ ان کی حرام کاریوں کا حال۔ ان کے ہاں کے امراض خبیثہ کا حال۔ معلوم کر کے پھر فیصلہ کیجئے کہ متاع دنیا کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ رکھنے کے بعد بھی ان منکرین حق کو باوجود اپنی نام نہاد انتہائی ترقیوں کے فلاح کس معنیٰ میں حاصل ہے؟ اور آج جو کج فہم قوم وملت کو انہی ترقی یافتہ قوموں کی روش پر چلانا چاہتے ہیں وہ ملت کو فلاح کی جنت کی طرف لئے جارہے ہیں یا دنیا میں ہی دوزخ کے عذاب کی طرف؟ قرآن مجید تو ہر جگہ اور بار بار یہی بتا رہا ہے اور ہمارے مشاہدہ سے اس کی تصدیق کرا رہا ہے کہ جو قومیں صحیح ایمان اور تقویٰ سے عاری ہیں وہ عیش ابدی سے تو خیر محروم ہی ہیں لیکن دنیا میں بھی ان کا عیش محض ظاہری وسطحی ہوتا ہے اندر سے بالکل کھوکھلا۔

دعا کیجئے

یا اللہ یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین کی دنیا پرستی سے اور ان کے روش پر چلنے سے امت مسلمہ کو محفوظ فرما۔ ہمارے دلوں میں دین کی وقعت عطا فرما اور تازندگی صراط مستقیم پر چلنے اور اس پر قائم رہنے کی سعادت مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِیْ

اور آپ ان کو نوحؑ کا قصہ پڑھ کر سنایئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام خداوندی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے

وَتَذْكِيْرِیْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

تو میرا تو خدا ہی پر بھروسہ ہے سو تم اپنی تدبیر (جو کچھ کرسکو) مع اپنے شرکاء کے پختہ کرلو پھر تمہاری وہ تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونا چاہیے

اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ

پھر میرے ساتھ (جو کچھ کرنا ہے) کر گذرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ پھر بھی اگر تم اعراض ہی کیے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا

اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ

میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں رہوں۔ سو وہ لوگ اُن کو جھٹلاتے رہے

فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

پس ہم نے اُن کو اور جو اُن کے ساتھ کشتی میں تھے انکو نجات دی اور اُن کو آباد کیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اُن کو غرق کردیا۔

بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

سو دیکھنا چاہیے کیسا انجام ہوا اُن لوگوں کا جو ڈرائے جا چکے تھے۔

وَاتْلُ اور پڑھو	عَلَيْهِمْ ان پر	نَبَاَ خبر	نُوْحٍ نوح	اِذْ قَالَ جب اسنے کہا	لِقَوْمِهٖ اپنی قوم سے	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنْ كَانَ اگر ہے
كَبُرَ گراں	عَلَيْكُمْ تم پر	مَقَامِیْ میرا قیام	وَتَذْكِيْرِیْ اور میرا نصیحت کرنا	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اللہ کی آیتوں سے	فَعَلَى اللّٰهِ پس اللہ پر		
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	فَاَجْمِعُوْٓا پس تم مقرر کرلو	اَمْرَكُمْ اپنا کام	وَشُرَكَآءَكُمْ اور تمہارے شریک	ثُمَّ پھر	لَا يَكُنْ نہ رہے	اَمْرُكُمْ تمہارا کام	
عَلَيْكُمْ تم پر	غُمَّةً کوئی شبہ	ثُمَّ اقْضُوْٓا پھر تم کرگزرو	اِلَیَّ میرے ساتھ	وَ اور	لَا تُنْظِرُوْنِ مجھے مہلت نہ دو	فَاِنْ پھر اگر	تَوَلَّيْتُمْ تم منہ پھیرلو
فَمَا سَاَلْتُكُمْ تو میں نے نہیں مانگا تم سے	مِّنْ اَجْرٍ کوئی اجر	اِنْ تو صرف	اَجْرِیَ میرا اجر	اِلَّا مگر	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	
اَنْ کہ	اَكُوْنَ میں رہوں	مِنَ سے	الْمُسْلِمِيْنَ فرمانبردار	فَكَذَّبُوْهُ تو انہوں نے اسے جھٹلایا	فَنَجَّيْنٰهُ سو ہم نے بچالیا اسے	وَمَنْ اور جو	
مَعَهٗ اس کے ساتھ	فِی الْفُلْكِ کشتی میں	وَجَعَلْنٰهُمْ اور ہم نے بنایا انہیں	خَلٰٓئِفَ جانشین	وَاَغْرَقْنَا اور ہم نے غرق کردیا	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو		
كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِنَا ہماری آیتوں کو	فَانْظُرْ سو دیکھو	كَيْفَ کیسا	كَانَ ہوا	عَاقِبَةُ انجام	الْمُنْذَرِيْنَ ڈرائے گئے لوگ	

انبیائے کرام کے واقعات ذکر کرنے کے مقاصد

گذشتہ مضامین کی تائید کے لئے اب چند قصے گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے بیان کئے جا رہے ہیں جس میں توحید و رسالت کی تائید بھی مقصود

ہے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو تسلی دینا بھی مقصود ہے تاکہ تبلیغ وایمان میں مزید پختگی حاصل ہو کہ ہمیشہ سے کفار کا یہی دستور چلا آیا ہے کہ اہل حق کو بقدر امکان ایذا وتکلیف دیتے رہے ہیں۔ گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے قصہ بیان فرمانے سے یہ بھی مقصد ہے کہ کفار مکہ کو عبرت ہو کہ نبی کی اطاعت نہ کرنے اور سرکشی اور سرتابی کرنے کی وجہ سے گذشتہ اقوام تباہ وبرباد ہو چکی ہیں کہیں ہمارا بھی وہی حشر نہ ہو۔ ان مقاصد کے علاوہ گذشتہ انبیاء اور ان کی اقوام کے مفصل واقعات و حالات بیان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز نبوت بھی ظاہر کرنا مقصود ہے کہ باوجودیکہ آپ امی تھے۔ کبھی کسی سے کچھ لکھنے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ پھر بھی سینکڑوں اور ہزاروں برس پہلے کے ایسے واقعات بیان فرمائے کہ جو اصل سے سرمو متفاوت نہیں۔ اہل تاریخ اور گذشتہ الہامی کتابوں کے پڑھنے والے سر جوڑ کر بیٹھ جائیں اور کوشش کریں کہ بیان قرآن کی کوئی تغلیط کر سکیں یہ ناممکن ہے۔

حضرت نوح ؑ کا واقعہ

ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ سے آغاز فرمایا ہے۔ جو سب کے جد امجد اور آدم ثانی ہیں اور کفار کے مقابلہ میں پہلے رسول ہیں جو کفر کے مقابلہ کے لئے مبعوث ہوئے۔ اسی معنیٰ میں آپ کو حدیث میں اول رسول الی اہل الارض کہا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام بلاشبہ اللہ کے سب سے پہلے رسول مکلم تھے جن سے خدا تعالیٰ نے بلاواسطہ کلام فرمایا اور ان سے سلسلۂ نبوت ورسالت کا آغاز فرمایا مگر ان کے زمانہ میں دنیا میں کفر کا نام ونشان نہ تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دس زمانوں بعد دنیا میں کفر کا آغاز ہوا۔ اس وقت نوح علیہ السلام بھیجے گئے تاکہ کافروں کو ایمان کی دعوت دیں۔ جب مسلسل اور عرصہ دراز تک تبلیغ وہدایت کا اثر قوم نے نہ لیا اور نافرمانی پر جمے رہے تو ان پر طوفان آیا اور سب کفار غرق کیے گئے۔ اور قوم نوح ؑ دنیا میں پہلی قوم تھی جو نافرمانی کے باعث عذاب خداوندی سے ہلاک ہوئی۔

قوم کی بے حسی پر حضرت نوح ؑ کا خطاب

حضرت نوح علیہ السلام جب مسلسل اور بہت طویل تبلیغ کے بعد اپنی قوم سے عاجز آ گئے اور مایوس ہو گئے تو قوم سے انقطاعی گفتگو فرمائی جس کا حال ان آیات میں بیان فرمایا جا رہا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہاری خوشی ناخوشی یا موافقت ومخالفت کی مجھے ذرہ برابر پروا نہیں۔ میرا بھروسہ صرف خدائے واحد پر ہے۔ اگر تم میری نصیحت وفہمائش سے برا مانو تو مانا کرو۔ میں اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں قصور نہیں کر سکتا۔ تم برا مان کر مجھ سے دشمنی کرو اور نقصان پہنچانا چاہو تو یہ چیز میرے ارادوں پر قطعاً اثر ڈالنے والی نہیں۔ جو کچھ تمہارے امکان میں ہے شوق سے کر گزرو۔ میرے خلاف مشورہ کر کے کوئی تجویز پختہ کر لو۔ اپنے ساتھیوں بلکہ فرضی معبودوں کو بھی جمع کر کے ایک رائے پر قائم ہو جاؤ۔ پھر متفقہ طاقت سے اسے جاری کر ڈالو۔ ایک منٹ کی مہلت بھی مجھ کو نہ دو پھر دیکھ لو کہ پیغمبرانہ استقامت وتوکل کس طرح غالب اور منصور رہتا ہے۔ تمہارے مقابلہ میں نہ جانی وبدنی تکالیف سے گھبراتا ہوں۔ نہ مالی نقصان کی کوئی فکر ہے کیونکہ میں نے خدمت تبلیغ و دعوت کا کچھ معاوضہ تم سے طلب نہیں کیا جو یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری ناخوشی سے میری تنخواہ بند ہو جائے گی میں جس کا کام کر رہا ہوں اور حکم بجا لا رہا ہوں اسی کے ذمہ میری اجرت ہے جب میں اس کا فرمانبردار ہوں اور جو خدمت میرے سپرد کی گئی ہے اس کو بے خوف وخطر انجام دیتا ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل ورحمت کے دروازے مجھ پر نہ کھولے رکھے۔

ہمیشہ اہل باطل برباد ہی ہوتے ہیں
اہل ایمان صبر وتوکل پر قائم رہیں

جب ان لوگوں کو سینکڑوں برس نوح علیہ السلام نے نصیحت کی۔ نفع وضرر سے آگاہ کیا۔ جب کوئی بات موثر نہ ہوئی بلکہ الٹا عناد وفرار بڑھتا گیا۔ اس وقت خدا تعالیٰ نے سخت طوفان پانی کا بھیجا کہ سب مکذبین غرقاب کر دیئے گئے۔ صرف نوح علیہ السلام اور آپ کے چند ساتھی جو کشتی میں سوار تھے محفوظ رہے۔ انہی سے آگے نسل انسانی چلی اور ڈوبنے والوں کی جگہ یہی آباد ہوئے۔

یہاں کفار کو تباہی وبربادی کی دھمکی۔ اہل ایمان کو کافروں کی ایذا رسانی پر صبر کرنے کی تلقین اور اللہ پر بھروسہ رکھنے کی ہدایت دی گئی اور اس بات کا حکم کہ اہل ایمان کو غیر اللہ سے خوف نہ کرنا چاہئے نیز اس امر کا ضمنی اظہار ہے کہ بالآخر اہل حق غالب آتے ہیں اور باطل پرست حق کی مخالفت کرنے والے برباد ہو جاتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا

پھر نوحؑ کے بعد ہم نے اور رسولوں کو اُن کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ اُن کے پاس معجزات لے کر آئے پھر جس چیز کو اُنہوں نے اول میں

بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا

جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اُس کو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔ پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات دے کر بھیجا، سو اُنہوں نے تکبر کیا، اور وہ لوگ

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ

جرائم کے خوگر تھے۔ پھر جب اُن کو ہمارے پاس سے صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔ موسیٰؑ نے فرمایا،

مُوْسٰٓى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا

کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جبکہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادوگر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ وہ لوگ کہنے

اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا

لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اُس طریقہ سے ہٹا دو جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو دیکھا ہے، اور تم دونوں کو دنیا میں ریاست مل جاوے

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

اور ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔

ثُمَّ پھر	بَعَثْنَا ہم نے بھیجے	مِنْۢ بَعْدِهٖ اس کے بعد	رُسُلًا کئی رسول	اِلٰى طرف	قَوْمِهِمْ ان کی قوم	فَجَآءُوْهُمْ وہ آئے انکے پاس		
بِالْبَيِّنٰتِ روشن دلیلوں کیساتھ	فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا سوان سے نہ ہوا کہ وہ ایمان لے آئیں	بِمَا اس پر جو	كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِهٖ اس کو				
مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	كَذٰلِكَ اسی طرح	نَطْبَعُ ہم مہر لگاتے ہیں	عَلٰى پر	قُلُوْبِ دل	الْمُعْتَدِيْنَ حد سے بڑھنے والے	ثُمَّ پھر		
بَعَثْنَا ہم نے بھیجا	مِنْۢ بَعْدِهِمْ انکے بعد	مُّوْسٰى موسیٰؑ	وَهٰرُوْنَ اور ہارونؑ	اِلٰى طرف	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَا۟ئِهٖ اسکے سردار		
بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کیساتھ	فَاسْتَكْبَرُوْا تو انہوں نے تکبر کیا	وَكَانُوْا اور وہ تھے	قَوْمًا لوگ	مُّجْرِمِيْنَ گنہگار	فَلَمَّا تو جب	جَآءَهُمُ آیا انکے پاس		
الْحَقُّ حق	مِنْ عِنْدِنَا ہماری طرف سے	قَالُوْٓا وہ کہنے لگے	اِنَّ بیشک	هٰذَا یہ	لَسِحْرٌ البتہ جادو	مُّبِيْنٌ کھلا	قَالَ کہا	مُوْسٰى موسیٰ
اَتَقُوْلُوْنَ کیا تم کہتے ہو	لِلْحَقِّ لَمَّا حق کیلئے جب	جَآءَكُمْ وہ آگیا تمہارے پاس	اَسِحْرٌ کیا جادو	هٰذَا یہ	وَلَا يُفْلِحُ اور کامیاب نہیں ہوتے			

السّٰحِرُوْنَ جادوگر	قَالُوْا وہ بولے	اَجِئْتَنَا کیا تو آیا ہمارے پاس	لِتَلْفِتَنَا کہ پھیر دے ہمیں	عَمَّا اس سے جو	وَجَدْنَا پایا ہم نے	
عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اس پر اپنے باپ دادا	وَتَكُوْنَ اور ہو جائے	لَكُمَا تم دونوں کیلئے	الْكِبْرِيَآءُ بڑائی	فِي الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم
لَكُمَا تم دونوں کیلئے	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والوں میں سے					

سابقہ امتوں کی سنگدلی

نوح علیہ السلام کے بعد جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے متعدد پیغمبر اپنی اپنی قوم کی طرف آئے مثلاً (۱) حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ (۲) حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے۔ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۴) حضرت لوط علیہ السلام (۵) حضرت شعیب علیہ السلام وغیرہ۔ ان سب انبیاء کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات و معجزات دے کر بھیجا گیا لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی بعثت سے پہلے تھے اور جن چیزوں کو پیشتر سے جھٹلاتے چلے آ رہے تھے یہ نہ ہوا کہ انبیاء کے تشریف لانے اور سمجھانے کے بعد ان کو مان لیتے اور جب پہلی مرتبہ منہ سے "نہ" نکل گئی تو یہ ممکن نہ ہوا کہ پھر کبھی "ہاں" نکل سکے۔ اسی بے ایمانی اور تکذیب حق پر آخر تک اڑے رہے۔ چونکہ انہوں نے راہ حق سے تجاوز اختیار کیا اور تکذیب اور عداوت حق میں حد سے نکل جانے والے تھے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر گمراہی کی مہر لگادی۔

قانون قدرت یہی ہے اور دلوں پر مہر لگنے کی یہی صورت ہوتی ہے کہ اول جو لوگ تکذیب کرتے ہیں پھر اس پر ضد اور اصرار کرتے کرتے محض دشمنی اور عناد کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دل کی کلیں بگڑ جاتی ہیں اور قبول حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔ اسی کو دلوں پر مہر لگ جانے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا واقعہ

اس کے بعد حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کا قصہ جو قوم فرعون کے ساتھ پیش آیا بیان فرمایا جاتا ہے۔ جو بہت سے واقعات کو شامل ہے اور سب کا خلاصہ یہ ہے کہ کمبل پوش نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام باوجود بے سروسامانی کے کامیاب و کامران ہوئے اور فرعون باوجود پورے ساز وسامان اور حکومت و سلطنت کے ناکام و نامراد ہوا اور آخر کو ذلت خواری کے ساتھ غرق آب ہو کر ہلاک ہوا۔ چنانچہ ان آیات میں بتلایا گیا کہ فرعونی جرائم پیشہ لوگ تھے۔ نافرمانی ان کی عادت بن چکی تھی۔ انہوں نے تکبر برتا اور خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر بھی اس کے رسولوں کو نہ مانا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام پر جادوگری کا الزام

معجزات دیکھ کر اور موسیٰ علیہ السلام کی نہایت پرتاثیر باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے کیونکہ ان کے خیال میں تمام فوق العادت چیزوں کا آخری درجہ "جادو" ہی ہو سکتا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرعونیوں سے فرمایا کہ تم حق کو جادو کہتے ہو۔ کیا جادو ایسا ہوتا ہے۔ اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کر کے حق و باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکنا ان کوتاہ فہموں کا کام ہے جو سونے اور پیتل میں تمیز نہ کر سکیں۔ پیغمبر کے روشن چہرہ، پاکیزہ اخلاق، نور تقویٰ، پرشوکت و عظمت احوال میں بدیہی شہادت اس کی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے انہیں کوئی دور کی بھی نسبت نہیں۔ پھر پیغمبر کو ساحر کہنا کس درجہ بے حیائی یا دیوانگی ہے۔

فرعونیوں کی پروپیگنڈہ مہم

اب فرعونیوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کیا جواب دیا وہ نقل کیا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ انہوں نے موسیٰ علیہ اسلام سے کہا کہ تمہاری غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ایک انقلاب عظیم برپا کر کے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جمانا چاہتے ہو۔ ہمارا اتنا پرانا طریقہ جو پشتہا پشت سے چلا آتا ہے اسے ہٹا کر چاہتے ہو کہ اپنا اثر جماؤ۔ سو یاد رہے کہ یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں۔ ہم لوگ ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے۔ اور نہ تمہاری بزرگی تسلیم کریں گے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم تم پر ایمان لا کر اپنی عزت خاک میں ملائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى

اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادوگروں کو حاضر کرو سو جب وہ آئے موسیٰ نے اُن سے فرمایا کہ

اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ

ڈالو جو کچھ تم کو ڈالنا ہے۔ سو جب اُنہوں نے ڈالا تو موسیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم لائے ہو جادو یہ ہے یقینی بات ہے کہ

اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ

اللہ تعالیٰ اسکو ابھی درہم برہم کئے دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔ اور اللہ تعالیٰ حق کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کردیتا ہے

وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

گو مجرم لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔

وَقَالَ اور کہا	فِرْعَوْنُ فرعون	ائْتُوْنِیْ لے آؤ میرے پاس	بِكُلِّ ہر	سٰحِرٍ جادوگر	عَلِيْمٍ علم والا	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَ آگئے	السَّحَرَةُ جادوگر	
قَالَ کہا	لَهُمْ ان سے	مُوْسٰى موسیٰ	اَلْقُوْا تم ڈالو	مَا جو	اَنْتُمْ تم	مُلْقُوْنَ ڈالنے والے ہو	فَلَمَّا پھر جب	اَلْقَوْا انہوں نے ڈالا	قَالَ کہا
مُوْسٰى موسیٰ	مَا جو	جِئْتُمْ بِهِ تم لائے ہو	السِّحْرُ جادو	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ	سَيُبْطِلُهٗ ابھی باطل کردے گا اسے	اِنَّ اللّٰهَ بیشک اللہ			
لَا يُصْلِحُ نہیں درست کرتا	عَمَلَ کام	الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنے والے	وَيُحِقُّ اور حق کردے گا	اللّٰهُ اللہ	الْحَقَّ حق	بِكَلِمٰتِهٖ اپنے حکم سے			
وَلَوْ خواہ	كَرِهَ ناپسند کریں	الْمُجْرِمُوْنَ مجرم							

فرعون نے جادوگروں کا سہارا لیا مگر ناکام ہوگیا

گذشتہ آیات میں فرعونیوں کا قول نقل کیا گیا تھا۔ اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ فرعون نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات عصا اور ید بیضا دیکھ کر یہی خیال کیا کہ ان کو نیچا دکھانے کے لئے ماہر جادوگروں کی ضرورت ہے تاکہ وہ موسیٰ کا مقابلہ کریں اور اپنے جادو کے زور سے انہیں نیچا دکھائیں چنانچہ فرعون نے اپنی عزت اور ناموس کے تحفظ کے لئے اپنے درباریوں سے کہا کہ موسیٰ کے مقابلہ کے لئے تمام قلمرو مصر میں سے تلاش کرکے ماہر جادوگروں کو بلاؤ اور جمع کرو۔ چنانچہ جادوگر جمع ہوئے۔ مقابلہ کا دن مقرر ہوا۔ ایک میدان میں سب جمع ہوئے۔ سورۂ اعراف میں یہ قصہ مفصلاً گزر چکا ہے۔ فرعون کے جمع کردہ ساحرین نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اپنا کرتب دکھلانے میں تم پہل کرتے ہو یا ہم پہل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھلانا ہے دکھلاؤ کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آنا اور باطل کو نیچا دکھلا کر ملیامیٹ کردینا زیادہ موثر اور غلبہ حق کو زیادہ واضح کردیتا ہے۔ اس پر ساحرین نے اپنی لاٹھیاں و رسیاں جن سے وہ جادو کیا کرتے تھے زمین پر پھینک دیں اور نظر بندی سے دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا تمام میدان سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو یہ "جادو" ہے۔ وہ جادو نہ تھا جس کو فرعون اور اس کی قوم نے جادو کہا۔ میں جو لایا ہوں وہ جادو نہیں بلکہ حق اور معجزہ ہے۔ جادو تو یہ ہے جو تم لائے ہو۔ بس تم اپنی قوت صرف کرچکے اب تم دیکھو گے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس لائے ہوئے

جادو کو میرے لائے ہوئے حق سے ملیا میٹ کر دے گا اور تم میرے مقابلہ میں ذلیل و خوار ہو گے اور تمہارا کھیل میرے مقابلہ میں کبھی نہیں سنور سکے گا۔ کیونکہ خدا کی عادت اور حکمت کے یہ خلاف ہے کہ مصلح و مفسد کے مقابلہ کے وقت جبکہ اس سے مقصود خالص اتمام حجت ہو۔ مفسدوں اور شریروں کی بات سنوار دے اور کلمہ حق کو پست و مغلوب کر دے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ مفسدوں کا کام نہیں بننے دیتا اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق حق کو بلند اور ثابت فرماتا ہے اگرچہ مجرموں کو یہ کیسا ہی ناپسند ہو۔ چنانچہ اس مقابلہ میں ایسا ہی ہوا جیسا کہ قرآن پاک کے دوسرے مقامات میں مذکور ہے۔ جادوگر مغلوب ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اژدہا بن کر جادوگروں کے سارے کھیل کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا۔ جس پر وہ جادوگر تو موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے مگر فرعون جو اس معاملہ میں بھی ذلیل و خوار ہوا اور جو ربوبیت کا دعویٰ وہ کرتا تھا اس کا پول کھل گیا۔ فرعون نے اپنے وسائل و ذرائع سے نبوت پر غلبہ پانے کی کوشش کی مگر فرعون باوجود حکومت سلطنت اور عظمت شان کے نبی کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور اللہ کا بول بالا ہو کر رہا۔

یہاں کفار مکہ کو یہ سنا کر یہ جتلانا مقصود ہے کہ تم لوگ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اگر مخالفت پر قائم رہے تو خود ہی ذلیل و برباد ہو گے۔ اللہ کے نبی کا کچھ نہ بگڑے گا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ معجزہ اور کرامت افعال الٰہیہ حقہ میں سے ہیں اور سحر افعال باطلہ میں سے اور مقابلہ میں حق بالآخر باطل پر غالب آ جاتا ہے اور معجزہ یا کرامت کے مقابلہ میں جادو یا سحر کو کامیابی نہیں ہو سکتی۔

دعا کیجئے

یا اللہ اپنی رحمت سے اس ملک پاکستان میں بھی کوئی ایسا مرد مومن پیدا فرما دے جو اس ملک میں اسلام کو بلند کر دے اور حقیقی معنیٰ میں اس ملک کو اسلامی حکومت و سلطنت بنا دے اور باطل کو یہاں سے مٹا دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ

پس موسیٰ پر اُن کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے، وہ بھی فرعون سے اور اپنے احکام سے ڈرتے ڈرتے کہ کہیں انکو

اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

تکلیف (نہ) پہنچاوے اور واقع میں فرعون اس مُلک میں زور رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہوجاتا تھا۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ

اور موسیٰ نے فرمایا، کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو، تو اُسی پر توکل کرو، اگر تم اطاعت کرنے والے ہو۔

مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾

اُنہوں نے عرض کیا، کہ ہم نے اللہ ہی پر توکل کیا۔ اے ہمارے پروردگار! ہم کو ان ظالموں اک تختۂ مشق نہ بنا۔

وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ

اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافر لوگوں سے نجات دے۔ اور ہم نے موسیٰ اور ان کے بھائی (ہارونؑ) کے پاس وحی بھیجی، کہ تم دونوں اپنے

تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾

ان لوگوں کیلئے مصر میں گھر برقرار رکھو، اور تم سب اپنے انہیں گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو، اور نماز کے پابند رہو اور آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں۔

فَمَآ سو نہ	اٰمَنَ ایمان لایا	لِمُوْسٰی موسیٰ پر	اِلَّا مگر	ذُرِّيَّةٌ چند لڑکے	مِّنْ سے	قَوْمِهٖ اس کی قوم	عَلٰى خَوْفٍ خوف کی وجہ سے	مِّنْ سے	فِرْعَوْنَ فرعون
وَمَلَا۟ئِهِمْ اور ان کے سردار	اَنْ کہ	يَّفْتِنَهُمْ وہ آفت میں ڈالے انہیں	وَاِنَّ اور بیشک	فِرْعَوْنَ فرعون	لَعَالٍ سرکش	فِی میں			
الْاَرْضِ زمین	وَاِنَّهٗ اور بیشک وہ	لَمِنَ البتہ	الْمُسْرِفِيْنَ حد سے بڑھنے والے	وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰی موسیٰ	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اِنْ اگر		
كُنْتُمْ تم ہو	اٰمَنْتُمْ ایمان لائے	بِاللّٰهِ اللہ پر	فَعَلَيْهِ تو اس پر	تَوَكَّلُوْٓا بھروسہ کرو	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	مُّسْلِمِيْنَ فرمانبردار		
فَقَالُوْا تو انہوں نے کہا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	تَوَكَّلْنَا ہم نے بھروسہ کیا	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لَا تَجْعَلْنَا نہ بنا ہمیں	فِتْنَةً تختۂ مشق	لِّلْقَوْمِ قوم کا			
الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَنَجِّنَا اور ہمیں چھڑا دے	بِرَحْمَتِكَ اپنی رحمت سے	مِنَ سے	الْقَوْمِ قوم	الْكٰفِرِيْنَ کافر	وَاَوْحَيْنَآ اور ہم نے وحی بھیجی			
اِلٰی طرف	مُوْسٰی موسیٰ	وَاَخِيْهِ اور اس کا بھائی	اَنْ تَبَوَّاٰ کہ گھر بناؤ تم	لِقَوْمِكُمَا اپنی قوم کیلئے	بِمِصْرَ مصر میں	بُيُوْتًا گھر	وَّاجْعَلُوْا اور بناؤ		
بُيُوْتَكُمْ اپنے گھر	قِبْلَةً قبلہ رو	وَّاَقِيْمُوا اور قائم کرو	الصَّلٰوةَ نماز	وَبَشِّرِ اور خوشخبری دو	الْمُؤْمِنِيْنَ مومن				

نوجوان جو ایمان لائے ان کا خوف و اندیشہ

مصر میں قوم بنی اسرائیل فرعونیوں کے ہاتھوں سخت مصیبت اور ذلت اٹھا رہے تھے اور پرانی پیشین گوئیوں کے مطابق منتظر تھے کہ فرعون کے مظالم کا خاتمہ کرنے اور اس کی سلطنت کا تختہ الٹنے والا اسرائیلی پیغمبر مبعوث ہو۔ موسیٰ علیہ السلام ٹھیک اسی شان سے تشریف لائے جس کا انہیں

انتظار تھا۔ اس لئے تمام بنی اسرائیل دل سے تو موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو نعمت عظمیٰ سمجھتے تھے مگر چونکہ مصر کی سرزمین میں فرعون بڑا سرکش جبار اور سفاک بادشاہ تھا اور بنی اسرائیل پر ظلم کرنے میں وہ حد سے بڑھ چکا تھا۔ اس لئے اکثر بنی اسرائیل بھی فرعون اور فرعونی سرداروں سے خوف زدہ تھے۔ اس لئے ابتداء میں شرعی طور پر اپنے ایمان و اسلام کا اظہار نہیں کیا اور وقت کے منتظر رہے کہ جس وقت حق کو غلبہ ہوگا اپنے ایمان اور اسلام کا اعلانیہ اظہار کر دیں گے۔

تاہم جیسا کہ ان آیات میں بتلایا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل کے تھوڑے سے نوجوانوں نے ہمت کر کے باوجود فرعون کی قوم سے خائف ہونے کے اپنے اسلام و ایمان کا اظہار کر دیا۔ چند گنے چنے قبطی بھی جو فرعون کی قوم سے تھے ساحروں کی شکست اور مغلوبیت اور ان کے ایمان لے آنے سے موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کا سکہ ان کے قلوب پر بیٹھ گیا اور وہ بھی مشرف بایمان ہو گئے۔ مگر اس کے بعد فرعون نے مزید مظالم کے پہاڑ ڈھانا شروع کئے۔ کوئی سختی اور تکلیف نہ تھی جو بنی اسرائیلیوں سے اٹھا کر رکھی ہو آخر کو تنگ آ کر بنی اسرائیل نے اپنے خوف اور پریشانی کا اظہار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیا اور ان کا خوف کھانا بھی کچھ بے جا نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت ملک میں فرعون کی مادی طاقت بہت بڑھ چڑھ کر تھی اور اس کا ظلم و سرکشی حد سے متجاوز ہو چکا تھا اور کمزوروں کو ستانے کے لئے اس نے بالکل ہاتھ کھلا چھوڑ رکھا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے تسلی اور رہنمائی

موسیٰ علیہ السلام نے جب ان اہل ایمان کو فرعون سے خائف دیکھا تو ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ گھبرانے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ ایک فرمانبردار مومن کا کام اپنے مالک حقیقی کی طاقت پر بھروسہ کرنا ہے جسے خدا کی لامحدود قدرت و رحمت پر یقین ہوگا وہ یقیناً ہر معاملہ میں خدا پر اعتماد کرے گا اور اس اعتماد کا اظہار جب ہی ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دے۔ اسی کے حکم پر چلے اور تمام جدوجہد میں صرف اسی پر نظر رکھے۔ موسیٰ علیہ السلام کی اس نصیحت پر انہوں نے اخلاص کا اظہار کیا کہ بیشک ہمارا بھروسہ خالص خدا پر ہے اسی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنائے کہ یہ ہم پر اپنے زور و طاقت سے ظلم ڈھاتے رہیں اور ہم ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ اللہ ہی ہم کو ان ظالموں کی غلامی و محکومی سے نجات دے اور ان کافروں کے پنجہ سے رہائی عطا فرما دے۔

بگڑتے ہوئے حالات کی حکمت عملی

جادوگروں کی شکست کے بعد فرعون اور زیادہ مشتعل ہو گیا تھا اور مصر میں اسرائیلیوں کے جتنے عبادت خانہ تھے سب اس نے برباد کر دیئے تھے۔ کوئی اسرائیلی باہر نکل کر خدا کی عبادت نہ کر سکتا تھا۔ اسرائیلی پہلے ہی سے خائف اور پریشان تھے مگر کچھ تو ان کی تسلی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت اور تعلیم توکل علی اللہ اور رجوع الی اللہ سے فرمائی گئی۔ مزید تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم فرمایا کہ بنی اسرائیل فرعونیوں سے ڈر کر اپنے گھر نہ چھوڑیں بلکہ بدستور مصر میں اپنے گھروں پر قرار رکھیں اور اپنے مکانوں میں ٹھہرے رہیں اور چونکہ فرعونیوں نے بنی اسرائیلیوں کی عبادت گاہیں خراب کر دی تھیں۔ اس لئے حکم ہوا کہ نماز کے اوقات میں اسرائیلی اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں۔ پچھلی امتوں میں چونکہ عبادت گاہوں کے علاوہ اور جگہ نماز و عبادت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے خطرات کے باعث حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو گھروں کے اندر نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی جیسا کہ ابتدائے اسلام میں خود مسلمانوں کا مکہ کی سرزمین پر یہی حال تھا تاہم بنی اسرائیل کو اس اجازت کے ساتھ یہ تنگی بھی تھی کہ گھروں میں بھی ایک جگہ متعین کرنی پڑتی تھی۔ یہ نہیں کہ گھر میں بھی جہاں چاہا نماز پڑھ لی۔ یہ تو امت محمدیہ کی خصوصیت ہے کہ جہاں چاہو نماز پڑھ سکتے ہو۔ الغرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے اسرائیلیوں کو نماز کی پابندی کی تاکید کا حکم دیا گیا تاکہ نماز کی برکت سے اللہ تعالیٰ جلدی اس مصیبت سے چھڑا دے اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ اسرائیلیوں کو بشارت سنا دیجئے کہ عنقریب تمہارا دشمن تباہ و برباد ہوگا اور تمہاری مصیبت ختم ہو جائے گی۔

مسلمانوں کو تعلیم و تلقین

ان آیات سے ان ابتدائی دور کے مکی مسلمانوں کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی وجہ سے ساری قوم کی شدید مخالفت اور ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے تعلیم و تلقین بھی مقصود ہے کہ ان تمام مصائب کا علاج رجوع الی اللہ اور توکل علی اللہ میں پنہاں ہے۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تعلیم فرمایا تو یہ قرآنی تعلیمات جس طرح ابتدائی دور کے مسلمانوں کے لئے تھیں اسی طرح آئندہ اور تاقیامت تک کے مسلمانوں کے لئے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ

اور موسیٰ نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب! آپ نے فرعون کو اور اُس کے سرداروں کو سامان تجمل اور طرح طرح کے مال دنیوی زندگی میں

الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ

اے ہمارے رب! اسی واسطے دیئے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست ونابود کردیجئے اور ان کے دلوں کو

عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ

سخت کردیجئے سو یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کرلی گئی ہے

دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

سو تم مستقیم رہو۔ اور اُن لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا حَتّٰٓى

اور ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کردیا پھر اُن کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادے سے چلا۔ یہاں تک کہ

اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ

جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اُس کے کہ جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں

وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾

اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے۔ پہلے سے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔

وَقَالَ اور کہا	مُوْسٰى موسیٰ	رَبَّنَا اے ہمارے رب	اِنَّكَ بیشک تو	اٰتَيْتَ تو نے دیا	فِرْعَوْنَ فرعون	وَمَلَاَهٗ اور اسکے سردار	زِيْنَةً زینت	
وَاَمْوَالًا اور مال	فِى میں	الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	رَبَّنَا اے ہمارے رب	لِيُضِلُّوْا کہ وہ گمراہ کریں	عَنْ سے	سَبِيْلِكَ تیرا راستہ		
رَبَّنَا اے ہمارے رب	اطْمِسْ تو مٹادے	عَلٰى پر	اَمْوَالِهِمْ ان کے مال	وَاشْدُدْ اور مہر لگادے	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ انکے دلوں پر			
فَلَا يُؤْمِنُوْا کہ وہ نہ ایمان لائیں	حَتّٰى یہانتک کہ	يَرَوُا وہ دیکھ لیں	الْعَذَابَ عذاب	الْاَلِيْمَ دردناک	قَالَ اس نے فرمایا			
قَدْ اُجِيْبَتْ قبول ہوچکی	دَّعْوَتُكُمَا تمہاری دُعا	فَاسْتَقِيْمَا سو تم دونوں ثابت قدم رہو	وَ اور	لَا تَتَّبِعٰٓنِّ نہ چلنا	سَبِيْلَ راہ	الَّذِيْنَ ان لوگوں کی جو		
لَا يَعْلَمُوْنَ ناواقف ہیں	وَجٰوَزْنَا اور ہم نے پار کردیا	بِبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل کو	الْبَحْرَ دریا	فَاَتْبَعَهُمْ پس پیچھا کیا ان کا	فِرْعَوْنُ فرعون			
وَجُنُوْدُهٗ اور اسکا لشکر	بَغْيًا وَّعَدْوًا سرکشی اور زیادتی	حَتّٰى یہانتک کہ	اِذَآ اَدْرَكَهُ جب اُسے آپکڑا	الْغَرَقُ غرقابی	قَالَ وہ کہنے لگا	اٰمَنْتُ میں ایمان لایا		
اَنَّهٗ کہ وہ	لَا نہیں	اِلٰهَ معبود	اِلَّا سوائے	الَّذِىْٓ اٰمَنَتْ وہ جس پر ایمان لائے	بِهٖ اس پر	بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ بنی اسرائیل	وَاَنَا اور میں	مِنَ سے
الْمُسْلِمِيْنَ فرمانبردار	آٰلْـٰٔنَ کیا اب	وَقَدْ عَصَيْتَ اور البتہ تو نافرمانی کرتا رہا	قَبْلُ پہلے	وَكُنْتَ اور تو رہا	مِنَ سے	الْمُفْسِدِيْنَ فساد کرنیوالے		

فرعونیوں کے خلاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اس کی قبولیت

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدت دراز تک ہر طرح وعظ و نصیحت اور تبلیغ کر چکے اور عظیم الشان معجزات دکھلا چکے مگر فرعونیوں کا کفر پر اصرار اور حق سے عناد بڑھتا ہی رہا۔ حتیٰ کہ جب وحی الٰہی سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں۔ تب بالآخر مجبور ہو کر ان کی ہلاکت کے لئے بددعا فرمائی اور فرعونیوں کی تباہی کی استدعا باری تعالیٰ سے پیش کی اور عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ آپ نے جوان فرعونیوں کو بکثرت مال و دولت دے رکھا ہے مصر سے لے کر ارض حبشہ تک سونے چاندی اور زبرجد و زمرد یاقوت وغیرہ جواہرات کی کانیں عطا فرما رکھی ہیں جس کا اثر یہ ہے کہ یہ گمراہیاں پھیلا رہے ہیں اور راہ راست سے لوگوں کو بھٹکا رہے ہیں ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے اور ان کے دلوں پر ایسی مہر لگ جائے کہ ان کو ایمان لانا نصیب ہی نہ ہو۔ اور ایمان لائیں بھی تو ایسے وقت جبکہ ایمان لانا مفید ہی نہیں۔ یعنی جب آنکھوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کر لیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا پر حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ارشاد ہوا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہو گئی اور اب یہ نافرمان ہلاک ہی ہو کر رہیں گے۔ اگرچہ دعا کرنے والے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے اس لئے جواب میں صیغہ تثنیہ استعمال کیا گیا اور اُجِيبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فرمایا گیا یعنی تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔

ایک ضمنی مسئلہ

مفسر ابن کثیرؒ نے اس آیت سے یہ مسئلہ استخراج کیا ہے کہ اگر نماز میں صرف امام سورۂ فاتحہ قرأت کرے اور مقتدی آمین کہیں تو قرأت امام کو قرأت مقتدی بھی قرار دیا جائے گا جیسا کہ دعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی تھی اور حضرت ہارن علیہ السلام نے آمین کہی تھی مگر حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول ہوئی تو معلوم ہوا کہ دعا میں حضرت ہارون علیہ السلام بھی شریک تھے۔ اگرچہ صرف آمین کہی تھی۔

قبولیت دعا کے ساتھ دو ہدایات

دعا کی قبولیت کے اظہار کے ساتھ دو باتوں کی ہدایت بھی فرمائی گئی۔ ایک تو فرمایا گیا فَاسْتَقِيمَا یعنی تم دونوں اپنے کام ثابت قدمی اور استقلال سے انجام دیتے رہو یعنی فرض منصبی پر قائم رہو اور دعوت و تبلیغ میں بدستور لگے رہو دوسری بات فرمائی وَلَا تَتَّبِعَآنِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ان لوگوں کی راہ نہ چلنے لگنا جو علم نہیں رکھتے یعنی اگر قبول دعا کے آثار دیر سے ظاہر ہوں تو نادان لوگوں کی طرح شتابی مت کرنا وقت مقرر پر یہی ہو کر رہے گا۔ عجلت اور گھبرانے سے کچھ حاصل نہیں گویا یہ تعلیم فرمائی کہ دعاء کے قبول ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ فوری اثر ظاہر ہو جائے۔ لکھا ہے کہ اس دعا کے بعد فرعون چالیس سال زندہ رہا۔ بعض مفسرین نے صرف ۴۰ روز زندہ رہنا بیان کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

فرعونیوں کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی آزادی کا واقعہ

بہرحال مشیت الٰہی میں جو وقت مقرر تھا جب وہ پورا ہو گیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بذریعہ وحی حکم ہوا کہ اب وقت آ گیا ہے۔ آپ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال کر باپ دادا کی سرزمین کی جانب لے جایئے۔ حسب الحکم ایک رات کو موسیٰ علیہ السلام کئی لاکھ بنی اسرائیل کو لے کر راتوں رات بحر احمر کی راہ پر ہو لئے اور روانہ ہونے سے پہلے مصری عورتوں کے زیورات اور قیمتی پارچہ جات جو ایک تہوار میں بنی اسرائیلیوں نے مستعار لئے تھے وہ بھی واپس نہ کر سکے۔ فرعون کو جب اطلاع ملی کہ بنی اسرائیل مصر سے فرار ہونے کے لئے شہروں سے نکل گئے فرعون نے اسی وقت ایک لشکر جرار لے کر ان کا تعاقب کیا تاکہ اس کے پنجۂ ظلم سے چھوٹنے نہ پاویں اور آفتاب نکلنے کے وقت بنی اسرائیل تک پہنچ گیا۔ بنی

اسرائیل جب بحر قلزم کے کنارے پہنچے تو سخت پریشان ہوئے۔ آگے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ مضطرب ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بار بار پوچھنے لگے کہ اب کیا ہوگا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تسلی دی اور فرمایا خوف نہ کرو۔ خدا کا وعدہ سچا ہے وہ تم کو نجات دے گا اور پھر درگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوئے۔ وحی الٰہی نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنی لاٹھی کو پانی پر مارو چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ لاٹھی مارتے ہی سمندر میں پانی ادھر ادھر پھٹ کر دونوں جانب دو پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا اور درمیان میں خدا نے بارہ راستے خشک بنا دیئے اور بنی اسرائیل کا ہر خاندان ایک راستہ میں داخل ہو کر پار پہنچ گیا۔ ادھر فرعون لشکر سمیت سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ فرعون نے جو سمندر خشک دیکھا اور بنی اسرائیل کو اس میں سے بآسانی اور بحفاظت تمام گزرتے ہوئے دیکھا تو مع اپنے لشکر کے خود بھی سمندر میں داخل ہو گیا۔ جب ایک ایک کر کے تمام فوجی سمندر کے اندر پہنچ گئے تو پانی بحکم الٰہی اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور فرعون اور اس کا تمام لشکر جو ابھی درمیان ہی میں تھا غرق ہو گیا۔ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ملائکہ عذاب سامنے نظر آنے لگے تو اس وقت گھبرا کر ایمان اور اسلام کا لفظ زبان پر لایا اور پکار کر کہنے لگا کہ میں اسی خدا پر ایمان لاتا ہوں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور اب میں اسی کے فرمانبرداروں میں ہوں۔ مگر یہ ایمان چونکہ حقیقی ایمان نہ تھا بلکہ گذشتہ فریب کاریوں کی طرح نجات حاصل کرنے کے لئے یہ بھی ایک مضطربانہ بات تھی اس لئے خدا کی طرف سے ملائکہ کے ذریعہ سے یہ جواب ملا کہ اس سے پیشتر تمام عمر جب ایمان کا موقع تھا تو ایمان نہ لایا اور ساری عمر مخالف ہو کر گمراہی اور فساد پھیلاتا رہا۔ اب عذاب دیکھ کر یقین لایا جبکہ ایمان کا وقت نہ رہا۔ خدا کو خوب معلوم ہے کہ تو مسلمین میں سے نہیں۔ بلکہ مفسدین میں سے ہے۔

قبولیت دعا کا مشاہدہ

یہاں موسیٰ علیہ السلام نے جو دعا مانگی تھی فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں تو اس کی مقبولیت کا اللہ تعالیٰ نے مشاہدہ کرا دیا کہ ان کی دعا لفظاً بلفظ قبول ہوئی کہ فرعون عذاب کو دیکھ کر ہی ایمان لایا۔ اس سے پہلے اسے ایمان لانا نصیب نہ ہوا۔ ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے یہ بیان کیا کہ جب فرعون نے اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا کہا اس وقت میرا حال عجیب تھا۔ کاش آپ مجھے اس وقت دیکھتے کہ میں سمندر سے کیچڑ لے کر فرعون کے منہ میں ٹھونستا تھا کہ کہیں (کلمۂ ایمان کی برکت سے) اس کو اللہ کی رحمت نہ پہنچ جائے اور بعض روایت میں یہ لفظ آئے ہیں کہ مجھے ڈر ہوا کہ اس کو اللہ کی رحمت پکڑ لے اور اس کی مغفرت ہو جائے۔

عجیب واقعہ

حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا کاندھلویؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں یہ حکایت لکھی ہے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ جبرائیل امین فرعون کے پاس ایک استفتاء لے کر آئے جس کا مضمون یہ تھا کہ تیرا اس غلام کے بارہ میں کیا فتویٰ ہے جو آقا کے مال و نعمت میں پلا پھر اس غلام نے اپنے آقا کی نعمت کا کفران کیا اور اس کا حق نہ مانا اور خود آقا ہونے کا دعویٰ کیا تو ایسے غلام کا کیا حکم ہے؟ فرعون نے اپنے ہاتھ سے اس کا جواب لکھا کہ ایسے غلام کی سزا یہ ہے کہ اس کو سمندر میں ڈبو دیا جائے اور اس فتوے پر جبرئیل امین نے فرعون سے دستخط بھی لے لئے۔ فرعون نے اپنے قلم سے لکھ دیا یہ وہ جواب ہے کہ ولید بن مصعب یعنی فرعون نے لکھا ہے۔ جب فرعون غرق ہونے لگا اور ایمان ظاہر کرنے لگا تو جبرائیل امین نے اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ اس کو دکھلایا اور کہا فتوے کے بموجب تیرے ساتھ یہ ہو رہا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بددعا کیوں کی

ان آیات کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعونیوں کے لئے بددعا کرنے پر مفسرین نے ایک شبہ کا اظہار کر کے اس کا جواب بھی لکھا ہے۔ شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ رسول تو قوم کے لئے ہدایت اور ایمان

چاہتا ہے نہ کہ گمراہی اور کفر۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے یہ بددعا کیسے فرمائی کہ ان فرعونیوں کے دلوں کو یا اللہ اور سخت کر دیجئے کہ یہ ایمان نہ لانے پاویں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں۔ تو اس شبہ کے مفسرین محققین نے کئی جوابات لکھے ہیں۔

ایک جواب تو یہ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ساری تدبیریں کرنے کے بعد ان فرعونیوں کی اصلاح سے مایوس ہو چکے تھے اور اب چاہتے تھے کہ یہ اپنے اعمال کی سزا دیکھیں۔ اس میں یہ احتمال تھا کہ کہیں یہ لوگ عذاب آتا دیکھ کر ایمان کا اقرار نہ کرلیں اور اس طرح عذاب ٹل جائے اس لئے کفر سے بغض اور نفرت اس بددعاء کا سبب بنی جیسے فرعون غرق ہونے کے وقت ایمان کا اقرار کرنے لگا تو جبرئیل امین نے اس کا منہ کیچڑ ٹھونس کر بند کر دیا کہ کہیں رحمت الٰہی متوجہ ہو کر یہ عذاب سے نہ بچ جائے۔ (معارف القرآن از مفتی صاحبؒ)

ایک جواب یہ لکھا ہے کہ جب فرعون اور فرعونیوں کا کفر وعناد حد سے گزر گیا اور وحی الٰہی کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا کہ یہ ایمان لانے والے نہیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی طرح بددعا فرمائی جیسا کہ سورۂ نوح پارہ نمبر ۲۹ میں ارشاد ہے:۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے پروردگار اب اس زمین پر ایک کافر کو بھی زندہ نہ چھوڑیئے ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام نے بعد علم کے بددعا فرمائی (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

الغرض اپنی غرقابی کے وقت فرعون کے نجات آخرت طلب کرنے اور ایمان لا کر غرق سے بچ جانے کے جواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ اب کہتا ہے کہ میں اسلام لایا اور ایمان لایا جب کہ اس کا وقت گزر چکا اب تک تو سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا اب معائنہ آخرت پر نجات چاہتا ہے۔ ایک دوسرا جواب جو فرعون کو خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا وہ اگلی آیت میں ظاہر فرمایا گیا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنی کوتاہیوں پر زندگی ہی میں تنبہ نصیب فرما دے اور اس پر توبہ کی توفیق عطا فرما دے اور اپنے فضل و کرم سے ہماری توبہ کو قبول فرما لے اور موت سے پہلے آخرت کی فکر اور وہاں کا سامان تیار کرنا نصیب فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ

سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے، تاکہ تو اُن کیلئے موجبِ عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی

عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾

ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔

فَالْيَوْمَ سو آج	نُنَجِّيْكَ ہم تجھے بچادیں گے	بِبَدَنِكَ تیرے بدن سے	لِتَكُوْنَ تاکہ تو رہے	لِمَنْ ان کیلئے جو	خَلْفَكَ تیرے بعد آئیں
اٰيَةً ایک نشانی	وَاِنَّ اور بیشک	كَثِيْرًا اکثر	مِّنَ النَّاسِ لوگوں میں سے	عَنْ سے	اٰيٰتِنَا ہماری نشانیاں	لَغٰفِلُوْنَ غافل ہیں

فرعون کی آخری پکار کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ جب فرعون سمندر میں ڈوبنے لگا اور ملائکہ عذاب کے نظر آنے لگے تو اس وقت کہنے لگا کہ میں بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان لاتا ہوں اور مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں جس کا جواب اس کو فرشتہ کے ذریعہ سے یہ دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے جب کہ ایمان کا موقع نہیں رہا۔ درحقیقت فرعون کی تہ پکار ایسی پکار تھی جو عذاب الٰہی کا مشاہدہ کرنے کے بعد اضطراری اور بے اختیاری کی حالت میں نکلتی ہے۔

تو فرعون نے غرق سے بچنے اور عذاب آخرت سے نجات ملنے کی جو منشا ظاہر کی تھی اس کا جواب جو اسے دیا گیا وہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ فرعون کو حق تعالیٰ کی طرف سے جواب ملا کہ اب تو جس نجات آخرت کو طلب کررہا ہے وہ تو مل نہیں سکتی اس کی بجائے آج ہم تیری لاش کو پانی میں تہ نشین ہونے سے نجات دیں گے تاکہ تو آئندہ نسلوں کے لئے موجب عبرت ہو کہ لوگ تیری بدحالی اور تباہی دیکھ کر مخالفت احکام الٰہیہ سے ڈریں۔

یہاں آیت میں فرعون کی لاش بچالینے اور پانی پر تیرانے کو مجازاً تمسخر کے طور پر نجات سے تعبیر فرمادیا ہے کہ تجھے ایسی نجات مل رہی ہے جو تیرے لئے مزید رسوائی کا باعث ہوگی۔ گویا اس طرح اس کی تشہیر کرکے اس کے دعوئے خدائیت میں ذلت کی آخری کیل ٹھونک دی گئی تاکہ اس کے مردہ بدن کو دیکھ کر لوگ سمجھ جائیں کہ انسان خدا نہیں ہوسکتا۔

فرعون کی نعش عبرت ونصیحت کا سامان

منقول ہے کہ فرعون کی باقی ماندہ قوم جو مصر میں مقیم تھی اس کو کسی طرح یقین نہ آتا تھا کہ فرعون غرق ہوکر ہلاک ہوگیا۔ اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہونے کی خبر دی تو وہ لوگ فرعون سے کچھ اس قدر مرعوب تھے کہ ان کو فرعون کا ہلاک ہونا یقین نہیں آتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور دوسروں کی عبرت کے لئے سمندر کی موجوں کو حکم دیا کہ اس کی لاش کو بہا کر کنارہ پر ڈال دیں تاکہ ایک طرف تو بنی اسرائیل اللہ کی قدرت کا مشاہدہ کرکے سکون قلب اور ایمانی قوت حاصل کریں اور دوسری طرف مصری قوم کی غلط فہمی دور ہوجائے اور وہ اللہ کی قدرت کو دیکھ کر ڈریں۔ چنانچہ موجوں نے فرعون کی لاش کو ایسی جگہ لاکر ساحل پر ڈالا کہ سب نے دیکھ لیا اور مصری قوم نے اس ذلت آمیز شکست کو چھپانے کے لئے بہ عجلت تمام اس لاش کو حنوط کرکے دفن کردیا۔ مصری ایسا مصالحہ جانتے تھے جس کے مل دینے سے لاش خراب نہیں ہوتی تھی۔ لاش کے شکم کے اندرونی حصہ کی صفائی کا کوئی خاص مخصوص طریقہ استعمال کرتے تھے کہ بغیر شکم کے چاک کئے ہوئے پیٹ کے اندرونی حصہ کی صفائی ہوجاتی تھی۔ کچھ عرصہ نامعلوم رہنے کے بعد انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں مصر کے آثار قدیمہ کی تحقیقاتی مہم میں یہ لاش برآمد ہوگئی اور آج قاہرہ کے عجائب خانہ میں تماشہ گاہ خاص وعام بنی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ ڈوبتے وقت کسی پتھر سے ٹکرا کر اس کی ٹھوڑی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی۔ یہ ہڈی اب

بھی ٹوٹی ہوئی ہے باقی تمام لاش اسی طرح بجنسہ آج بھی محفوظ ہے۔ اس کی لاش کی دریافت نے تیرہ سو سال بعد قرآن کریم کے الفاظ۔

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً

''سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان لوگوں کے لئے جو تیرے بعد آئیں گے عبرت کی نشانی ہو''۔

کو سچا کر دکھایا۔ کیا دنیا اب بھی قرآن کی صداقت کا ثبوت تلاش کرنا چاہتی ہے۔

فرعون کے غرق اور بنی اسرائیل کے نجات کا واقعہ محرم کی دسویں تاریخ یعنی یوم عاشورہ کو ہوا اور جس جگہ فرعون کی لاش پائی گئی تھی آج تک وہ جگہ جبل فرعون کے نام سے مشہور ہے۔

بے بصیرت لوگ

آیت کے اخیر میں ارشاد فرمایا گیا کہ حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی بہت سے آدمی ہماری ایسی عبرتوں اور نشانیوں سے غافل ہیں اور مخالفت احکام سے نہیں ڈرتے اور ان واقعات میں غور وفکر نہیں کرتے اور عبرت حاصل نہیں کرتے تو اس آیت اور گذشتہ آیات میں جہاں متعدد بصیرتیں اور عبرتیں موجود ہیں وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی صداقت اور قرآن کریم کے الہامی ہونے کا نا قابل تردید ثبوت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود کسی انسان سے علم حاصل نہ کرنے کے ایسا مفصل واقعہ صحیح صحیح بیان فرمایا کہ تمام تاریخ دان بھی اس کی صحت کے مقر ہیں۔ یہاں تک کہ مرتے وقت فرعون نے جو الفاظ کہے تھے وہ بھی ظاہر فرما دیئے اور پھر اس کا نتیجہ بھی ذکر کر دیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ جیسا کہ مظلوم اسرائیلیوں کو آپ نے فرعونیوں کے ظلم وستم سے نجات دی تھی اسی طرح اب بھی روئے زمین پر جہاں اہل اسلام مظلوم اور مجبور ہیں ان کی حمایت فرما اور ظالموں کے ظلم وستم سے ان کو نجات عطا فرما اور ظالموں کے بیڑہ کو غرق فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا

اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے اُن کو نفیس چیزیں کھانے کو دیں۔سو انہوں نے

اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

اختلاف نہیں کیا' یہاں تک کہ اُن کے پاس علم پہنچ گیا۔یقینی بات ہے کہ آپ کا رب اُن کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کریگا

كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾

جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا اور البتہ ہم نے ٹھکانہ دیا	بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ بنی اسرائیل	مُبَوَّأَ ٹھکانہ	صِدْقٍ اچھا	وَرَزَقْنٰهُمْ اور ہم نے رزق دیا انہیں		
مِنَ الطَّيِّبٰتِ پاکیزہ چیزوں میں	فَمَا اخْتَلَفُوْا سوانہوں نے اختلاف نہ کیا	حَتّٰى یہانتک کہ	جَآءَهُمُ آگیا ان کے پاس	الْعِلْمُ علم	اِنَّ بیشک	
رَبَّكَ تمہارا رب	يَقْضِيْ فیصلہ کریگا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ روزقیامت	فِيْمَا اس میں جو	كَانُوْا وہ تھے	فِيْهِ اس میں
يَخْتَلِفُوْنَ وہ اختلاف کرتے						

آزادی کے بعد بنی اسرائیل پر انعامات کی بارش

بنی اسرائیل پر مادی انعام واکرام کے سلسلہ میں بتلایا گیا کہ فرعون کے غرق کرنے کے بعد ان کو رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اچھا ٹھکانا دیا۔مفسرین نے اس اچھے ٹھکانے سے مراد ملک مصر اور ملک شام لیا ہے۔بعض مفسرین کا قول ہے کہ فرعونیوں کی تباہی کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو لے کر دوبارہ مصر گئے تھے اور فرعونیوں نے جو محلات تیار کئے تھے اور بے شمار باغات وچشمے چھوڑے تھے ان سب کے وارث بنی اسرائیل ہوئے۔لیکن اکثر مفسرین اور اہل تاریخ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی مصر کے قائل نہیں۔ان کے نزدیک آیت میں مُبَوَّأَ صِدْقٍ یعنی اچھا ٹھکانے سے مراد فلسطین وشام وغیرہ مراد ہے۔دونوں ملک سرسبز وشاداب تھے جہاں حلال' پاک اور ستھری چیزوں کی افراط تھی۔غرضیکہ بنی اسرائیل حلال اور طیب نعمتوں سے مالا مال کر دیئے گئے پھر مادی انعامات واکرامات کے ساتھ دینی وروحانی نعمت سے بھی سرفراز کئے گئے کہ توراۃ عنایت کی گئی جس میں دین کے اصول وفروع بیان ہوئے تھے اور اگلوں اور پچھلوں کے متعلق خبریں دی گئی تھیں۔

بنی اسرائیلیوں کی بدبختی

ان واضح حقائق سے خبردار ہونے کے بعد لائق نہ تھا کہ آپس میں اختلاف کر کے پھوٹ ڈالتے اور فرقہ بندی کی نحوست میں گرفتار ہوتے مگر باوجود علم صحیح اور خبر صادق پہنچ جانے کے طرح طرح کے اختلافات پیدا کئے اور پھوٹ ڈال کر رہے۔بعض احکام میں اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کٹ حجتی کی اور بعد میں آنے والے پیغمبر خصوصاً نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض نے تصدیق کی اور اکثر نے تکذیب کی حالانکہ ان کے متعلق بہت سی پیشینگوئیوں پر مطلع ہو چکے تھے۔بلکہ بعثت محمدی سے پہلے نبی آخر الزمان کی آمد کے منتظر رہتے تھے اور مشرکین سے کہا کرتے تھے کہ ہم پیغمبر آخرالزمان کے ساتھ ہو کر تمہاری خبر لیں گے۔

فرقہ پرستی وگروہ بندی کی نحوست

پھر نہ صرف اسی مسئلہ میں اختلاف ہوا بلکہ خود اپنے مذہب میں تحریف کر کے اصول وفروع بدل ڈالے اور رفتہ رفتہ بیسیوں فرقہ پیدا ہوگئے اور یہ جو کچھ انہوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کئے اور نئے

نئے مذہب نکالے اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ان کو حقیقت کا علم نہیں دیا گیا تھا اور ناواقفیت کی بناء پر انہوں نے ایسا کیا بلکہ فی الحقیقت یہ سب کچھ ان کے اپنے نفس کی شرارتوں کا نتیجہ تھا۔ خدا کی طرف سے تو انہیں واضح طور پر بتادیا گیا تھا کہ دین حق یہ ہے یہ اس کے اصول ہیں یہ اس کے تقاضا اور مطالبہ ہیں۔ مگر ان تمام صاف صاف ہدایتوں کے باوجود انہوں نے دین میں تفرقہ ڈال لئے اور خدا کی دی ہوئی بنیادوں کو چھوڑ کر کچھ دوسری ہی بنیادوں پر اپنے مذہبی فرقوں کی عمارتیں کھڑی کرلیں۔

بہرحال آیت میں آگے بتلایا گیا کہ ایک دن وہ آتا ہے کہ جب یقیناً اللہ تعالیٰ قیامت میں ان کے درمیان اس چیز کا عملی فیصلہ کردیں گے جس میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں کہ حق و باطل نکھر جائے گا۔ اہل حق جنت میں اور اہل باطل جہنم میں داخل کردیئے جائیں گے۔

دورِ نبوی کے یہودیوں کو تنبیہ

مقصود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود کو سنانا ہے کہ بنی اسرائیل پر اللہ نے کیا انعامات کئے مگر انہوں نے کفران نعمت کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہ ماننا بھی داخل ہے۔ جبکہ علمائے یہود توریت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اخلاق اور علامات برابر پڑھتے چلے آتے تھے۔ یہاں تک کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو باوجود علم صادق کے محض دنیا پرستی اور حصول زر کے سبب صداقت رسول سے انحراف کرنے لگے اور ایمان نہ لائے اور ان کا یہ اختلاف محض حسد و عداوت کی بنا پر تھا۔

دعا کیجئے

اللہ تعالیٰ نے دینی اور دنیوی نعمتیں جو ہم کو عطا فرمائی ہیں ان کا ہم کو حقیقی شکرگزار ہونے کی توفیق عطا فرماویں اور ہم کو اپنے اور اپنے رسول ؐ کی اطاعت کاملہ نصیب فرماویں۔ موجودہ دشمنان دین و اسلام کو ایسا ہی تباہ و برباد فرماویں جیسا کہ فرعونیوں کو تباہ و برباد اور ہلاک کیا گیا اور موجودہ مظلوم مسلمانوں کو ایسی ہی عزت اور غلبہ عطا فرماویں جیسا بنی اسرائیلیوں کو فرعونیوں پر غلبہ دیا گیا تھا۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ج

پھر اگر بالفرض آپ اس (کتاب) کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کی کتابوں کو

لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ

پڑھتے ہیں بیشک آپ کے پاس آپ کے رب کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے آپ ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہوں۔ اور نہ ان لوگوں میں ہوں

مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۵﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ

جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ورنہ آپ نقصان اٹھانے والوں میں ہوجاویں گے۔ یقیناً جن لوگوں کے حق میں

عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا

آپ کے رب کی بات ثابت ہوچکی ہے۔ وہ ایمان نہ لاویں گے گو ان کے پاس تمام دلائل پہنچ جاویں۔ جب تک کہ

الْعَذَابَ الْأَلِيْمَ ﴿۹۷﴾

عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں۔

فَإِنْ پس اگر	كُنْتَ تو ہے	فِي شَكٍّ میں شک میں	مِمَّا اس سے جو	أَنْزَلْنَا ہم نے اتارا	إِلَيْكَ تیری طرف	فَسْئَلِ تو پوچھ لیں	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو
يَقْرَءُوْنَ پڑھتے ہیں	الْكِتٰبَ کتاب	مِنْ قَبْلِكَ تم سے پہلے	لَقَدْ جَآءَكَ تحقیق آگیا میرے پاس	الْحَقُّ حق	مِنْ سے	رَّبِّكَ تیرا رب	
فَلَا تَكُوْنَنَّ پس نہ ہونا	مِنَ سے	وَلَا تَكُوْنَنَّ اور نہ ہونا	الْمُمْتَرِيْنَ شک کرنے والے	مِنَ سے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو		
كَذَّبُوْا انہوں نے جھٹلایا	بِاٰيٰتِ آیتوں کو	اللّٰهِ اللہ	فَتَكُوْنَ پھر ہوجائے	مِنَ سے	الْخٰسِرِيْنَ خسارہ پانے والے	إِنَّ الَّذِيْنَ بیشک وہ لوگ جو	
حَقَّتْ ثابت ہوگئی	عَلَيْهِمْ ان پر	كَلِمَتُ بات	رَبِّكَ تیرا رب	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہ لائیں گے	وَلَوْ خواہ	جَآءَتْهُمْ آجائے انکے پاس	
كُلُّ اٰيَةٍ ہر نشانی	حَتّٰى یہاں تک کہ	يَرَوُا وہ دیکھ لیں	الْعَذَابَ عذاب	الْأَلِيْمَ دردناک			

تفسیر وتشریح: گذشتہ آیات میں فرعونیوں کی سرگذشت اور اسرائیلی تاریخ کے بعض واقعات کا ذکر ہوا تھا تو ایسے عظیم الشان حقائق وواقعات کو سن کر کفار قریش ومشرکین عرب حیرت زدہ رہ جاتے تھے اور جہل وتعصب کی وجہ سے ان کی صداقت وواقعیت میں شک وتردد کا اظہار کرنے لگتے تھے۔

ان آیات میں اگرچہ بظاہر خطاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہے لیکن حقیقت میں بات ان لوگوں کو سنانی مقصود ہے جو آپ کی دعوت میں اور قرآن میں بتلائے ہوئے واقعات میں شک کر رہے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ خود اپنی لائی ہوئی چیزوں میں اور اپنی بتلائی ہوئی باتوں میں کیسے شک وشبہ فرما سکتے تھے۔ اور جس کی طرف تمام انسانوں کو دعوت دیتے اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط یقین سننے والوں کے قلوب میں پیدا فرما دیتے تھے اس کو خود جھٹلانا یا اس میں شک کرنا کوئی معنیٰ نہیں رکھتا۔ اسی سلسلہ میں چند آیات ہی کے بعد صاف فرمایا گیا ہے قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ یعنی آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو.... تو یہ آیت صاف

بتلا رہی ہے کہ شک کرنے والے دوسرے لوگ تھے جن کے مقابلہ میں آپ اپنے غیر متزلزل اور اٹل عقائد کا اعلان فرما رہے تھے۔ اسی بناء پر حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لااشک ولااسال یعنی نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ میں کسی سے پوچھتا ہوں۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ درحقیقت یہاں مخاطب وہ لوگ ہیں جو شک اور شبہ میں پڑے ہوئے تھے اور مقصود یہ ہے کہ دوسرے سننے والوں کے دلوں میں بیان قرآن کی صداقت وحقانیت جم جائے۔

بہرحال ان آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے قرآن کے ہر ایک مخاطب کو متنبہ کیا کہ کفر وتکذیب کی بیماری شک وشبہ سے شروع ہوتی ہے اسی لئے تفسیر مظہری میں حضرت علامہ شیخ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جس شخص کو دین کے معاملہ میں کوئی شبہ پیش آئے تو اس پر لازم ہے کہ علمائے حق سے سوال کر کے اپنے شبہات کو دور کرے۔ ان شبہات کی پرورش دل میں نہ کرتا رہے۔ تو یہاں اگرچہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے مگر روئے سخن منکرین قرآن کی طرف ہے خصوصاً کفار قریش منشاء خطاب ہیں کیونکہ ان کو اہل کتاب کے علم پر بڑا اعتماد تھا اور یہود ونصاریٰ ہی کو وہ اہل علم جانتے تھے تو کفار قریش سے کہا جا رہا ہے کہ اگر تم کو قرآن کے بیان کردہ واقعات میں شک وشبہ ہو تو جاؤ اہل کتاب سے پوچھ لو جو کتب سابقہ کا علم رکھتے ہیں آخر ان میں سے کچھ انصاف پسند اور منصف مزاج بھی ہیں۔ وہ اس امر کی تصدیق کریں گے کہ نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کچھ بیان فرمایا وہ کس درجہ درست ہے اور قرآن جس چیز کی دعوت دے رہا ہے یہ وہی چیز ہے جس کی دعوت تمام پچھلے انبیاء دیتے رہے ہیں۔ بلاشبہ جو کچھ آپ لائے وہ سچ کے سوا کچھ نہیں۔ قرآن کی حقانیت وصداقت پر شک وتردد کی قطعاً گنجائش نہیں کیونکہ وہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔ اگر کسی کو کوئی بیہودہ شک ہو تو وہ اس کا علاج کرے کیونکہ اگر بیہودہ شکوک کا علاج نہ کیا جائے تو پھر یہی شکوک ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچیں گے جس کا نتیجہ خسران اور خرابی کے سوا کچھ نہیں۔ پھر تکذیب کے بعد ایک اور درجہ ہے جہاں پہنچ کر دل پر مہر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ تکذیب کرتے کرتے قبول حق کی استعداد برباد ہو جاتی ہے۔ پھر ایسا شخص اگر دنیا جہان کے سارے نشان دیکھ لے تب بھی ایمان نہ لائے اسے عذاب الیم ہی دیکھ کر یقین آئے گا جبکہ اس یقین سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ اے کفار قریش قرآن نے جو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان کیا ہے اگر تم کو ان واقعات میں شک و شبہ ہو تو جن لوگوں کے علم کے تم قائل ہو ان ہی سے پوچھ دیکھو۔ اہل کتاب کو تم صاحب علم جانتے ہو ان ہی سے دریافت کر لو وہ بھی ان واقعات مذکورہ کی تصدیق کریں گے۔ لہٰذا تم قطعاً اس کی صداقت میں شک نہ کرو۔ ورنہ تمہارا بھی وہی حال ہوگا جو دیگر اہل تکذیب کا ہوا۔ جو نقصان ان کو اٹھانا پڑا تم کو بھی وہی اٹھانا پڑے گا۔

خلاصہ یہ کہ قرآن پاک نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے خواہ وہ احکام وعقائد ہوں یا مواعظ ونصائح ہوں یا معجزات و خوارق ہوں یا واقعات وقصص ہوں اس طرح قرآن کی حقانیت سے حقانیت اسلام پر استدلال کیا جا رہا ہے۔

اب آگے بتلایا گیا ہے کہ جتنے لوگ تکذیب انبیاء اور مخالفت حق اور اپنی شرارتوں کی وجہ سے عذاب کے حقدار ٹھہرے ان میں سے کسی کو ایسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی سوائے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے کہ جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بچا لیا۔ اور پھر اس ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی اور جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد وبرکات سے متمتع کیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے ایمان کو اپنی رحمت سے قبول فرما کر ہم کو اسلام پر استقامت عطا فرمائیے۔ اسلام ہی پر جینا اور مرنا نصیب فرمائیے اور نفس وشیطان کی ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت تادم آخر فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَوۡلَا كَانَتۡ قَرۡيَةٌ اٰمَنَتۡ فَنَفَعَهَاۤ اِيۡمَانُهَاۤ اِلَّا قَوۡمَ يُوۡنُسَ ؕ لَمَّاۤ اٰمَنُوۡا

چنانچہ کوئی بستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اُس کو نافع ہوتا' ہاں مگر یونس (علیہ السلام) کی قوم۔ جب وہ ایمان لے آئے' تو ہم نے رسوائی کے

كَشَفۡنَا عَنۡهُمۡ عَذَابَ الۡخِزۡىِ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اِلٰى حِيۡنٍ ۝۹۸

عذاب کو دنیوی زندگی میں اُن پر سے ٹال دیا۔اور ان کو ایک وقت خاص تک عیش دیا۔

فَلَوۡلَا پس کیوں نہ	كَانَتۡ ہوتی	قَرۡيَةٌ کوئی بستی	اٰمَنَتۡ کہ وہ ایمان لاتی	فَنَفَعَهَاۤ تو نفع دیتا اس کو	اِيۡمَانُهَاۤ اس کا ایمان	اِلَّا مگر
قَوۡمَ يُوۡنُسَ قوم یونس	لَمَّاۤ جب	اٰمَنُوۡا وہ ایمان لائے	كَشَفۡنَا ہم نے اٹھالیا	عَنۡهُمۡ اُن سے	عَذَابَ عذاب	الۡخِزۡىِ رسوائی
	فِى میں	الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا دنیا کی زندگی	وَمَتَّعۡنٰهُمۡ اور نفع پہنچایا انہیں	اِلٰى حِيۡنٍ ایک مدت تک		

قوم یونس کے حالات سے نصیحت پکڑو

گذشتہ آیات میں کفار قریش اور مشرکین عرب کو سنایا گیا تھا کہ قرآن پاک نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ حرف بحرف صحیح ہے۔لہذا اس کی صداقت میں شک وشبہ نہ لانا چاہئے ورنہ یہی شکوک ترقی کر کے تکذیب کی حد تک جا پہنچائیں گے۔

اب یہاں اس آیت میں منکرین و مکذبین کو ایمان و توبہ کی ترغیب دینے کے لئے حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کا تذکرہ فرمایا جاتا ہے جس سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ جس طرح قوم یونس کفر کے بعد ایمان لے آئی اور اس ایمان نے اس کو نفع دیا اسی طرح تم بھی کفر کے بعد ایمان لے آؤ گے تو تم کو ایمان نفع دے گا اور ایمان لانے سے سابق کفر منہدم ہو جائے گا۔

گذشتہ امتوں میں جتنی بستیاں بھی کفر وشرک اور تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب دنیا میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد ہوئیں ان میں سے کسی کو اس طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات مل جاتی سوائے ایک حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے جس نے آثار عذاب دیکھ کر کفر وشرک سے سچی توبہ کر لی اور ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بچا لیا۔ پھر ایمان کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر سے نہ صرف آنے والی بلا ٹال دی بلکہ جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے متمتع کیا اور راحت و آرام کی زندگی نصیب فرمائی۔اس طرح غفلت شعار منکرین کو تنبیہ فرمائی گئی کہ اب بھی ہوش میں آ جاؤ۔زندگی کی فرصت کو غنیمت جانو۔انکار وسرکشی سے باز آ جاؤ خداوند قدوس کی طرف رجوع ہو کر گذشتہ سے سچی اور پکی توبہ کر لو اور ایمان صادق لے آؤ ورنہ پھر ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ توبہ کرو گے تو توبہ قبول نہ ہوگی اور ایمان لاؤ گے تو ایمان مقبول نہ ہوگا اور وہ وقت یا تو قیامت کا دن ہوگا یا جبکہ موت کے وقت آخرت کا عذاب سامنے آ جائے اور اس کا مشاہدہ ہونے لگے خواہ وہ طبعی موت ہو یا کسی دنیوی عذاب میں مبتلا ہو کر جیسے فرعون کو پیش آیا۔

حضرت یونس علیہ السلام کا تعارف اور دعوت و تبلیغ کی تفصیلات

حضرت یونس علیہ السلام انبیاء بنی اسرائیل میں سے ہیں۔اور آپ کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریب ۸۰۰ سال قبل کا ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر قرآن پاک کی چھ سورتوں میں فرمایا گیا ہے۔آپ اہل نینوا جس کی آبادی قرآنی بیان کے مطابق ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ تھی کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔نینوا موجودہ عراق کے شمال میں دریائے دجلہ کے ساحل پر موصل کے علاقہ میں ایک نہایت مستحکم اور مرکزی شہر تھا۔ یہاں کے لوگ بت پرستی میں مبتلا تھے۔حضرت یونس علیہ السلام لگاتار سات یا نو سال تک ان کو دین حق کی تبلیغ اور توحید کی دعوت دیتے رہے اور پند و نصیحت کرتے رہے مگر

انہوں نے آپ کے اعلان حق پر کان نہ دھرا بلکہ روز بروز انکار و تکذیب بڑھتا ہی رہا۔ جب ان کا کفر وعصیان حد سے بڑھ گیا تو حضرت یونس علیہ السلام قوم کی پیہم مخالفت و معاندت سے متاثر ہو کر قوم سے خفا ہو گئے اور ان کو آگاہ کیا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تین دن کے اندر تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ جب تیسری شب آئی تو حضرت یونس علیہ السلام آدھی رات گزرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے اور قوم کے درمیان سے غضبناک ہو کر روانہ ہو گئے۔

عذاب کے آثار دیکھنے پر قوم کی سچی توبہ

صبح ہوتے ہی اہل نینوا کو آثار عذاب کے نظر آنے لگے۔ آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا اور وہ آبادی سے قریب ہوتا جاتا تھا۔ یہ آثار دیکھ کر جب لوگوں کو اپنی ہلاکت اور حضرت یونس علیہ السلام کی صداقت کا یقین ہوا تو انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کو تلاش کرنا شروع کیا۔ لیکن آپ تو بستی سے جا چکے تھے۔ جب آپ نہ ملے تو وہ سخت خوفزدہ ہوئے اور ساری قوم عورتوں اور بچوں سمیت بلکہ مویشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر ایک وسیع میدان میں سب جمع ہوئے اور خوف سے چیخیں مارتے اور روتے جاتے تھے اور اخلاص وتضرع سے خدا کو پکار رہے تھے۔ چاروں طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور کہتے جاتے تھے امنا بما جآء به یونس (جو کچھ یونس علیہ السلام لے کر آئے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں) روایات میں ہے کہ یہ عاشورہ یعنی ۱۰ محرم کا دن تھا۔ حق تعالیٰ نے ان کی سچی توبہ اور آہ وزاری پر رحم فرمایا اور ان کا ایمان قبول فرمایا اور ابتدائی آثار عذاب جو ظاہر ہو چکے تھے اٹھا لئے گئے۔ اس طرح قوم یونس علیہ السلام جب ایمان لے آئی تو دنیا کی اس ذلت وخواری سے بھی بچ گئے جو ظلم وکفر وشرک کی وجہ سے پیش آنے والی تھی۔ اور بقیہ زندگی میں بھی دنیوی فوائد سے بہرہ مند ہوئے۔

یہاں اس سورۂ یونس میں آیت زیر تفسیر میں اتنا ہی فرمایا ہے کہ دنیا میں آثار عذاب دیکھ کر ایمان و یقین لانا کسی قوم کو نصیب نہ ہوا سوائے قوم یونس علیہ السلام کے۔

ظہور عذاب کے وقت ایمان کیسے قبول ہو گیا

اس آیت کے تحت اکثر تفاسیر میں اس امر پر بحث کی گئی ہے کہ قوم یونس کا یہ قبول ایمان مشاہدہ عذاب سے پہلے تھا یا بعد؟ تو اس کے جواب میں جمہور علماء کا قول یہی ہے کہ ابھی تک عذاب الٰہی نازل نہ ہوا تھا صرف اس کے ابتدائی آثار نمودار ہوئے تھے۔ جس کو دیکھ کر قوم یونسؑ ایمان لے آئی اور ان کا ایمان مقبول ہو گیا۔ اگر عین عذاب کو دیکھ لیتے تو پھر ایمان لانا کچھ نفع نہ دیتا۔ چنانچہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے لکھا ہے کہ اکثر علماء یہی کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ قوم یونسؑ کو نہ ہوا تھا۔ صرف علامات اور آثار نظر آئے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ وہ ایمان جو معتبر اور مقبول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اس میں پھنس کر ایمان لانا جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اسلام وایمان پر استقامت عطا فرما اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے ہماری حفاظت فرماتے ہوئے ایمان واسلام پر ہی موت نصیب فرما۔

یا اللہ ہم کو اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و پند ونصائح پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کی توفیق کاملہ عطا فرما اور اس میں جواب تک ہم سے کوتاہی ہوئی اس کو اپنی رحمت سے معاف فرما اور اس کے تدارک کا عزم وہمت نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ

اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے۔سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں

حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَجْعَلُ

جس میں وہ ایمان ہی لے آویں؟ حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بغیر خدا کے حکم کے ممکن نہیں۔اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر (کفر کی)

الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

گندگی واقع کردیتا ہے۔آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں۔

وَمَا تُغْنِى الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ

اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے' ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں۔سو وہ لوگ صرف اُن لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے

اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

ہیں' جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

ثُمَّ نُنَجِّىْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو بچا لیتے تھے ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ ہمارے ذمہ ہے۔

وَلَوْ اور اگر	شَآءَ چاہتا	رَبُّكَ تیرا رب	لَاٰمَنَ البتہ ایمان لے آتے	مَنْ جو	فِى الْاَرْضِ زمین میں	كُلُّهُمْ جَمِيْعًا وہ سب کے سب	
اَفَاَنْتَ پس کیا تو	تُكْرِهُ مجبور کریگا	النَّاسَ لوگ	حَتّٰى جہاں تک کہ	يَكُوْنُوْا وہ ہوجائیں	مُؤْمِنِيْنَ مومن	وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	
لِنَفْسٍ کسی شخص کیلئے	اَنْ کہ	تُؤْمِنَ ایمان لائے	اِلَّا مگر	بِاِذْنِ اللّٰهِ اذنِ الٰہی سے	وَيَجْعَلُ اور وہ ڈالتا ہے	الرِّجْسَ گندگی	
عَلَى پر	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يَعْقِلُوْنَ عقل نہیں رکھتے	قُلِ آپ کہدیں	انْظُرُوْا دیکھو	مَاذَا کیا ہے	فِى میں	السَّمٰوٰتِ آسمانوں
وَ اور	الْاَرْضِ زمین	وَمَا تُغْنِى اور نہیں فائدہ دیتیں	الْاٰيٰتُ نشانیاں	وَالنُّذُرُ اور ڈرانے والے	عَنْ سے	قَوْمٍ لوگ	
لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ نہیں مانتے	فَهَلْ تو کیا	يَنْتَظِرُوْنَ وہ انتظار کرتے ہیں	اِلَّا مگر	مِثْلَ جیسے	اَيَّامِ دن	الَّذِيْنَ وہ لوگ	خَلَوْا جو گزر چکے
مِنْ قَبْلِهِمْ ان سے پہلے	قُلْ آپ کہدیں	فَانْتَظِرُوْا پس تم انتظار کرو	اِنِّىْ بیشک میں	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	مِّنَ سے		
الْمُنْتَظِرِيْنَ انتظار کرنے والے	ثُمَّ پھر	نُنَجِّىْ ہم بچالیتے ہیں	رُسُلَنَا اپنے رسول	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو	اٰمَنُوْا وہ ایمان لائے		
كَذٰلِكَ اسی طرح	حَقًّا عَلَيْنَا حق ہم پر	نُنْجِ ہم بچالیں گے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنین				

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

گذشتہ آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کے ایمان لانے کا واقعہ ذکر فرمایا گیا تھا جس سے کفار قریش کو یہ بتانا مقصود تھا کہ جس طرح قوم

یونسؑ کفر وشرک کے بعد ایمان لے آئی اور اس ایمان نے ان کو نفع دیا اسی طرح اگر تم بھی کفر وشرک کے بعد ایمان لے آؤ گے اور کفر سے سچی توبہ کر لو گے تو تم کو بھی یہ ایمان لانا نفع دے گا۔ مگر باوجود ہر طرح کے واضح دلائل اور روشن حقائق کے جو کفر وشرک پر اصرار اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر جمے ہوئے تھے تو ایسے لوگوں کے ایمان نہ لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی تھی اور حد درجہ اندوہ و ملال ہوتا تھا اور آپ کی انتہائی خواہش تھی کہ تمام عرب وعجم کے آدمی اسلام قبول کر کے ایمان لے آویں اس لئے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی عطا فرمائی اور بتلایا جاتا ہے کہ اگر اللہ کی مشیت ہوتی اور خدا چاہتا تو سب آدمی اہل ایمان ہو جاتے۔ کوئی شخص اللہ اور اس کی توحید کا منکر دنیا میں نہ رہتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ سب آدمیوں کے دل میں ایمان ڈال سکتا تھا اس کے لئے یہ مشکل نہ تھا کہ تمام روئے زمین پر مومن اور مطیع پیدا کرتا مگر ایسا کرنا اس کی تکوینی حکمت اور مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لئے ایسا نہیں کیا۔ خدا کی مشیت اور توفیق اور حکم تکوینی کے بدون کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔ اللہ نے لوگوں کو عقل دی ہے سوچنا سمجھنا ان کا کام ہے تو جو عقل سلیم رکھتے ہیں اور خدا کے نشانات میں غور کرتے ہیں اور عقل وفہم سے کام لیتے ہیں نفسانیت اور ضد وعناد سے پاک ہیں۔ ان کو ہدایت نصیب ہو جاتی ہے اور جو بے سمجھ ہیں عقل سے صحیح کام نہیں لیتے اور سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے انہیں خدا تعالیٰ کفر وشرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔ یعنی جس طرح تمام نعمتیں تنہا اللہ کے اختیار میں ہیں اور کوئی شخص کسی نعمت کو بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہ خود حاصل کر سکتا ہے نہ کسی دوسرے شخص کو بخش سکتا ہے اسی طرح یہ نعمت بھی کہ کوئی شخص صاحب ایمان ہو اور راہ راست کی طرف ہدایت پائے اللہ کی اجازت پر منحصر ہے۔ کوئی شخص نہ اس نعمت کو اذن الٰہی کے بغیر پا سکتا ہے اور نہ کسی کے اختیار میں یہ ہے کہ جس کو چاہے یہ نعمت عطا کر دے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صاف فرمایا گیا کہ آپ کو بھی یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اتار دیں۔

جو ضدی ہیں انہیں چھوڑیئے

آگے بتلایا جاتا ہے کہ سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے آسمان اور زمین میں خدا کی قدرت وحکمت اور اس کی توحید کے کیا کچھ نشان موجود ہیں۔ ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ توحید الٰہی اور معرفت پروردگار پر دلالت کرتا ہے لیکن جو کسی بات کو ماننا اور تسلیم کرنا ہی نہیں چاہتے ان کے لئے یہ سب نشان ودلائل بے کار ہیں اور ڈرانے والے پیغمبروں کی تنبیہ بھی غیر موثر ہے۔ ایسے ضدی اور معاند لوگوں کے لئے جو کسی دلیل اور نشان کو نہ مانیں اور تکذیب اور کفر پر اصرار کئے جائیں اور کچھ باقی نہیں بجز اس کے کہ گذشتہ مکذبین پر جو آفات وحوادث نازل ہوئے ہیں۔ ان کا یہ بھی انتظار کریں۔ جس طرح سابق کفار نے اپنے انبیاء کی تکذیب کی اور رسولوں کی معاذ اللہ ہلاکت کے منتظر رہے۔ اسی طرح یہ کفار عرب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور معاذ اللہ آپ کی ہلاکت کے منتظر ہیں۔ تو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تم بھی انتظار کرو میں بھی منتظر ہوں۔ دیکھو نتیجہ کس کے موافق رہتا ہے۔ بالآخر تم ہی ہلاک ہو گے اور رسول خدا کا بال بیکا نہ ہو گا۔ کیونکہ اللہ کا یہ دستور ہے کہ جب کفار ومکذبین کا انبیاء مومنین سے مقابلہ ہوا تو اللہ نے مکذبین کو ہلاک کر کے پیغمبر اور مومنین کو بچا لیا۔ اسی طرح موجودہ اور آج کے مومنین کی نسبت اللہ کا وعدہ ہے کہ مومنین کو نجات دیں گے آخرت میں عذاب الیم سے اور دنیا میں کفار کے مظالم اور سختیوں سے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ مومنین مومنین ہوں یعنی وہ صفات اور خصائل رکھتے ہوں جو قرآن وحدیث میں مومنین کی بیان ہوئی ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول کو مطلوب ہیں۔

غلبہ اسلام کی بشارت

یہاں ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے مضمون کے علاوہ اس طرف بھی لطیف اشارہ ہے کہ عنقریب اسلام کو غلبہ اور فتح حاصل ہو گی۔ مسلمین مومنین کو کامیابی نصیب ہو گی۔ اللہ کا بول بالا ہو گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پھیل کر رہے گا کفار ومشرکین اور اعدائے اسلام کو شکست ہو گی۔ غلبہ کفر ٹوٹ جائے گا اور عرب سے بت پرستی اور کفر وشرک کی دنیا مٹ جائے گی۔ سو الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ایسا ہی ہوا۔

دعا کیجئے: یا اللہ روئے زمین پر جہاں اس وقت مسلمان مظلوم ومجبور ہیں ان کو کفار کے ظلم وستم سے نجات عطا فرما۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ

آپ کہہ دیجئے" کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم خدا کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ښ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ

لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ج وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جاؤ اور (مجھ کو یہ حکم ہوا ہے) کہ کبھی مشرک مت بننا

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ج فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ

اور خدا کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر (بالفرض) ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا

والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچاوے تو بجز اس کے اور کوئی اس کا دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے

رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾

تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہیں مبذول فرماویں۔ اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں۔

قُلْ آپ کہہ دیں	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو!	اِنْ اگر تم	كُنْتُمْ تم ہو	فِيْ شَكٍّ کسی شک میں	مِنْ سے	دِيْنِيْ میرے دین	
فَلَآ اَعْبُدُ تو میں عبادت نہیں کرتا ہوں	الَّذِيْنَ وہ جو	تَعْبُدُوْنَ تم پوجتے ہو	مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	وَلٰكِنْ اور لیکن		
اَعْبُدُ اللّٰهَ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں	الَّذِيْ وہ جو	يَتَوَفّٰىكُمْ تمہیں اٹھالیتا ہے	وَاُمِرْتُ اور مجھے حکم دیا گیا	اَنْ کہ	اَكُوْنَ میں ہوں		
مِنَ سے	الْمُؤْمِنِيْنَ مومنین	وَاَنْ اور یہ کہ	اَقِمْ سیدھا رکھ	وَجْهَكَ اپنا منہ	لِلدِّيْنِ دین کیلئے	حَنِيْفًا سب سے منہ موڑ کر	
وَلَا تَكُوْنَنَّ اور ہرگز نہ ہونا	مِنَ سے	الْمُشْرِكِيْنَ مشرکین	وَلَا تَدْعُ اور نہ پکار	مِنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	مَا جو	
لَا يَنْفَعُكَ نہ تجھے نفع دے	وَلَا اور نہ	يَضُرُّكَ نقصان پہنچائے	فَاِنْ پھر اگر	فَعَلْتَ تو نے کیا	فَاِنَّكَ تو بیشک تو	اِذًا اس وقت	مِنَ سے
الظّٰلِمِيْنَ ظالم	وَاِنْ اور اگر	يَّمْسَسْكَ پہنچائے تجھے	اللّٰهُ اللہ	بِضُرٍّ کوئی نقصان	فَلَا كَاشِفَ تو نہیں ہٹانے والا	لَهٗ اس کا	اِلَّا هُوَ اس کے سوا
وَاِنْ اگر	يُّرِدْكَ تیرا چاہے	بِخَيْرٍ بھلا	فَلَا رَآدَّ تو نہیں کوئی روکنے والا	لِفَضْلِهٖ اسکے فضل کو	يُصِيْبُ وہ پہنچاتا ہے	بِهٖ اس کو	مَنْ جسے
يَّشَآءُ چاہتا ہے	مِنْ سے	عِبَادِهٖ اپنے بندے	وَهُوَ اور وہ	الْغَفُوْرُ بخشنے والا	الرَّحِيْمُ نہایت مہربان		

اتمام حجت

یہ سورۂ یونس کا آخری رکوع ہے جس مضمون سے اس سورۃ کی ابتدا ہوئی تھی۔ اسی مضمون پر سورۃ کو ختم کیا جارہا ہے۔ ابتدائے سورۃ سے گذشتہ آیت تک اصول دین یعنی حقیقت و مسائل توحید و رسالت، قیامت و آخرت حشر و نشر جزا و سزا وغیرہ اور ان کے دلائل بیان فرمائے گئے اور دین اسلام کی حقانیت کو روشن دلیلوں سے واضح کیا گیا۔ اب بطور آخری فیصلہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تمام لوگوں سے خواہ وہ مکہ کے ہوں یا کہیں اور کے علی الاعلان کہہ دیجئے کہ حجت الٰہی تمام ہو چکی۔ توحید پر عقلی و فطری دلائل کا بیان ہو چکا۔ اللہ کی الوہیت اور ربوبیت اور مر کر دوبارہ زندہ ہونے اور حشر و نشر کا ثبوت کامل طور پر کر دیا گیا۔ اب بھی اگر تم کو میرے اس روشن دین کے بارہ میں تردد ہے اور مسائل توحید، رسالت قیامت و آخرت وغیرہ میں تم کو شک ہے تو ہوا کرے۔ مگر تم اس خیال خام میں نہ رہنا کہ میں تمہارے مہمل اور باطل دین کو قبول کرلوں گا۔ میں تمہارے اس باطل وہمی اور شکی دین سے بیزار ہوں۔ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے نفور ہوں جو کسی نفع اور ضرر کے مالک نہیں۔ تم اللہ کو چھوڑ کر جاندار اور بے جان مخلوق کی پرستش کرتے ہو میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے۔ جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں کہ جب تک چاہے انہیں جسموں میں چھوڑے رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے۔ گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اسی کی ہوسکتی ہے اور نہ صرف یہ کہ جوارح سے اس کی بندگی کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ دل میں اس کی توحید پر پورا یقین و ایمان ہو اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی و خفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے اور جس طرح عبادت و بندگی صرف اسی ایک وحدہ لاشریک کی کریں استعانت کے لئے بھی اسی ایک کو پکاریں کیونکہ ہر قسم کا نفع اور نقصان اور بھلائی و برائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے۔ مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع نقصان کے مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم ہے۔

تکلیف و راحت اور بھلائی کے برائی کے پورے سلسلہ پر کامل قبضہ ایک اللہ واحدہ کا ہے جس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی ہٹا نہیں سکتا اور جس پر وہ فضل و رحمت فرمانا چاہے تو کسی کی طاقت نہیں کہ اسے محروم کرسکے۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہمارے ایمان کو ہر طرح کے شرک خفی و جلی سے بچانا اور اس امر کا یقین کامل نصیب فرمانا کہ نفع نقصان کے مالک آپ ہی ہیں اس لئے ہم ہر خیر طلب کرنے کے لئے آپ ہی کی طرف رجوع کریں۔

اور ہر برائی سے بچنے کے لئے بھی آپ ہی سے مدد کے طالب ہوں۔

یا اللہ ہم ہر حال میں آپ کے فضل و کرم کے محتاج ہیں۔ ہم پر اپنا فضل عظیم فرما اور ہمارا جینا اور مرنا سب اپنے لئے خاص بنا تا کہ ہم آپ کی مغفرت و رحمت کے مورد ہوں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے۔ سو جو شخص راہ راست پر آجاوے گا سو وہ اپنے نفع کے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ

واسطے راہ راست پر آوے گا۔ اور جو شخص بے راہ ہوگا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا۔ اور آپ اس کا اتباع کرتے رہئے

مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾

جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کردیں گے۔ اور وہ سب فیصلہ کرنیوالوں میں اچھے ہیں۔

قُلْ آپ کہدیں	يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اے لوگو	قَدْ جَآءَكُمْ پہنچ چکا تمہارے پاس	الْحَقُّ حق	مِنْ رَّبِّكُمْ تمہارا رب	فَمَنْ تو جو	اهْتَدٰى ہدایت پائی		
فَاِنَّمَا تو صرف	يَهْتَدِيْ اس نے ہدایت پائی	لِنَفْسِهٖ اپنی جان کیلئے	وَ اور	مَنْ جو	ضَلَّ گمراہ ہوا	فَاِنَّمَا تو صرف	يَضِلُّ وہ گمراہ ہوا	
عَلَيْهَا اس پر	وَمَا اور نہیں	اَنَا میں	عَلَيْكُمْ تم پر	بِوَكِيْلٍ مختار	وَاتَّبِعْ اور پیروی کرو	مَا جو	يُوْحٰى وحی ہوتی ہے	اِلَيْكَ تمہاری طرف
وَاصْبِرْ اور صبر کرو	حَتّٰى یہاں تک کہ	يَحْكُمَ فیصلہ کردے	اللّٰهُ اللہ	وَهُوَ اور وہ	خَيْرُ بہترین	الْحٰكِمِيْنَ فیصلہ کرنے والا ہے		

منکرین اسلام سے خطاب

اب سورۃ کے خاتمہ پر اتمام حجت کے طور پر منکرین اسلام سے خطاب کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمائی جاتی ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ اعلان عام فرمادیں اور تمام منکرین حق سے کہہ دیں کہ اب حق آچکا۔ رسول برحق اور قرآن صادق کے آنے کے بعد حق و باطل کا فیصلہ ہو چکا اسلام واضح دلائل اور براہین کے ساتھ پہنچ چکا جس کے قبول نہ کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں رہا۔ خدا کی آخری حجت بندوں پر تمام ہوگئی۔ اے منکرین اب تمہارے پاس بے خبری اور لاعلمی کا عذر بھی باقی نہیں رہا۔ اب تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی گمراہی کا کوئی عذر و حیلہ پیش نہیں کرسکتے۔ اب ہر ایک اپنا نفع و نقصان سوچ لے اور سمجھ لے۔ جو خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے گا دنیا اور آخرت میں کامیاب اور بامراد ہوگا اور جو اسے چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرے گا خود ناکام اور ذلیل و خوار ہوگا۔ اپنے بھلے برے کو خوب سمجھ کر ہر شخص اپنے مستقبل کا انتظام کرلے اور جو راستہ پسند ہو اختیار کرے۔ جو ہدایت کی راہ اختیار کرے گا یعنی ایمان لا کر اطاعت کرے گا وہ اپنا ہی بھلا کرے گا اور اپنے ہی نفع کے لئے ہدایت اختیار کرے گا۔ اور جو کفر و نافرمانی پر اڑا رہے گا تو اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور اس کی گمراہی کا وبال اسی کی ذات پر ہوگا۔ اللہ کے رسول کا کام۔ احکام الٰہیہ کا پہنچا دینا ہے اور اس کی اطلاع دے دینا ہے۔ ان کا کام آگاہ کردینے اور راستہ بتلا دینے کا ہے۔ اس پر چلنا یا نہ چلنا یہ چلنے والے کے اختیار میں ہے۔ وہ کسی کے ذمہ دار اور جواب دہ نہیں کسی کے کفر کی ان سے باز پرس نہ ہوگی اگر ساری روئے زمین کے باشندے بھی کفر کرنے لگیں تو خداوند قدوس کی عظمت و کبریائی میں ذرہ برابر کمی نہ آئے گی۔ نہ اللہ کے رسول کا کوئی نقصان ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ کی طرف سے تسلی اور ہدایات

سورۃ کے خاتمہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے حق

تعالیٰ کی طرف سے تسلی دی گئی کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے رہیئے اور تبلیغ دین کے کام میں لگے رہیے۔ یہ منکرین اگر حق کو قبول نہ کریں تو آپ اپنے کو غم میں نہ گھلائیں اور جو تکالیف اس راستہ میں آپ کو پہنچیں ان پر صبر کیجئے۔ مخالفین کی ایذا رسانیوں کا تحمل کرتے رہیے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ آپ کے اور ان کے درمیان بہترین فیصلہ کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اس لئے کہ وہ ظاہر و باطن، ماضی اور حال اور مستقبل سب کو یکساں جانتا ہے اور اس کے حکم اور فیصلہ میں بھول چوک یا کسی غلطی کا امکان نہیں۔ لہذا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان دشمنان دین کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجئے اور اللہ کے فیصلوں کا انتظار فرمایئے وہ حسب وعدہ آپ کو فتح و نصرت عطا کرے گا یا جہاد و جزیہ کا حکم نازل کرے گا۔

واضح رہے کہ یہ سورۂ یونس مکیہ ہے اور اس وقت تک منکرین سے قتال و جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔

خلاصہ یہ کہ نزول قرآن کے بعد اب کسی کو لاعلمی پر قائم رہنے اور باطل پرستی پر جمے رہنے کا عذر یا موقع نہیں رہا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم نے انسان کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ مگر اس سلسلہ میں کمی ہے تو ہماری ہی ہے اور الزام عائد ہوتا ہے تو ہم پر ہی ہوتا ہے کہ ہم نے اسلام اور قرآن کو دنیا کے سامنے کما حقہٗ صحیح رنگ میں پیش کرنے میں کوتاہی کی۔ وہ صحابہ کرام اور سلف صالحین ہی تھے کہ جنہوں نے اپنے عقائد، اعمال اور اخلاق کے ذریعہ اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کی اور لاتعداد غیر مسلموں کو اسلام کا گرویدہ اور معتقد بنایا اور ایک آج ہم ہیں کہ جو دنیا میں اپنی بداعمالی اور بداحوالی اور بداخلاقی سے اسلام کو بھی بدنام اور رسوا کیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اللہ تعالیٰ اسلام کی سچی وقعت اور عظمت ہمارے دلوں میں اتار دے اور ہم کو قرآن پاک کا اتباع صحیح معنوں میں نصیب فرما دے۔ اور دنیا میں اس کی تبلیغ اور اشاعت کی سعادت کا کوئی حصہ ہمارے لئے بھی مقدر فرما دے۔ آمین۔

دعا کیجئے

یا اللہ ہم کو اپنا نفع و نقصان سوچنے اور سمجھنے والا دل و دماغ عطا فرما اور قرآنی ہدایات و تعلیمات کو اپنانے کی سعادت نصیب فرما۔

یا اللہ اب تک قرآن پاک سے انحراف اور اعراض کر کے اس ملک نے جو نقصان عظیم اٹھایا اور جرم عظیم کیا۔ یا اللہ اپنی رحمت سے اس جرم کو معاف فرما دیا اور اب ہم کو اپنی آخری کتاب سے صحیح تعلق نصیب فرما دے۔ اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق مرحمت فرما دے۔

یا اللہ ہماری آئندہ نسلوں کو بھی اسلام و ایمان پر قائم رہنے اور قرآنی راستہ پر چلنے کی سعادت عطا فرما اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے ہماری اور ان کی حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوۡرَةُ هُوۡدٍ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَةٌ وَّثَلٰثٌ وَّعِشْرُوۡنَ اٰيَةً وَّعَشْرُ رُكُوۡعَاتٍ بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جونہایت مہربان بڑے رحمت والے ہیں۔

الٓرٰ كِتٰبٌ اُحۡكِمَتۡ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتۡ مِنۡ لَّدُنۡ حَكِيۡمٍ خَبِيۡرٍۙ ①

الٓر۔ یہ (قرآن) ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں۔ پھر صاف صاف بیان کی گئی ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔

الٓر الٓر	كِتٰبٌ یہ کتاب	اُحۡكِمَتۡ مضبوط کی گئیں	اٰيٰتُهٗ اس کی آیات	ثُمَّ پھر	فُصِّلَتۡ تفصیل کی گئیں	
مِنۡ سے	لَّدُنۡ پاس	حَكِيۡمٍ حکمت والے	خَبِيۡرٍ خبردار			

اس سورۃ کا نام ''ھود'' کیوں ہے

اس سورت میں تاریخی شہادت کے طور پر قوم عاد اور اس کی طرف بھیجے ہوئے پیغمبر حضرت ہود علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام ہود مقرر ہوا۔

مقام نزول اور ترتیب

یہ سورۃ بھی مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی اور تقریباً اسی دور میں جس میں گذشتہ سورۂ یونس کا نزول ہوا۔ جب کہ جہالت بت پرستی کفرو شرک کا بازار مکہ میں گرم تھا۔

سورۃ کی اہمیت وفضیلت

سورۃ ھود ان سورتوں میں سے ہے جن میں گذشتہ اقوام پر نازل ہونے والے قہر الٰہی اور مختلف قسم کے عذابوں کا اور پھر قیامت کے ہولناک واقعات کا ذکر خاص انداز میں فرمایا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک میں کچھ بال سفید ہو گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے بطور اظہار رنج کے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ آپ بوڑھے ہوگئے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں مجھے سورۂ ھود نے بوڑھا کردیا۔ اور بعض روایات میں سورۂ ھود کے ساتھ سورۃ واقعہ، سورۃ مرسلات، سورۃ عم یتساء لون اور سورۃ اذا لشمس کورت کا بھی ذکر ہے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ تھا کہ چونکہ ان سورتوں میں قیامت کا ذکر ہے اس لئے وہاں کے واقعات کے خیال اور فکر سے میرے قویٰ کمزور ہوگئے اور بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔

سورۃ ھود کے مضامین

اس سورۃ میں مضامین تقریباً وہی ہیں جو گذشتہ سورۂ یونس میں تھے یعنی دیگر مکی سورتوں کی طرح اس سورۃ میں پہلے قرآن کریم کی عظمت اور اعجاز کو اور اس کے منزل من اللہ ہونے کا بیان فرمایا گیا اور پھر توحید و رسالت کا ذکر ہے اور ایمان لانے پر دونوں جہان کی بھلائی کا وعدہ اور نہ لانے پر وعید ہے۔ اسی مناسبت سے پھر آخرت کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان رزاقیت کا بیان پھر زمین و آسمان کی پیدائش اور عرش کا حال۔ انسان کی عجلت پسندی اور ناشکری کا حال۔ کفار مکہ کی بکواس اور اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا بیان پھر قرآن کے سلسلہ میں کافروں کو چیلنج، پھر طالبین دنیا کا حال، مومنین کی فضیلت اور کفار کی بدانجامی اور ان دونوں میں فرق کی مثال۔ پھر انہی مضامین کی تائید کے لئے گذشتہ انبیاء کے واقعات کا ذکر ہے۔ پھر قیامت کی جزاوسزا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون بیان ہوا۔ مسلمانوں کو کفار سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے کاموں میں لگے رہنے کی تلقین۔ استقامت دین، صبر و نماز کے اثرات، انبیائے سابقین کے حالات بیان کرنے کی وجہ اور حکمت اور اخیر میں کفار سے یہ کہہ کر بات ختم کر دینے کی تلقین کہ اگر نہیں مانتے تو جس حال میں چاہے رہو۔ نتیجہ خود دیکھ لوگے۔ اور پھر اللہ کا عالم الغیب اور سب کاموں کا مرجع ہونا اور اسی کی عبادت اور اسی پر توکل کرنے کے حکم پر سورۃ کو ختم فرمایا گیا۔

الٓرٰا

اس سورۃ کی ابتداء بھی سورۂ یونس کی طرح حروف مقطعات الٓرا سے ہوئی ہے۔ یہ اسرار الہیہ میں سے ہیں اور ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو تھا۔ قرآن کلام الٰہی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ روئے خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔ کلام الٰہی کا یہ حصہ مثل ان شاہی فرمانوں کے ہے۔ جس کو صرف مخاطب ہی سمجھتا ہے۔ امت کے سمجھنے کے لئے فلاح دارین کے قواعد وضوابط احکام واعمال کافی ہیں ہم کو ان حروف کی تفتیش میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بس ان کے متعلق کلام الٰہی ہونے کا اعتقاد رکھے اور ان کی حقیقی مراد کو اللہ کے سپرد کرے کہ یہ اللہ کے اور اس کے رسول کے درمیان ایک راز ہے۔ جس پر دوسروں کو مطلع نہیں کیا گیا۔

قرآن کریم کے تین اوصاف

۱......اس کی آیات محکم اور مضبوط ہیں۔

۲......اس کی آیات مفصل ہیں۔

۳......اس کا نزول حکیم وخبیر خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ان ابتدائی آیات میں یہی مضمون ارشاد فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

گویا ابتدا سورۃ کی قرآن پاک کی حقیقت کے اظہار سے ہوتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ یہ قرآن کریم وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی ومعنوی ہر حیثیت سے نہایت جچی تلی ہوئی ہیں۔ نہ ان میں تناقض ہے نہ تضاد۔ نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے۔ نہ باعتبار معجزانہ فصاحت و بلاغت کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہوسکتی ہے۔ جس مضمون کو جس عبادت میں ادا کیا گیا ہے محال ہے کہ اس سے بہتر تعبیر ہو سکے۔ الفاظ کی شستگی اور شیرینی عبارت کی رونق وسلاست لاجواب ہے۔ جن اصول وفروع۔ اخلاق واعمال۔ پند ونصائح پر اس کی آیات شامل ہیں اور جن دلائل و براہین کے لئے استعمال کی گئی ہیں وہ سب علم وحکمت کے کانٹے میں تلی ہوئی ہیں۔ قرآنی حقائق ودلائل ایسے مضبوط ومحکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی قلا بازیاں کھائے ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ قیامت تک پیش آنے والے تغیرات وحوادث کی رہنمائی موجود ہے۔ پھر ان تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود یہ نہیں کہ اجمال اور ابہام کی وجہ سے کتاب معمہ ہو بلکہ تمام مہمات کو خوب کھول کھول کر اور موقع بموقع دلائل' احکام مواعظ قصص' پند ونصیحت ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے الگ الگ رکھی ہے اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ بالآخر قائل ہونا پڑے گا کہ ان تمام آیات کا نزول اللہ کی طرف سے ہے جو حکیم مطلق اور خبیر برحق ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ اس قرآن عظیم کی ہمیں سچی محبت عطا فرما اور اس کی حرمت وبرکت سے ہمیں دین ودنیا کی عزت ورفعت عطا فرما۔

یا اللہ آج تمام عالم اسلام میں جو ابتری پھیلی ہوئی ہے اس کا واحد سبب اہل اسلام کا قرآن کریم سے انحراف واعراض ہے ورنہ آپ کا وعدہ ہے و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن رہے)

یا اللہ اب ہماری آنکھیں قرآن کریم کی طرف سے کھول دے اور اس کے اتباع کی توفیق وسعادت عطا فرمادے اور ہم سے اب تک جو قرآن کریم کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہیاں ہوئی ہیں اس کی تلافی کا عزم نصیب فرمادے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ ؕ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۙ﴿۲﴾ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا

یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں۔اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے

رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ یُمَتِّعْکُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤْتِ

رب سے معاف کراؤ' پھر اس کی طرف متوجہ رہو' وہ تم کو وقت مقررہ تک (حیوۃ طیبہ کی) خوش عیشی دے گا اور (آخرت میں) ہر زیادہ عمل

کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَہٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ

کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔اور اگر تم لوگ اعراض ہی کرتے رہے تو مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے عذاب کا اندیشہ ہے۔

یَوْمٍ کَبِیْرٍ ﴿۳﴾ اِلَی اللّٰہِ مَرْجِعُکُمْ ۚ وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴﴾ اَلَآ اِنَّھُمْ

تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔یاد رکھو کہ وہ لوگ دوہرا کئے دیتے ہیں

یَثْنُوْنَ صُدُوْرَھُمْ لِیَسْتَخْفُوْا مِنْہُ ؕ اَلَا حِیْنَ یَسْتَغْشُوْنَ ثِیَابَھُمْ ۙ

اپنے سینوں کو تاکہ اپنی باتیں خدا سے چھپا سکیں۔یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں' وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے' جو کچھ

یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّہٗ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۵﴾

چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں' اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں بالیقین وہ دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔

اَلَّا یہ کہ نہ	تَعْبُدُوْٓا عبادت کرو	اِلَّا اللّٰہَ اللہ کے سوا	اِنَّنِیْ بیشک میں	لَکُمْ تمہارے لئے	مِنْہُ اس سے	نَذِیْرٌ ڈرانیوالا	
وَّبَشِیْرٌ وَّاَنِ اور یہ کہ	اسْتَغْفِرُوْا مغفرت طلب کرو	رَبَّکُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ اس کی طرف رجوع کرو			
یُمَتِّعْکُمْ وہ فائدہ پہنچائے گا تمہیں	مَتَاعًا متاع	حَسَنًا اچھی	اِلٰٓی تک	اَجَلٍ وقت	مُّسَمًّی مقرر	وَیُؤْتِ اور دے گا	
کُلَّ ہر	ذِیْ فَضْلٍ فضل والا	فَضْلَہٗ اپنا فضل	وَاِنْ اور اگر تم	تَوَلَّوْا پھر جاؤ	فَاِنِّیْٓ تو بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	عَلَیْکُمْ تم پر
عَذَابَ عذاب	یَوْمٍ ایک دن	کَبِیْرٍ بڑا	اِلَی اللّٰہِ اللہ کی طرف	مَرْجِعُکُمْ لوٹنا ہے تمہیں	وَھُوَ اور وہ	عَلٰی ہر	کُلِّ شَیْءٍ ہر شے
قَدِیْرٌ قدرت والا	اَلَآ یاد رکھو	اِنَّھُمْ بیشک وہ	یَثْنُوْنَ دوہرے کرتے ہیں	صُدُوْرَھُمْ اپنے سینے	لِیَسْتَخْفُوْا تاکہ چھپالیں		
مِنْہُ اس سے	اَلَا یاد رکھو	حِیْنَ جب	یَسْتَغْشُوْنَ پہنتے ہیں	ثِیَابَھُمْ اپنے کپڑے	یَعْلَمُ وہ جانتا ہے	مَا یُسِرُّوْنَ جو وہ چھپاتے ہیں	
وَمَا یُعْلِنُوْنَ اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں	اِنَّہٗ بیشک وہ	عَلِیْمٌ جاننے والا	بِذَاتِ الصُّدُوْرِ دلوں کے بھید				

بعثت انبیاء کے مقاصد

گذشتہ ابتدائی آیت میں اول قرآن کریم کی عظمت وحقانیت اور اس کا منجانب اللہ نازل ہونا بیان فرمایا گیا۔اب چونکہ قرآن کریم کے نازل کرنے کا

اہم اور خاص مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صرف ایک خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور اس کے طریقہ سکھائے جائیں۔ اسی جلیل اور عظیم مقصد کے لئے انبیاء دنیا میں تشریف لائے اس لئے یہاں ان آیات میں سب سے پہلے تو توحید فی العبادت کا حکم دیا جارہا ہے کہ تم صرف ایک اللہ کی عبادت وبندگی کرو اور اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اس طرح شرک کی جڑ کاٹ دیگئی۔ کیونکہ شرک ہی سرچشمہ غیر اللہ کی عبادت کا ہے۔ ساتھ ہی جو اس کتاب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت اور بندگی بجالائے اسے اللہ کے رسولؐ فلاح دارین کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس بناء پر آپ کی صفت بشیر فرمائی گئی اور جو نہ مانے اور کفر و شرک اختیار کرے اس کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا۔ اس بناپر آپ کی صفت نذیر فرمائی گئی۔ اس طرح پہلے توحید و رسالت کو تسلیم کرنے کے لئے حکم دیا گیا توحید رسالت کے بعد استغفار کا حکم دیا گیا۔ اور استغفار کے بعد توبہ کا۔ استغفار کے معنی ہیں گناہوں کی مغفرت کا خواستگار ہونا اور توبہ کے معنیٰ ہیں رجوع کرنا۔ جب تک کسی آئینہ کا زنگ نہ صاف کیا جائے اس کی صفائی ممکن ہے۔ نفس سرکش جب تک گناہ کا ارتکاب ترک نہ کردے خلوص عبادت اور جلاء روحانی نہیں پیدا ہوتی اس لئے فرمایا گیا کہ پہلے گناہوں کو چھوڑ دو۔ گذشتہ خطائیں معاف کرالو۔ ہر قسم کی بری بات کو ترک کرو پھر صفائی کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو۔ دل سے بھی رجوع کرو۔ زبان سے بھی اور اعضائے جسمانی سے بھی۔ غرض یہ کہ ممنوعات سے باز رہو۔ پھر اوامر کی تعمیل کرو۔ اس کے بعد اطاعت اور نافرمانی کے جدا جدا نتائج بھی بیان فرمادیئے۔ اطاعت وفرمانبرداری کا نتیجہ فلاح دارین ہے اور نافرمانی کا انجام آخرت کی تباہی ہے کیونکہ اللہ کے پاس جانا لازمی ہے اور وہ ہر طرح کی سزا بھی دے سکتا ہے۔ لہذا نافرمانی کی سزا بھی دے گا۔

استغفار وتوبہ پر ایک کا وعدہ

یہاں آیت میں استغفار اور توبہ یعنی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہنے اور اس کی طرف سے رجوع کرنے اور پلٹ آنے پر دنیا میں مَتَاعًا حَسَنًا کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ مَتَاعًا حَسَنًا سے مراد مفسرین نے حیوۃ طیبہ لی ہے جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر سورۂ نحل چودھویں پارہ میں ارشاد ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً جو شخص بھی ایمان کے ساتھ نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے تو یہاں آیت میں مَتَاعًا حَسَنًا کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ دنیا میں تمہارے ٹھہرنے کے لئے جو وقت مقرر ہے اور جتنی زندگی اللہ نے دنیا میں رہنے کے لئے دی ہے وہ بھی اچھی زندگی عطا کی جائے گی۔ یعنی برکتوں سے سرفراز ہوگے اور سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کروگے۔ اس طرح راہ راست کو اختیار کرنے سے اور تقویٰ وطہارت اور عمل صالح کی زندگی بسر کرنے سے تمہاری صرف آخرت ہی نہیں بلکہ دنیا بھی بنے گی۔ آخرت کی طرح اس دنیا کی حقیقی عزت و کامیابی بھی ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے جو سچی خدا پرستی کے ساتھ صالح زندگی بسر کریں۔ یہ تو دنیا کی زندگی کے متعلق بشارت دی گئی۔

صالح وغیر صالح کا انجام

آخرت کے متعلق بتلایا گیا کہ جو شخص جس قدر بڑھ کر عمل صالح کرے گا اللہ اس کو اتنا ہی بڑا درجہ عطا کرے گا اور وہ اسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا۔ یہ تو اطاعت اور فرمانبرداری کا نتیجہ دنیا اور آخرت میں بیان ہوا۔ آگے نافرمانی اور اعراض کا نتیجہ بتلایا گیا کہ اگر ایمان لانے سے لوگ اعراض ہی کرتے رہے تو پھر قیامت کا عذاب یقینی ہے کیونکہ اس دنیا سے مرکر سب کو اللہ کے پاس جانا ہے اور اللہ سزا دینے کی پوری قدرت اور کامل اختیار رکھتا ہے اور پھر خدا ہر کھلی اور چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے۔ حتیٰ کہ دلوں کی تہہ میں جو خیالات ارادے اور نیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ان پر بھی مطلع ہے۔ پھر کوئی مجرم اپنے جرم کو کس طرح اس سے مخفی رکھ کر نجات حاصل کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی راز پوشیدہ نہیں ہے

مشرکین اور بعض منافقین یہ کہتے تھے کہ جب ہم گھر کے دروازے بند کرلیں اور پردے چھوڑ دیں اور اپنے کپڑوں میں اپنے آپ کو چھپالیں اور اپنے سینہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عداوت رکھیں تو ہمارے اس راز کو کون جان سکتا ہے۔ یہاں آیت میں اسی قسم کے لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ کہ اخفاء کی یہ تدبیر کرنا گویا اللہ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا ہے تو ان کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ یاد رکھیں کہ جس وقت وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس وقت بھی سب جانتے ہیں اور جس وقت ظاہر باتیں کرتے ہیں اس کا علم بھی سب رکھتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے اندر کی باتیں بھی جانتا ہے تو زبان سے کہی ہوئی تو کیوں نہ جانے گا۔ پس عداوت ومخالفت رسول پر پوری سزا دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ